نوائے افغان جہاد

شوال ۱۴۴۰ھ جون ۲۰۱۹ء

بانی مُدیر: حافِظ طیّب نواز شہید رحمۃ اللہ علیہ



جائے شہادت: شہید ذاکر موسیٰ رحمۃ اللہ علیہ

دِیے بہر سُو جلا چلے ہم ...

تم اِن کو آگے جلائے رکھنا!

ذاکِر مُوسیٰ رحمۃ اللہ علیہ نمبر

مسلمانانِ کشمیر کے شہید مجاہد قائد کے تذکرے پر مبنی

سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ کی نصیحتیں

حضرت سفیان ثوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ سیدنا ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ نے کعبۃ اللہ کے پاس کھڑے ہو کر بیان فرمایا کہ:

اے لوگو! جب تم میں سے کسی کا سفر کا ارادہ ہوتا ہے تو کیا وہ اتنا مناسب زادِراہ نہیں لیتا جس سے وہ منزلِ مقصود تک پہنچ جائے؟ قیامت کے راستے کا سفر تو سب سے لمبا ہے لہٰذا اتنا زادِراہ لے لو جس سے یہ سفر ٹھیک طرح ہو جائے۔ حج کرو اس سے تمہارے بڑے بڑے کام ہو جائیں گے اور سخت گرم دن میں روزے رکھو کیونکہ قیامت کا دن بہت لمبا ہے اور رات کے اندھیرے میں دو رکعت نماز پڑھو، یہ دو رکعتیں قبر کی تنہائی میں کام آئیں گی۔ یا تو خیر کی بات کہو یا پھر چپ رہو، شر کی بات مت کرو کیونکہ ایک بہت بڑے دن میں اللہ کے سامنے کھڑے ہونا ہے۔ اپنا مال صدقہ کرو تا کہ قیامت کی مشکلات سے نجات پاسکو۔ اس دنیا میں دو باتوں کے لیے کسی مجلس میں بیٹھو، یا تو آخرت کی تیاری کے لیے یا حلال روزی حاصل کرنے کے لیے۔ ان دو کاموں کے علاوہ کسی اور کام کے لیے مجلس میں بیٹھنے سے تمہارا نقصان ہو گا بلکہ ایسی مجلس کا ارادہ بھی نہ کرو۔ مال کے دو حصے کرو، ایک حصہ اپنے اہل وعیال پر خرچ کرو اور دوسرا حصہ اپنی آخرت کے لیے آگے بھیج دو۔ ان دو جگہوں کے علاوہ کہیں اور خرچ کرو گے تو اس سے تمہارا نقصان ہو گا فائدہ نہیں ہو گا، لہٰذا اس کا ارادہ بھی نہ کرو۔



اے لوگو! دنیا کے لالچ نے تمہیں مار ڈالا اور تم جتنا لالچ کرتے ہو اس کو تم کبھی حاصل نہیں کر سکتے۔ لوگوں کے ہاں بچے ہوتے ہیں جو ایک دن مر جائیں گے اور لوگ عمارتیں بناتے ہیں جو ایک دن گر جائیں گی۔ لوگوں کو فانی دنیا کا بڑا شوق ہے اور ہمیشہ رہنے والی آخرت کو چھوڑ دیتے ہیں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نوائے افغان جہاد

جلد نمبر ۱۲، شمارہ نمبر ۶

شوال المکرم ۱۴۴۰ھ | جون 2019ء



سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"جب کہ لوگ حساب کتاب کے لیے کھڑے ہوں گے تو کچھ لوگ اپنی گردن پر تلواریں رکھے ہوئے آئیں گے، جن سے خون ٹپک رہا ہو گا... یہ لوگ جنت کے دروازے پر جمع ہو جائیں گے، لوگ دریافت کریں گے کہ: یہ کون لوگ ہیں (جن کا حساب کتاب بھی نہیں ہوا، سیدھے جنت میں آ گئے)؟ انہیں بتایا جائے گا کہ یہ شہید ہیں جو زندہ تھے، جنہیں رزق ملتا تھا"۔

اس شمارے میں

اس کے علاوہ دیگر مستقل سلسلے

تجاویز، تبصروں اور تحریروں کے لیے اس برقی پتے (E-mail) پر رابطہ کیجیے۔

nawai.afghan@tutanota.com

ٹیلی گرام کے لیے:

Channel: t.me/shabaneshariyat

تبصروں اور تحریروں کے لیے @nawaiafghanjihad

قیمت فی شمارہ: ۲۵ روپے

قارئین کرام!

عصرِ حاضر کی سب سے بڑی صلیبی جنگ جاری ہے۔ اس میں ابلاغ کی تمام سہولیات اور اپنی بات دوسروں تک پہنچانے کے تمام ذرائع 'نظامِ کفر اور اس کے پیروؤں کے زیرِ تسلط ہیں۔ ان کے تجزیوں اور تبصروں سے اکثر اوقات مخلص مسلمانوں میں مایوسی اور ابہام پھیلتا ہے، اس کا سدِ باب کرنے کی ایک کوشش کا نام 'نوائے افغان جہاد' ہے۔

نوائے افغان جہاد

- اعلائے کلمۃ اللہ کے لیے کفر سے معرکہ آرا مجاہدین فی سبیل اللہ کا مؤقف مخلصین اور محبین مجاہدین تک پہنچاتا ہے۔
- افغان جہاد کی تفصیلات، خبریں اور محاذوں کی صورت حال آپ تک پہنچانے کی کوشش ہے۔
- امریکہ اور اس کے حواریوں کے منصوبوں کو طشت از بام کرنے، اُن کی شکست کے احوال بیان کرنے اور اُن کی سازشوں کو بے نقاب کرنے کی ایک سعی ہے۔

اس لیے ....

اِسے بہتر سے بہترین بنانے اور دوسروں تک پہنچانے میں ہمارا ساتھ دیجیے

اور دنیا بھی ہاتھوں سے جاتی رہی...

دورِ حاضر میں ابلیس نے بندۂ مومن کی دنیا و عاقبت کو بگاڑنے اور اُس کو دینی و دنیوی فوز و فلاح سے محروم کرنے کے لیے نت نئے جال بُن رکھے ہیں اور اپنے یہ جال اس طور پر چہار جانب پھیلا رکھے ہیں کہ ہزار کوشش کے باوجود کسی نہ کسی جال میں انسان پھنس ہی جاتا ہے کیونکہ جدید معاشرے کی تشکیل ہی اس انداز میں ہوئی ہے کہ انسان کو مختلف جکڑ بندیوں کا یوں شکار کیا گیا کہ وہ انسان جسے "حیوانِ ناطق" کہا جاتا تھا اب قرآن کی اصطلاح میں "کالانعام" ہی بنا پھرتا ہے... ابلیس کے ان جالوں میں سب سے مضبوط اور کارگر جال "فکرِ معاش" ہے۔ اُس نے فکرِ معاش کے گورکھ دھندوں میں بندۂ مومن کو الجھا کر اُسے اپنے مقصدِ زندگی سے دور کرنے میں بڑی محنت کی ہے، اور اُس کی محنت کا تمام مدار ہوائے نفس کی تسکین، دنیاوی زندگی ہی کو مسلمانوں کا مطمعِ نظر اور اُن کی تمام تر کوششوں کا محور بنانا ہے، سو مسلمانوں کی اکثریت کو اُس نے اپنی اسی محنت کے بل بوتے پر 'قابو' کر رکھا ہے، بقول اقبال مرحوم

عصرِ حاضر ہے تیرا ملک الموت کہ جس نے
قبض کی روح تیری دے کے تجھے فکرِ معاش

اسی کا نتیجہ ہے کہ ہمارے معاشروں میں ہر طرف آپا دھاپی، افراتفری اور بے چینی و اضطراب کا ایک سیلاب ہے جو امڈتا چلا آتا ہے۔ اہلِ ایمان کو اللہ کے دین نے دنیا سے بے رغبتی اور آخرت کے لیے پوری طرح سعی کرنے کا درس دیا، جس کے نتیجے میں اُن سے دنیا کے رزقِ حسنا کا وعدہ بھی فرمایا گیا لیکن دورِ جدید میں مسلمانوں کو "دنیا کی چاٹ" ایسی لگی کہ وہ آخرت کی نعمتوں اور اُس کی وسعتوں کشائشوں اور کشادگیوں کو بھلا کر دنیا کی تنگیوں میں ہی مگن رہنے لگے ہیں... اسی لیے اب حالت یہ ہے کہ دین تو ہاتھوں سے گیا سو گیا، دنیا بھی ہاتھوں سے جاتی رہی! جتنا زور لگا کر اور خود کو ہلکان کر کے دنیا کے حصول کی کوششیں کی جاتی ہیں' دنیا ہے کہ اُتنا ہی دسترس سے باہر نکلی جاتی ہے! پاکستان کے معاشی و معاشرتی حالات سب کے سامنے ہیں۔ غربت، افلاس، مہنگائی، بے روزگاری، بدعنوانی نے عامۃ المسلمین کا حقیقی معنوں میں کچومر نکال کر رکھ دیا ہے... حالیہ ایام میں ملک کا سالانہ میزانیہ (بجٹ) پیش کیا گیا جس نے غریب تو غریب رہا، متوسط اور کسی قدر خوش حال طبقے کو بھی بے حال و نڈھال کر کے رکھ دیا ہے... غریب اور لاچار افراد سولہ سولہ گھنٹے کولہو کے بیل کی طرح اپنے اپنے کام کاج اور پیشوں میں جُت جانے کے باوجود اپنے اہلِ خانہ کے دو وقت کے پیٹ بھر کھانے کا انتظام کرنے سے بھی محروم اور قاصر نظر آتے ہیں! اشیائے خورد و نوش کی قیمتوں میں ہوش رُبا اضافوں کے سبب وہ عام فرد کے قوتِ خرید سے باہر ہوتی چلی جا رہی ہیں، اگر خدانخواستہ ایسے کسی گھر میں کوئی فرد بیمار پڑ جائے تو اُس کے لیے دوا دارو کا انتظام تبھی ممکن ہو سکتا ہے جب باقی گھر والے فاقے کاٹیں! کیونکہ علاج معالجہ کے اخراجات اور ادویات کی قیمتیں سفید پوش طبقے کی پہنچ سے دور ہو چکی ہیں... اس سب کا صاف نتیجہ معاشرے میں فساد، لوٹ مار، چوری چکاری، ڈاکہ زنی اور اپنی محرومیوں کے ازالہ کے لیے دوسروں سے چھینا جھپٹی کی صورت میں نکل رہا ہے۔ دوسری طرف معاشرے کا مقتدر طبقہ ہے کہ جس کی تمام توجہ غربت مکاؤ کی بجائے "غریب مکاؤ" کی طرف ہے۔ یہ اپنی عیاشیوں اور خرمستیوں میں کوئی کمی برداشت کرنے کے روا نہیں لیکن بے بس اور مجبور و مقہور لوگوں کو پیسنے میں کچھ بھی دریغ نہیں کرتے...

اس مقتدر طبقے کی بے دینی کا یہ عالم ہے کہ ملک کی وزارتِ عظمیٰ پر بیٹھا شخص 'قوم سے خطاب میں دھڑلے سے حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے متعلق ہفوات بکتا ہے... اِن جیسوں کی علمی استعداد تو اتنی ہے کہ کبھی "جاپان اور جرمنی کو ہمسایہ ممالک بتاتے ہیں" اور کبھی "پاکستان میں بارہ موسم ہیں" جیسی بے پَر کی اُڑاتے ہیں، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر زبانِ طعن دراز کرنے والوں کی اپنی حالت یہ ہے کہ وزارتِ عظمیٰ کا حلف اٹھاتے ہوئے وہ باوجود نصف درجن بار کوشش کے لفظ "خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم" تک صحیح طور سے ادا نہیں کر سکے!... ایسے لوگوں کو تو اپنی جہالت کے سبب منہ چھپاتے پھرنا چاہیے لیکن کیا کیا جائے کہ اب یہ "وزیرِ اعظم" کہلاتے ہیں! ایسی قبیل کے لوگ منہ اٹھا کر کبھی غزوۂ بدر میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی کم تعداد کی وجہ "باقی ڈر گئے تھے" کہہ کر بیان کرتے ہیں

اور کبھی غزوۂ اُحد میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو [العیاذ باللہ] لوٹ مار کرنے والا بتاتے ہیں... یہ حضراتِ صحابہ کرام (جنہیں اللہ تعالیٰ نے "میں اُن سے راضی اور وہ مجھ سے راضی" فرما کر بنی نوعِ انسان کے ماتھے کا جھومر بنا دیا) کی شانِ اقدس میں صریح اور کھلی گستاخی ہے جو معاشرے کے کسی گئے گزرے یا عام فرد کی طرف سے نہیں کی گئی بلکہ ملک کے مدار المہام نے سرِ عام یہ شنیع الفاظ پورے ہوش و حواس کے ساتھ ادا کیے ہیں! ایسے بے دین، بے حمیت، گستاخ اور اسفل ترین لوگوں کے ہاتھ میں جب معاشرے کی باگ دوڑ ہو گی تو نتائج وہی نکلیں گے جو ہمارے سامنے ہیں... ویسے یہ بھی حقیقت ہے کہ عمران خان کوئی پہلا بے دین فرد تو نہیں ہے جو ملک پر مسلط ہوا ہو، بلکہ یہاں کی سات دہائیوں پر محیط تاریخ میں شاید ہی کوئی جرنیل، سیاسی حکمران اور بیوروکریٹ ایسا گزرا ہو جس نے اپنی بے دینی اور شعائرِ اسلام کو بے توقیر کرنے میں اپنے سے پہلوں کو مات نہ کیا ہو!

ان حالات میں ہر فرد کے سوچنے اور کرنے کا کام ایک ہی ہے! اور یہی کام ہے کہ جس کو کماحقہ کرنے سے دنیا بھی سنورے گی اور آخرت کے پُر خطر اور پُر آشوب مراحل بھی آسان ہوں گے! وہ کام ہے "دین کو تھام لیں"... اللہ کے دین کو اپنی زندگیوں میں پوری طرح لاگو کریں... معاشرتی، اجتماعی، سماجی سطح پر بھی دین کا مکمل نفاذ ہو اور ذاتی زندگیاں بھی دین ہی کے رنگ میں رنگی جائیں تو اللہ تعالیٰ اپنی تمام رحمتوں اور برکتوں کے ساتھ متوجہ ہوں گے، کیونکہ ہم حصولِ رزق کے جتنے بھی ذرائع اختیار کر لیں' اس سے کچھ بھی فرق نہیں پڑتا' وجہ یہ ہے کہ باقی تمام معاملات کی طرح رزق کا معاملہ بھی اللہ تعالیٰ نے اپنے ہاتھ میں رکھا ہے اور پھر رزق میں برکتیں تو ہوتی ہی خالصتاً اُس ذات باری تعالیٰ کی طرف سے ہیں۔ آج اگر مہینے میں لاکھوں کمانے والا بھی پریشان حالی کا شکار نظر آتا ہے تو اس کا صاف مطلب ہے کہ برکتیں اُٹھا لی گئی ہیں... اور جب برکتیں اٹھالی جائیں تو کمیت و تعداد جتنی بھی ہو جائے کفایت ممکن نہیں ہو پاتی۔ اسی طرح جب اللہ تعالیٰ اپنی برکتیں شاملِ حال فرما دیں تو بہت تھوڑے میں بھی آسان اور آسودہ گزر بسر کا سامان مہیا ہو جاتا ہے... لہٰذا ہم میں سے ہر فرد کے لیے وقت کی سب سے اہم اور شدید ترین ضرورت 'رجوع الی اللہ' کی ضرورت ہے، اللہ اور اُس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف پلٹنے، اُن کے احکامات کو سر آنکھوں پر رکھنے اور اُن احکامات کے مطابق اپنی زندگیوں کو استوار کرنے اور آراستہ کرنے کی ضرورت ہے! اگر یہ نہیں کریں گے تو یوں ہی ذلت، بے چارگی اور کسمپرسی کے دن گزارتے رہیں گے اور دنیا کی تنگیوں کی شکایتیں کرتے کرتے زندگیاں بِتا دیں گے اور آخرت میں رب کے حضور پیشی کے وقت کیا احوال ہوں گے؟ بس اللہ پاک رحم فرمائیں!

میرے لہو کی سنو صدائیں، کہ سارا کشمیر گونجتا ہے!

انسان اپنی نہاد اور فطرت میں "منفعت پسند تاجر" واقع ہوا ہے۔ ہر معاملہ اور امر میں وہ اپنے فائدے اور نفع پر ہی نظریں جمائے رکھتا ہے اور جہاں کہیں نقصان کا اندیشہ بھی ہو، وہاں سے دور بھاگتا ہے۔ یہ انسانی نفسیات ہے کہ نقصان سے بچنے کی ہر ممکن اور حتی الوسع کوشش و سعی کی جاتی ہے جب کہ فوائد و منافع سمیٹنے کے لیے ہر طرح کی دوڑ دھوپ کی جاتی ہے۔ لیکن اس سے یہ ضروری نہیں آتا کہ انسان کو اُس کی کوششوں کے مطابق بہر صورت فوائد ہی فوائد مہیا ہوں اور تمام تر احتیاطوں کی وجہ سے وہ نقصانات اور گھاٹے سے بچا رہے... بلکہ اکثر و بیشتر معاملہ یہ ہوتا ہے کہ دنیا میں فائدے حاصل کرنے کی دوڑ میں تو سبھی لگے ہوئے ہیں مگر چند لوگ ہی ایک مخصوص حد تک مطلوبہ فوائد حاصل کر پاتے ہیں، اسی طرح نقصان اور خسارے سے بچنے کی کوشش کون نہیں کرتا لیکن ہر فرد کو کسی نہ کسی صورت میں خسارے اور نقصان سے پالا پڑتا ہی رہتا ہے!

اللہ تبارک و تعالیٰ چونکہ خالق ہیں اور اپنی مخلوق کا تمام طرح سے احاطہ کیے ہوئے ہیں، وہ انسان کی اس نفسیات سے بھی خوب واقف ہیں، اسی لیے اُنہوں نے اہلِ ایمان کو "تجارت" کی ترغیب دی ہے، ایسے تجارت جو اُنہیں عظیم ترین خسارے یعنی 'عذابِ الیم' سے محفوظ رکھنے والی ہو اور جس کے نفع کے طور پر اُن کے گناہوں کی مغفرت، دخول فی الجنۃ اور جنت عدن میں پاکیزہ محل ہوں... سو' سورۃ الصف میں ارشاد ہوتا ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰى تِجَارَةٍ تُنْجِيْكُمْ مِّنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ ○ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ تُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِكُمْ وَ اَنْفُسِكُمْ ؕ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ○ يَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَ يُدْخِلْكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ وَ مَسٰكِنَ طَيِّبَةً فِيْ جَنّٰتِ عَدْنٍ ؕ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ○ وَ اُخْرٰى تُحِبُّوْنَهَا ؕ نَصْرٌ مِّنَ اللّٰهِ وَ فَتْحٌ قَرِيْبٌ ؕ وَ بَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ (الصف:۱۰۔۱۳)

”اے ایمان والو! کیا میں تمہیں وہ تجارت بتلا دوں، جو تمہیں دردناک عذاب سے بچا لے۔ اللہ تعالیٰ پر اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور اللہ کی راہ میں اپنے مال اور اپنی جانوں سے جہاد کرو، یہ تمہارے لئے بہتر ہے اگر تم علم میں ہو۔ اللہ تعالیٰ تمہارے گناہ معاف فرمادے گا اور تمہیں ان جنتوں میں پہنچائے گا جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی اور صاف ستھرے گھروں میں جو جنت عدن میں ہوں گے، یہ بہت بڑی کامیابی ہے۔ اور تمہیں ایک دوسری (نعمت) بھی دے گا جسے تم چاہتے ہو' وہ اللہ کی مدد اور جلد فتح یابی ہے، مومنین کو خوش خبری دے دو“۔

یہ امت 'امتِ خیر ہے اور اس اُمتِ خیر نے ہمیشہ سے رب کی تجویز کردہ تجارت میں بڑھ چڑھ کر ”سرمایہ“ لگایا ہے، نفع بھی خوب سمیٹا ہے اور نقصانِ عظیم سے بھی خود کو بچایا ہے۔ یہ آخرت کے دردناک عذاب سے نجات ہی کا راستہ ہے جس پر آج کے پُرفتن دور میں بھی رجالِ امت مختلف خطوں اور مختلف علاقوں میں چل رہے ہیں، اللہ اور اُس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر صرف قولی نہیں بلکہ قلبی ایمان و ایقان کی منزلیں طے کر رہے ہیں، جہادِ فی سبیل اللہ کے طریق کو اپنائے ہوئے ہیں، اپنے رب سے کیے گئے سودے چُکا رہے ہیں، اپنے اموال کو لُٹا رہے ہیں، اپنی جانوں کو نچھاور کر رہے ہیں، اللہ ہی کی عطا کردہ توفیق سے اپنے لیے مغفرتوں کے سامان اکٹھا کر رہے ہیں، باغاتِ بہشت 'کہ جن میں نہریں رواں دواں ہیں' کو اپنے نام کروا رہے ہیں، اور جنت عدن کے پاکیزہ محلات کے حق دار بن رہے ہیں... رمضان المبارک کے دوسرے عشرے میں جہادی کاررواں کے ایسے ہی قائدین اور مجاہدین کی فہرست میں شہید ذاکر موسیٰ رحمہ اللہ کا اضافہ ہوا۔

ذاکر موسیٰؒ نے مقبوضہ کشمیر کے ضلع پلوامہ میں ایک بااثر، متمول، صاحبِ ثروت اور وسائلِ دنیا سے بھرے پُرے گھرانے میں آنکھ کھولی... بچپن سے عنفوانِ شباب اور پھر جوانی تک آپ کو دنیا کی ہر نعمت میسر رہی، شہزادوں اور رؤسا جیسے ٹھاٹھ باٹھ رکھنے والا یہ جوان 'بظاہر عام سا نوجوان تھا جسے اُس کے والدین انتہائی ناز و نعم میں پال رہے تھے... اُسے وہ سب کچھ میسر تھا جس کی تمنا، چاہت، آرزو' آج کے نوجوانوں کے دلوں میں گھر کیے ہوئے ہے... پھر یوں ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے اسی نوجوان کو دورِ حاضر کے نوجوانوں کے لیے ایک مثال بنانے کا فیصلہ فرمایا اور یوں آپ سیدنا مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کی مانند تمام تر عیش و عشرت کو تج کر جہاد و فقر کی زندگی کے راستے پر چل نکلے... اس نوجوان نے کئی دہائیوں سے چہار جانب سے ظلم و جبر کی چکی میں پستی کشمیری قوم کی حالت کو دیکھا، کشمیری ماؤں بہنوں کی آہ و بکا کو سنا، کشمیری نوجوانوں کو بے دست و پا ہوتے ہوئے بھی بھارت جیسے 'عسکری عفریت' سے برسرِ پیکار پایا اور اپنی زندگی کے شب و روز پر غور کیا تو اس سلیم الفطرت نوجوان کا دل فوری طور پر اس نتیجہ پر پہنچے بغیر نہ رہ سکا کہ اپنے مسلمان بھائیوں اور بہنوں کی نصرت کرنا اور دین کے عَلَم کو بلند کرنا ہی اصل زندگی ہے، جس کے لیے عیش و عشرت سے کنارہ کشی اختیار کر کے جہاد فی سبیل اللہ کی راہوں کو اختیار کرنا ہی پہلا اور آخری حل ہے، بقول شاعرِ جہاد انجنیئر احسن عزیز رحمہ اللہ

؎ عشرت سے کیسے گزرے

جب دین پہ حرف آئے

یہ سر ہوں دوش پر کیوں؟

یہ جان کیوں نہ جائے

حق جانچتا ہے کس نے کیسے وفا نبھائی

برہان وانی رحمہ اللہ کے ساتھ اُنہوں نے جہادی سفر کا آغاز کیا اور اللہ کا کرنا ایسا ہوا کہ یہ دونوں نوجوان جہادِ کشمیر کو نئی اٹھان دینے اور تقریباً ڈیڑھ دہائی سے مضمحل تحریکِ جہادِ کشمیر کو نئی زندگی فراہم کرنے کا سبب بن گئے... کیونکہ ان دونوں نوجوانوں نے جہاد فی سبیل اللہ کے اصل مقصد اور ہدف کو جان لیا تھا، کہ مشرکین ہند

سے جہاد کرنے کا مقصد صرف اور صرف شریعت کی بالادستی اور دین کی سرفرازی کی راہیں ہموار کرنا ہے... کشمیر کے جہاد کو وطنیت کے آزار سے آزاد کرانے کے لیے غازی بابا، افضل گورو کا منہج ان کے سامنے تھا اور اسی طریق کو اختیار کرتے ہوئے اُنہوں نے جہادِ کشمیر کو ایجنسیوں کی تمام ترقیدو بند سے نکالنے کے لیے جُہد کی داغ بیل ڈالی... اللہ تعالیٰ بھی دلوں کی کیفیات اور اخلاص پر نظر رکھتے ہیں اور جس دل میں للہ فی للہ اخلاص کا جذبہ موجود پاتے ہیں اُسے قبول کرکے برکتوں سے بھی نوازتے ہیں اور اپنے بندوں کے درمیان بھی اُس کی قبولیت رکھ دیتے ہیں... یہی معاملہ ان نوجوانوں کے ساتھ بھی ہوا کہ جو تعداد میں انتہائی کم تھے لیکن مخلص اور بے غرض تھے اور اپنے مقصد اور لگن میں بالکل سچے اور کھرے تھے، لہٰذا اللہ تعالیٰ کی معیت بھی اُنہیں میسر ہوئی... جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ برہان وانی رحمہ اللہ کی شہادت کے بعد کشمیری نوجوانوں نے اُن کے راستے اور طریقے کو اس قدر سراہا اور چاہا کہ اُن کی شہادت پر احتجاج کرتے ہوئے بھارتی فوج اور پولیس سے جھڑپوں اور مڈبھیڑ میں سیکڑوں کشمیری مسلمان شہید ہوئے اور پندرہ ہزار سے زائد مسلمان زخمی ہوئے...

برہان وانیؒ کے بعد اُن کی اٹھائی گئی تحریک کی قیادت ذاکر موسیٰؒ کے ہاتھ میں آئی جنہوں نے "شریعت یا شہادت" کو واضح طور پر اپنا مقصد و منہج قرار دیا اور کسی بھی ملک کے خفیہ اداروں کے کٹھ پتلی بن کا کردار ادا کرنے سے انکار کیا کہ جس کے نتیجے میں جذبہ جہاد سے سرشار مسلمان نوجوان تو جہادی میدانوں کو آباد کرتے ہیں لیکن خفیہ ایجنسیاں اپنے مقاصد و عزائم کے حصول کے لیے نا صرف یہ کہ ثمراتِ جہاد کو ضائع کردیتی ہیں بلکہ مقاصدِ جہاد ہی فوت ہونے لگتے ہیں! اُنہوں نے اللہ تعالیٰ ہی کی نصرت کے سہارے اور آسرے پر اپنی تحریک "شریعت یا شہادت" کی داغ بیل ڈالی اور اپنے مال و جان سمیت اس کی آبیاری میں لگ گئے... ذاکر موسیٰ نے پرائیوں کی طرف سے بھی زخم سہے، مشرکینِ ہند سے معرکوں میں اپنے متعدد ساتھیوں کو شہادت کے لیے پیش کیا اور کئی ایک زخمی ہوئے جب کہ اپنوں کی طرف سے بھی اُنہوں نے طعنے سنے، تہمتیں برداشت کیں... لیکن اپنوں کی تمام تر "اپنائیت" کے باوجود اُنہوں نے اپنی ذات کی خاطر کسی سے کبھی کوئی تعارض نہیں کیا۔ بین المسلمین اختلافات کو بنیاد بنا پر مفسدین کی طرح اپنے مخالفین پر تکفیر، تفسیق اور تضلیل کے فتاویٰ نہیں لگائے بلکہ ایسی ذہنیت رکھنے والے جنونی گروہ سے ہمیشہ برأت اور بے زاری ظاہر کی۔

آج ہمارے بھائی ذاکر موسیٰ رحمہ اللہ، سیدنا مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کی سیرت کو تازہ کرتے ہوئے شہید ہوئے ہیں... رمضان کی برکتوں بھری ساعتوں میں یہ جوان اپنی مراد کو پا گیا اور اس کی شہادت بھی سیدنا حمزہ بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ کے مشابہ تھی کہ آپ رضی اللہ عنہ کی طرح ذاکر موسیٰ کے لاشۂ بے جان کا بھی مشرکین نے مثلہ کیا اور آپ کے چہرے کو بگاڑا... لیکن جس مجاہد کو اُس کا رب اور رب کا رسول "افلحت الوجوہ" کا پروانہ جاری کردیں، اُن کے چہروں کو بعد از شہادت' ظالم جس قدر بھی بگاڑلیں، یہ تو خلد بریں کے حق دار چہرے ہی ہیں، یہ تو قبول ہونے والے چہرے ہی ہیں! اور ان کی قبولیت کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے کہ آج اُن کے جانے کے بعد کشمیر کے گلی کوچے، چوک اور چوراہے، بازار اور قریے، میدان اور پہاڑ، تعلیمی ادارے اور شاہراہیں' مسلمانانِ کشمیر کے "شریعت یا شہادت" کے نعروں سے گونج رہی ہیں! گویا وہ شہید ہو کر اپنے پیغام کو پوری کشمیری قوم کے سینوں میں اُتار گئے ہیں اور جب حق کے پیغام سینوں میں اُتر جائیں تو پھر سینہ در سینہ اور نسل در نسل ایک ہی مقصد اور نظریہ منتقل بھی ہوتا ہے اور وہ وقت بھی آتا ہے جب یہی نظریہ' عمل کے قالب میں ڈھل جاتا ہے... بس شریعت یا شہادت کا نظریہ' قالبِ عملی میں ڈھلنے کو ہے! کشمیر سمیت پورے برصغیر میں یہ نعرہ پوری شدت سے گونجے گا بھی، خود کو منوائے گا بھی اور برہان وانیؒ و ذاکر موسیٰؒ جیسے نوجوانانِ صدق وصفا کے خون کی برکت سے اس پورے خطے میں شریعت کی عمل داری اور غلبہ کو منوائے گا بھی!

☆☆☆☆☆

دنیا وآخرت کا تقابل

شہیدِ اسلام حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله والسلام علی عباده الذين اصطفیٰ

عن علی انی خطب الناس فحمد لله وانثی عليه ثم قال: اما بعد الدنيا قد ادبرت واذنت بوداع فان الاخرة قد اقبلت و اشرفت باطلاع وان المضمار اليوم وغدا السباق الا وانكم فی ايام امل من ورائه اجل،فمن قصر فی ايام امله قبل حضور اجله فقد خيب عمله،الا فاعملوا لله فی الرغبة كما تعملون له فی الرهبة،الا وانی لم ار كالجنة نائم طالبها ولم ار كالنار نائم هاربها الا وانه من لم ينفعه الحق ضره الباطل فمن لم يستقم به الهدی جار به الضلال،الا وانكم قد امرتم باظعن وذئلتم علی الزاد،الا ياايها الناس انما الدنيا عرض حاضر يأكل منها البر والفاجر وان الآخرة وعد صادق يحكم ملك قادر،الا ان الشيطان يعدكم الفقر ويأمركم بالفحشاء والله يعدكم مغفرة منه وفضلا والله واسع عليم۔ايها الناس احسنوا فی عمركم تحفظوا فی عقبكم فان الله تبارك و تعالیٰ وعد جنته من اطاعه ووعد ناره من عصاه،انها نار لا يهدأُ زفيرها ولا يفك اسيرها ولا يجبر كسيرها،حرها شديد وقعرهابعيد وماؤها صديد وان اخوف ما اخاف عليكم اتباع الهوی وطول الامل [کنزالعمال:ج۱۶،حدیث۴۴۲۲۵]

”حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے خطبہ دیا اور اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کے بعد فرمایا کہ دنیا آرہی ہے اور جارہی ہے ،اور قریب ہے کہ وہ بالکل رخصت ہوجائے، آخرت آرہی ہے اور قریب ہے کہ وہ اپنا جلوہ دکھائے، آج دوڑ ہے، کل کو آگے نکلنا ہوگا، سنو! تم آرزوؤں کے دنوں میں جی رہے ہو، جن کے پیچھے اجل ہے، پس جو شخص کہ اپنی امید کے دن میں کوتاہ کار رہا ہے، اپنی موت کے آنے سے پہلے وہ نامراد ہوگیا، سنو! اللہ کے لیے عمل کرو، رغبت میں بھی جیسا کہ تم اس کے لیے عمل کرتے ہو ڈر کی حالت میں، سنو! میں نے نہیں دیکھی جنت جیسی چیز کہ جس کے طلب کرنے والے سو رہے ہوں، اور میں نے نہیں دیکھی دوزخ جیسی کوئی چیز کہ جس سے بھاگنے والے سو رہے ہوں۔ سنو! جس کو حق نفع نہ دے اس کو باطل نقصان دیا کرتا ہے، جس کو ہدایت سیدھا نہ کرسکے، گمراہی اس میں اپنا کام کرتی ہے۔ سنو! تمہیں کوچ کا حکم دیا گیا ہے، اور توشے کی راہ نمائی کردی گئی ہے، سنو! لوگو! دنیا ایک سامان ہے، جو موجود ہے، اس سے نیک بھی کھاتے ہیں اور بد بھی، آخرت ایک سچا وعدہ ہے ، جس میں اللہ تعالیٰ جو بادشاہ ہیں، قدرت والے ہیں، فیصلہ کریں گے۔ سنو! شیطان تم کو ڈراتا ہے فقر سے اور تم کو حکم دیتا ہے بے حیائی کا، اور اللہ تم سے وعدہ کرتا ہے اپنی جانب سے مغفرت اور فضل کا اور اللہ بڑی وسعت والے ہیں، بڑے علم والے ہیں۔ لوگو! اپنی عمر میں نیک عمل کرلو، اپنی عاقبت محفوظ رکھو، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی جنت کا وعدہ کیا ہے، ان لوگوں سے جو اس کے فرماں بردار ہوں اور دوزخ سے ڈرایا ہے ان لوگوں کو جو اس کی نافرمانی کریں۔ خوب یاد رکھو کہ وہ ایسی آگ ہے جس کا جلانا کبھی بند نہیں ہوتا، جس کے قیدی کو کبھی رہائی نہیں ملتی، جس کے ٹوٹے ہوئے کو جوڑا نہیں جاتا، وہاں کی گرمی شدید ہے اور اس کی گہرائی بہت لمبی ہے اور اس کا پانی پیپ ہے، دیکھو! سب سے زیادہ خطرناک چیز جس کا مجھے تمہارے بارے میں اندیشہ ہے، وہ خواہش نفس کی پیروی کرنا اور لمبی لمبی امیدیں رکھنا ہے“۔

دنیا جارہی ہے: یہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا خطبہ ہے، اس کے اکثر الفاظ احادیث شریفہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی مروی ہیں، جیسا کہ ترجمے سے معلوم ہوا ہوگا۔ اس خطبہ میں دنیا اور آخرت کا تقابل فرمایا گیا ہے اور دنیا اور آخرت کی کیفیت کو ذکر کرکے انسانوں کے انجام کو ذکر کیا گیا ہے۔ دنیا اور آخرت کی کیفیت یہ ہے کہ دنیا ہماری طرف پیٹھ پھیر کر جارہی ہے، اور آخرت ہماری طرف منہ کرکے آرہی ہے، یہ دو گاڑیاں ہیں، یا دو ریلیں ہیں، جو چل رہی ہیں، ایک ہم سے جدا ہو رہی ہے، وہ جتنی تیز رفتار کے ساتھ چلے گی، ہم سے الگ ہوگی، اتنی ہم سے دور ہوگی، تو دنیا ہماری طرف پیٹھ پھیر کر چل رہی ہے اور بڑی تیزی سے چل رہی ہے، اور قریب ہے کہ وہ ہم سے رخصت ہوجائے، یکسر رخصت ہوجائے۔

میں نے ایک خطبہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث میں سنایا تھا کہ حضرت ابوسعید حدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عصر کی نماز پڑھی پھر خطبہ دینے کے لے منبر پر تشریف لے گئے، خطبہ میں ارشاد فرمایا اور بہت سی چیزیں ذکر فرمائیں۔ قیامت میں جتنے اہم واقعات تھے، ان کو ذکر فرمایا، بہت سے مضامین کو میں ذکر کرچکا ہوں، اس کے آخر میں یہ تھا کہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا خطبہ مسلسل جاری رہا، یہاں تک کہ دھوپ کھجوروں کی شاخوں پر اور دیواروں کے کنارے تک پہنچ گئی، اس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اب دنیا کی عمر بالکل اتنی ہی باقی ہے، جتنی کہ آج کا وقت، آج کے دن کے مقابلے میں باقی ہے۔ سوچو کہ جب دھوپ پیلی ہوگئی ہے تو سورج کے غروب

ہونے میں چند منٹ باقی ہوں گے، جس طرح کہ آج کے دن کا آفتاب غروب ہوا چاہتا ہے، اسی طرح سے اس دنیا کا سورج بھی ڈوبا چاہتا ہے۔

موت قریب آ رہی ہے: ایک ہماری میعاد ہے، ہم میں سے ہر آدمی کی ماں کے پیٹ سے پیدا ہوتے ہی ہماری میعاد شروع ہو گئی، اور اجل تک جس کو موت کہتے ہیں یہ میعاد ہماری جاری رہتی ہے، جب فرشتے ہمیں پکڑ کر لے گئے تو ہم دنیا سے غائب ہو گئے اور دنیا ہم سے غائب ہو گئی۔ ایک تو دنیا کا ہم سے جانا اور آخرت کا ہماری طرف آنا، اس اعتبار سے انفرادی طور پر ہم میں سے ایک ایک آدمی جو ایک ایک منٹ گزار رہا ہے وہ اپنی موت کو قریب لا رہا ہے اور اپنی زندگی کو پیچھے چھوڑ رہا ہے۔ اور ایک صورت یہ ہے کہ یہ دنیا ہی رخصت ہو جائے گی۔ آپ کو یاد ہو گا میں نے اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے دنیا کا اور اس دنیا کی زندگی کا برزخ کی زندگی کے مقابلے میں، اور برزخ کی زندگی کا حشر کی زندگی کے مقابلے میں اور حشر کے دن کا دوزخ یا جنت کی ابدی زندگی کے مقابلے میں موازنہ کیا تھا اور حیثیت بیان کی تھی۔ تو جب دنیا رخصت ہو گئی، نہ دنیا رہی، نہ دنیا کی چیزیں رہیں، نہ تم رہے، نہ ہم رہے، پوری کائنات ہی ختم ہو گئی۔ جس کشتی میں تم سوار ہو وہ بھی ڈوبنے والی ہے اور تم اس سے پہلے ڈوبنے والے ہو، اسی دنیا کے لیے سب کچھ کرتے ہیں۔ تو دنیا جا رہی ہے، رخصت ہو رہی ہے، یہاں تک کہ وہ وقت آیا چاہتا ہے کہ وہ تم سے رخصت ہو جائے گی اور آخرت ہماری طرف منہ کر کے بھاگی ہوئی آ رہی ہے اور عنقریب وہ وقت آیا چاہتا ہے کہ جب وہ اپنا جلوہ دکھائے گی۔

دنیا کی دوڑ: پھر فرمایا کہ آج دوڑ لگ رہی ہے کل کو اس دوڑ کے نتیجے کھلیں گے کہ کون اس دوڑ میں آگے رہا؟ کون پیچھے رہا؟ اس کے نتائج کل میدان حشر میں سامنے آئیں گے۔

مال کی دوڑ: اور یہاں دوڑ کے لیے لوگوں نے مختلف میدان منتخب کر رکھے ہیں، کسی نے مال کی دوڑ لگا رکھی ہے۔ وہ کہتا ہے کہ میں مال زیادہ کماتا ہوں، دوسرا کہتا ہے میں زیادہ کماتا ہوں۔

برائیوں کی دوڑ: کسی نے برائیوں کی دوڑ لگا رکھی ہے، بقول جاہلی شاعر کے:

الا لا یجھل احد علینا
فنجعل فوق جاھل جاھلینا

”سنو! کوئی آدمی ہمارے ساتھ جہالت کے ساتھ پیش نہ آئے ورنہ ہم جاہلوں سے کھل کر جہالت کیا کرتے ہیں“۔

تو گویا جہالت کی دوڑ لگی ہوئی ہے۔

عریانی کی دوڑ: دورِ جدید میں میری محترم بہنوں نے عریانی کی دوڑ لگا رکھی ہے کہ کون زیادہ ننگی ہو کر دکھاتی ہے؟ مغرب کی صاحبزادیاں، شہزادیاں تو صرف یہاں تک پہنچ گئی ہیں، آدھی رانوں تک پہنچ گئی ہیں، اور ایک انگیا پہنی ہوتی ہے، باقی نیچے سے سب کچھ کھلا ہوا ہے۔ مغرب ہمیں تماشے دکھا رہا ہے، نیچے ایک جانگیہ پہنچا ہوا ہے، اور اوپر ایک انگیا پہنی ہوئی ہے، بس یہی کل کائنات ہے ان کے لباس کی۔ اور ہماری ہندی، پاکستانی اور مشرقی بہنیں اس دوڑ کو بہت پسند کر رہی ہیں، کہا یہ جا رہا ہے کہ ہم اس دوڑ میں اُن سے آگے نکل جائیں۔ تم نہیں آگے نکلو گے، تم جتنے بھی بے حیا بن جاؤ، مغرب جیسے بے حیا نہیں بن سکتے۔ مشرق 'مشرق ہے، مغرب 'مغرب ہے۔ تم بے حیائی کا ریکارڈ قائم نہیں کر سکتے، اس کے لیے بے ایمان ہونا شرط ہے۔ ہماری مشکل یہ ہے کہ سچا یا جھوٹا، اللہ اور اس کے رسول کا نام لیتے ہو۔ ابھی بھارت کی ایک لڑکی نے حسینہ عالم کا انتخاب لڑا، تم نہیں لڑ سکتیں۔ لیکن اس دوڑ میں آگے نکلنے کی کوشش تمہاری بھی ہے۔

کھیلوں کی دوڑ: کھیلوں کے میدان میں بھی آگے نکل رہے ہو، اور دوڑ رہے ہو اور اس پر فخر کر رہے ہو۔ مجھے یہ معلوم کر کے بہت خوشی ہو گی اگر تم یہ بتا سکو کہ قبر میں کھیلوں کی دوڑ تمہیں کیا کام دے گی؟ اور میدانِ حشر میں تمہارے نامہ اعمال میں اس نام کی کتنی قیمت پڑے گی؟ تو دوڑ لگ رہی ہے۔ بھئی! ڈاکوؤں کی بھی دوڑ لگ رہی ہے، کھیلوں میں بھی دوڑ لگ رہی ہے، فتنہ وفساد کی دوڑ لگ ہی ہے، عریانی اور فحاشی کی بھی، یہ ہمارے اخبار والے بھائی، اخبار بیچنے کے لیے دوڑ لگا رہے ہیں کہ لوگوں کی دلچسپی اور جاذبیت کی کون سے چیز ہو سکتی ہے؟ پوری دنیا ایک دوڑ کا میدان ہے۔

نیکیوں کی دوڑ: اور اللہ کے کچھ بندے ایسے بھی ہیں جو نیکیوں کی دوڑ لگا رہے ہیں۔ گو نیکیوں کا رنگ پھیکا ہوتا جا رہا ہے، نیکی کا ایک ظاہر ہے، ایک باطن، ایک اس کا طول وعرض ہے، ایک اس کا عمق یعنی گہرائی، یہ الگ بات ہے۔ لیکن بہر حال کچھ لوگ ہیں جو اب بھی نیکیوں کے میدان جیتنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ اگرچہ پہلوں کی نیکی کا رنگ ہمارے رنگ سے بہت مختلف تھا، ان کی نیکی میں گہرائی پائی جاتی تھی، جذبۂ عشق پایا جاتا ہے، جذبۂ محبت پایا جاتا تھا، یقین پایا جاتا تھا، ایمان کی روشنی اور اطمینان کی ٹھنڈک ان کی عبادتوں میں پائی جاتی تھی، جو ہمارے یہاں نہیں ہے۔ ہمارے ہاں ایمان کی روشنی پھیکی ہو گئی ہے۔

غرض یہ ہے کہ آج میدان ہے دوڑ کا، پوری دنیا میں آج دوڑ لگ رہی ہے۔ اور سباق یعنی مسابقت کا نتیجہ کل نکلے گا۔ ہر آدمی اپنا جائزہ لے اور سوچے کہ میں کس میدان میں دوڑ لگا رہا ہوں؟ اور میں نے کون سا کھیل کھلنے کے لیے میدان منتخب کیا ہے؟ اور قیامت کے دن بلکہ اس سے بھی پہلے برزخ میں، جس دوڑ میں مَیں مشغول ہوں، یہ میرے لیے رسوائی کی چیز ہو گی یا میری سرخروئی اور نیک نامی کا ذریعہ بنے گی؟

(جاری ہے)

☆☆☆☆☆

علاجِ کبر

شیخ العرب والعجم حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب نور اللہ مرقدہ

ہمارے یہاں نعمانی صاحب تھے مولانا شبلی کے بھتیجے۔ انتقال سے تین چار دن پہلے میرے پوتوں کو چھوٹے چھوٹے بچوں کو بلاتے تھے کہ یہاں آؤ، ہاتھ اٹھاؤ، میرے لیے دعا مانگو، یہ دعا مانگو کہ اللہ اس بڈھے کو معاف کر دے، بس یہی ایک جملہ ان کا تھا، بار بار کہتے تھے۔ ہر چھوٹے بچے سے دعا کراتے تھے کہ یہ دعا کرو کہ اللہ اس بڈھے کو معاف کر دے اور کلمہ پڑھتے ہوئے ماشاء اللہ چلے گئے۔ ان کے انتقال کے بعد لوگوں نے خواب میں ان کو سفید لباس میں دیکھا جو اچھی علامت ہے۔ کسی کے محتاج بھی نہ ہوئے۔ یہی دعا کرتے تھے کہ یا اللہ مجھے کسی کا محتاج نہ کیجیے۔

اب آخر میں ایک واقعہ سنا کر یہ مضمون ختم کرتا ہوں جو بہترین علاج کے کبر کا۔ اور یہ واقعہ میرے شیخ اول حضرت مولانا شاہ عبد الغنی صاحب پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ نے سنایا تھا۔ بات یہ ہے کہ بزرگ ایسے واقعات پیش کر دیتے ہیں جس سے اس دور کے لوگوں کی سمجھ میں بات جلدی آجاتی ہے۔

حضرت شاہ عبد الغنی صاحب پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ایک لڑکی کی شادی ہو رہی تھی، سارے محلہ کی سہیلیوں نے اسے سجایا۔ پہلے زمانہ میں رواج تھا کہ محلہ کی لڑکیاں آتی تھیں اور اپنی سہیلی کو سجاتی تھیں، کوئی ناک میں نتھ پہنا رہی ہے، کوئی کان میں ایرن (بُندے) پہنا رہی ہے، کوئی سر میں جھومر لگا رہی ہے، کوئی بالوں میں تیل لگا کر کنگھا کر رہی ہے، کوئی سرمہ لگا رہی ہے۔ اسے خوب سجا کر محلہ کی لڑکیوں نے کہا کہ بہن مبارک ہو، بہت اچھی لگ رہی ہو۔ تمہارے اندر تو بڑا حسن و جمال آگیا۔ یہ سن کر وہ لڑکی رونے لگی۔

سہیلیوں نے پوچھا کہ تم کیوں رو رہی ہو، تمہیں تو خوش ہونا چاہیے۔ کہا میں اس لیے رو رہی ہوں کہ تمہاری تعریف سے میرا بھلا نہیں ہو گا، جب شوہر دیکھ کر مجھ کو پسند کر لے، جس کے ساتھ زندگی گزارنا ہے وہ دیکھ کر کہہ دے کہ تم مجھے اچھی لگ رہی ہو تب مجھے خوشی ہو گی۔ ابھی تو پتہ نہیں کہ میں اسے پسند آؤں گی یا نہیں، تمہاری نظر میں اچھی لگنے سے میرا کوئی فائدہ نہیں۔ ایک دیہاتی محاورہ ہے۔ جھلنی تو تو گڑھایوں پیا اپنے مناں سے پیا من بھاوالا کہ نائیں۔ یہ ہندی زبان کا ایک محاورہ ہے یہ یہ زیور تو میں نے اپنی پسند سے بنایا لیکن نہ معلوم شوہر کو پسند آئے گا کہ نہیں۔

اس واقعہ کو بیان کر کے حضرت شاہ عبد الغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ رونے لگے کہ ایسے ہی دنیا بھر کے لوگ کسی انسان کی تعریف کریں کہ ارے حضرت آپ کا کیا کہنا، آپ کے چہرہ سے تو انوار ٹپک رہے ہیں اور آپ کی آنکھوں میں تو بجلی کی دکان ہے جس کو آپ دیکھ لیتے ہیں اللہ والا ہو جاتا ہے اور میں نے خواب میں آپ کو دیکھا کہ آپ آسمان پر اُڑ رہے تھے اور آپ تقریر کرتے ہیں تو کیا کہنا کہ بجلی گراتے ہیں۔ ہر طرف تعریفیں سن سن کر آدمی پھُول جاتا ہے۔

مولانا رومیؒ فرماتے ہیں کہ گدھا موٹا ہوتا ہے بھوسہ سے اور آدمی کان کے راستے موٹا ہوتا ہے۔ کان کے راستے اس کی تعریف آئے تو وہ موٹا ہو جائے گا چاہے اس کو فاقہ ہو رہا ہو۔ ایسے لیڈر میں نے دیکھے کہ چپل پھٹی ہوئی، بالکل غریب! لیکن الیکشن میں جیت گئے، ہر طرف سے تعریف ملی کچھ دنوں میں خوب موٹے ہو گئے۔ مولانا رومیؒ فرماتے ہیں:

جانور فربہ شود از نائو نوش

جانور تو موٹا ہوتا ہے بھوسہ کھا کر۔ اور

آدمی فربہ شود از راہِ گوش

آدمی کا نفس کانوں سے اپنی تعریف سن سن کر پھُول جاتا ہے۔

لہٰذا حضرت شاہ عبد الغنی صاحبؒ یہ واقعہ سنا کر رونے لگے اور آنکھوں میں آنسو بھر کر فرمایا کہ ساری دنیا تعریف کرے لیکن سوچو کہ قیامت کے دن مخلوق کی یہ تعریف کام آئے گی یا اللہ کی نظر کام دے گی؟

جب قیامت کے دن اللہ کی نظر میں ہماری نماز، ہمارے سجدے، ہمارے وعظ، ہماری پیری مریدی، ہمارے حج، ہمارے عمرے، ہماری نیکیاں پسند آجائیں اور اللہ تعالیٰ فرماویں کہ ہم نے قبول کیا تب خوش ہونا۔ ابھی کیا پتہ کہ ان کی نظر میں ہم کیسے ہیں کیا کوئی خبر آئی ہے؟

عشرۂ مبشرہ اور صحابہ کرام جن کو اللہ تعالیٰ نے فرمایا رَضِیَ اللّٰہُ عَنۡھُمۡ وَرَضُوۡا عَنۡہُ کہ میں ان سے راضی ہوں وہ مستثنیٰ ہیں مگر ہم لوگوں پر تو کوئی آیت نازل نہیں ہوئی۔ لہٰذا ڈرتے رہئے اپنی قیمت خود نہ لگائیے۔ وہ غلام نہایت بے وقوف ہے جو اپنی قیمت خود لگالے، بھائی غلام کی قیمت مالک لگاتا ہے یا وہ خود لگاتا ہے؟ غلام کی قیمت تو مالک لگاتا ہے بس جب قیامت کے دن مالک تعالیٰ شانہ ہماری قیمت لگا دیں اور فرما دیں کہ میں تم سے راضی ہوں پھر جتنا چاہو اُچھلو کُودو۔

بڑے پیر صاحب شاہ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ جب ایمان کو سلامتی سے قبر میں لے جاؤں گا اور اللہ تعالیٰ فرماوے گا کہ میں تم سے خوش ہوں تب میں وہاں خوب خوشی مناؤں گا۔ ابھی تو روتے ہی رہو، اللہ سے ڈرتے رہو اور عمل بھی کرتے رہو۔ لیکن اتنا خوف بھی نہ ہو کہ ناامید ہو کر عمل سے چھُوٹ جائے۔ خوف بس اتنا ہی

مطلوب ہے کہ آدمی گناہوں سے بچ جائے،خوف اور امید کے درمیان میں ایمان ہے۔میرے شیخ فرمایا کرتے تھے کہ کرتے رہو اور ڈرتے رہو۔

دیکھئے جب یہ آیت نازل ہوئی:

وَالَّذِیۡنَ یُؤۡتُوۡنَ مَاۤ اٰتَوۡا وَّقُلُوۡبُهُمۡ وَجِلَةٌ

وہ لوگ دیتے ہیں جو کچھ دیتے ہیں۔یہاں اسم موصول "ما" بلاغت کے لیے ہے،اسم موصول میں ابہام ہوتا ہے جس سے بلاغت مقصود ہوتی ہے۔یعنی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم 'اللہ کے راستے میں خوب خرچ کرتے ہیں لیکن اس سے ان کے دل میں اکڑ نہیں آتی بلکہ ڈرتے رہتے ہیں۔تو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہانے پوچھا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس آیت کی کیا تفسیر ہے؟یعنی خوب خرچ کرتے ہیں،زکوٰۃ ادا کرتے ہیں،اللہ کے راستے میں ،جہاد میں مال دیتے ہیں پھر کیوں ڈرتے ہیں؟اَهُوَالرَّجُلُ يَسۡرِقُ وَيَزۡنِيۡ وَيَشۡرَبُ الۡخَمۡرَ۔کیا چوری کرتے ہیں،زنا کرتے ہیں اور شراب پیتے ہیں؟آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا نہیں ایسا نہیں ہے۔وَلٰكِنَّهُ الرَّجُلُ يَصُوۡمُ وَيَتَصَدَّقُ وَيُصَلِّيۡ یہ روزہ رکھتے ہیں،صدقہ کرتے ہیں،نماز پڑھتے ہیں لیکن اس کے باوجود اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہیں کہ اَنۡ لَا يَتَقَبَّلُ مِنۡهُ معلوم نہیں قبول بھی ہے یا نہیں۔

[تفسیر کبیر ص ۱۰۸،ج ۱۲۔رُوح المعانی پ۱۸ ص ۴۴]

دیکھئے نص قرآنی سے علاج ہورہا ہے،اللہ تعالیٰ علاج فرمارہے ہیں۔قیامت تک کے لیے یہ سبق مل گیا کہ عمل کرنے کے بعد دل میں ڈر آنا چاہیے کہ معلوم نہیں قبول ہے یا نہیں۔

اور اگر تسبیحات سے،تہجد سے،چلّے لگانے سے پیٹ میں اور بھی تکبر کے پلّے پیدا ہو جائیں تو بتاؤ کہ چلّے قبول ہوں گے؟رائے ونڈ میں اکابر تبلیغ سے یہ بات بھی سنی کہ جس عمل کے بعد اکڑ آجائے تو سمجھ لو کہ قبول نہیں ہوا۔حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام سے بڑھ کر کس کا اخلاص ہو سکتا ہے کہ اللہ کا گھر بنایا۔لیکن کعبہ بنانے کے بعد اکڑ نہیں آئی کہ ہم نے اللہ کا گھر بنایا ہے،اپنے اخلاص پر ناز نہیں کیا کہ اب تو قبول کرنا ہی پڑے گا۔بلکہ گڑگڑا رہے ہیں،رَبَّنَا تَقَبَّلۡ مِنَّا اِنَّكَ اَنۡتَ السَّمِيۡعُ الۡعَلِيۡمُ۔کہ "اے خدا!ازراہِ کرم قبول فرمالیجیے"۔

علامہ آلوسی السید محمود بغدادی اس کی تفسیر میں فرماتے ہیں وفی اختیار صیغة التفعل اعتراف بالقصور(روح المعانی ص ۳۸۴،ج ۱)تقبل'بابِ تفعل سے ہے اور تفعل میں خاصیت تکلف کی ہے پس تقبل کہنے میں اپنے عجز و قصور کا اعتراف ہے اس کا مطلب یہ ہوا کہ اے خدا!ہماری تعمیر اس قابل نہیں ہے کہ آپ قبول فرماویں لیکن آپ بہ تکلف قبول فرما لیجیے،ہمیں حق نہیں پہنچتا۔آپ ازراہِ کرم ازراہِ رحمت قبول فرمالیجیے۔اِنَّكَ اَنۡتَ السَّمِيۡعُ الۡعَلِيۡمُ یعنی سَمِيۡعٌ بِدَعَوَاتِنَا وَعَلِيۡمٌ بِنِيَاتِنَا۔"آپ ہماری دعا کو سن رہے ہیں اور ہماری نیت سے باخبر ہیں (کہ ہم نے آپ ہی کے لیے یہ تعمیر کی ہے)"۔

دونوں نبیوں کی یہ دعا قیامت تک کے لیے ہماری واسطے ہدایت ہے۔دونوں پیغمبروں کا یہ عمل اللہ نے قرآن میں نازل کر کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کو آگاہ فرمادیا کہ جب کبھی نیک عمل کی توفیق ہو جائے،چاہے حج کی توفیق ہو،عمرہ کی توفیق ہو،تلاوت کی توفیق ہو،تہجد کی توفیق ہو،روزوں کی توفیق ہو،جس نیک عمل کی بھی توفیق ہو جائے تو اکڑ و مت،نازنہ آئے کہ اوہ!میں نے آج اتنا کرلیا۔آج میں نے اتنی تلاوت کرلی،آج میں نے اتنے نوافل پڑھ لیے۔آج میں اللہ کا مقرب ہو گیا۔باقی تو غافل اور نافرمان ہیں اور اگر کچھ عبادت گزار ہیں بھی تو ایسے کہاں جیسا میں ہوں۔بس جہاں یہ "میں" آئی تو سمجھ لو کہ وہ بکری ہو گیا۔وہ بھی مَیں مَیں کرتی ہے۔یہ "میں" ہی تو انسان کو تباہ کردیتی ہے۔

لٰہذا یہ آیت تکبر و عجب کا علاج ہے کوئی نیک عمل ہو جائے تو اکڑو مت بلکہ رَبَّنَا تَقَبَّلۡ مِنَّا کہو۔جو شخص کہہ دے گا رَبَّنَا تَقَبَّلۡ مِنَّا اِنَّكَ اَنۡتَ السَّمِيۡعُ الۡعَلِيۡمُ کبر سے پاک ہو جائے گا۔جب اللہ سے گڑگڑا رہا ہے تو اب اس میں تکبر کہاں رہا؟جس میں بڑائی ہوتی ہے وہ کہاں گڑگڑانا جانتا ہے۔وہ تو اکڑنا جانتا ہے،اِدھر اُدھر کی ڈینگیں ہانکتا ہے لوگوں سے کہتا پھرتا ہے کہ آج توماشاء اللہ بہت سویرے آنکھ کھل گئی۔نوافل کے بعد رونے کی توفیق ہوئی۔میری آنکھیں نہیں دیکھتے ہو کیسی لال لال سی ہو رہی ہیں۔

حضرت حکیم الامتؒ فرماتے ہیں کہ ایک ڈبل حاجی کے پاس ایک آدمی مہمان ہوا۔اس حاجی نے دوحج کیے تھے۔اس نے اپنے نوکر سے کہا کہ ارے فلانے!میرے مہمان کو اس صراحی سے پانی پلاؤ جو میں نے دوسرے حج میں مدینہ شریف سے خریدی تھی۔حضرت فرماتے ہیں کہ اس ظالم نے ایک جملہ میں دونوں حج ضائع کردیے۔ہزاروں روپیہ خرچ آیا،آنے جانے کی محنتیں،طواف اور سعی،منیٰ اور عرفات کا ثواب،سب ضائع ہو گئے کیونکہ اپنے عمل کا اظہار کردیا۔

بس اب دعا کیجیے کہ اللہ تعالیٰ عجب و کبر سے،ریا سے اور جملہ رذائل سے ہمارے قلوب کو پاک فرمادے۔اور اپنی مرضیات پر عمل کی توفیق عطا فرمائے۔

اللھم وفقنا لما تحب وترضیٰ ربنا تقبل منا انک انت سمیع العلیم وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقه محمد وآله وصحبه اجمعین برحمتک یا ارحم الراحمین

☆☆☆☆☆

شہید عالمِ ربّانی استاد احمد فاروق رحمہ اللہ

الحمد لله رب العالمين والصلوٰة والسلام على سيد الانبياء والمرسلين محمد وعلى آله وصحبه وذريته اجمعين، اما بعد:

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ فرماتے ہیں:۔

أنا عند ظن عبدي بي وانا معه اذا دعاني

”میں اپنے بندے کے گمان کے مطابق اس کے ساتھ معاملہ کرتا ہوں اور میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں جب وہ مجھ سے دُعا کرتا ہے یا جب وہ مجھے پکارتا ہے“۔

تو ایک طویل حدیث کا ٹکڑا ہے جو مسند احمد میں اور دیگر کُتبِ احادیث میں مروی ہے۔ اس کے پہلے حصے پہ پہلے بات ہو چکی، دوسرے حصے پہ ہی توجہ دیں گے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اللہ فرماتے ہیں کہ:۔

وانا معه اذا دعاني

”میں اپنے بندے کے ساتھ ہوتا ہوں جب وہ مجھ سے دُعا کرتا ہے یا وہ مجھے پکارتا ہے“۔

تو پیارے بھائیو! اس میں اللہ کی معیّت پانے کا، اللہ کی محبت پانے کا، اللہ کا قُرب پانے کا ایک اہم ذریعہ بتایا گیا یعنی اللہ سے دُعا کرنا۔

اور جیسا کہ دیگر روایات میں آتا ہے کہ دُعا کو ”مُخّ العبادة“ کہا گیا ہے عبادت کا مغز کہا گیا۔ اور انسان اگر ان عبادات پہ غور کرے جو اللہ تعالیٰ نے ہم پہ فرض کی ہیں تو اُس کو یہ محسوس ہو گا کہ واقعتاً یہ مغز ہے تمام عبادات کا۔ اور نماز کی مثال لیں تو نماز کی ابتدا میں انسان سورۃ الفاتحہ پڑھتا ہے جو پوری دُعا ہے، جو تلاوت اُس کے بعد کرتا ہے تو قرآن میں جا بجا ایسی آیات آتی ہیں کہ جو بالاصل دُعائیں ہیں، رَبَّنَا ظَلَمْنَآ اَنْفُسَنَا پڑھتا ہے، رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَإِسْرَافَنَا پڑھتا ہے، رَبِّ زِدْنِيْ عِلْمًا پڑھتا ہے، رَبِّ لَا تَذَرْنِیْ فَرْدًا وَّاَنْتَ خَيْرُ الْوَارِثِيْنَ پڑھتا ہے...

اسی پر قیاس کرتے جائیں، بہت سی دعائیں ہیں جو قرآن میں ذکر ہوتی ہیں۔ اور لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ سُبْحَانَكَ إِنِّي كُنْتُ مِنَ الظَّالِمِينَ پڑھتا ہے۔ یہ دعائیں خود تلاوت کے اندر آتی ہیں۔ اسی طرح وہ رکوع میں جاتا ہے، سجدے میں جاتا ہے، قومہ میں بیٹھتا ہے تو نماز کے ہر ہر عمل کے لیے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم دعائیں سکھلائی ہیں۔ اور بالخصوص نوافل میں اُن دعاؤں کا اہتمام بھی ہونا چاہیے۔ اُن دعاؤں کو یاد بھی کرنے کی کوشش بھی ہونی چاہیے تاکہ وہ نوافل میں اور جو سُنّتیں ہیں اُن کے اندر ادا کی جا سکیں۔ اسی طرح جو نماز کا اختتام ہوتا ہے وہ بھی دُعاؤں کے اوپر ہی اختتام ہوتا ہے پھر نماز کے بعد پھر دُعاؤں کی قبولیت کا وقت حدیث کے مطابق ہے فرض نمازوں کے فوراً بعد۔

اسی طرح آپ حج کے مناسک اُٹھا کر دیکھ لیں تو وہ بھی قدم قدم پہ دُعاؤں سے بھرے ہوئے ہیں، اللہ کو پکارنے سے بھرے ہوئے ہیں۔ صبح و شام کے اذکار دیکھیں تو اُس میں بھی مُجرّب ذکر و تسبیح و تحمید سے زیادہ جو ہے وہ آپ کو دُعائیں نظر آتی ہیں۔ تو یہ دُعا جو ہے یہ اللہ سے مانگنے کا جو تعلق ہے یہ پوری عبادات کا مرکز یا اُس کا مغز یا اُس کا محور محسوس ہوتا ہے۔ اور اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ پھر قرآن میں ہمیں حکم دیتے ہیں کہ:

ادْعُونِي أَسْتَجِبْ لَكُمْ (سورہ غافر: ۶۰)

”مانگو مجھ سے میں جواب دوں گا یا میں تمہاری حاجت کو پورا کروں گا تمہاری دُعاؤں کو سُنوں گا قبول کروں گا“۔

إِنَّ الَّذِينَ يَسْتَكْبِرُونَ عَنْ عِبَادَتِي سَيَدْخُلُونَ جَهَنَّمَ دَاخِرِينَ (سورہ غافر: ۶۰)

”یقیناً وہ لوگ کہ جو میری عبادت سے تکبّر کی بنا پہ، کبر کی بنا پہ، اکڑ کر مُنہ پھیرتے ہیں اُن کو جہنم میں ذلیل کر کے داخل کیا جائے گا“۔

تو یہاں بھی علما نے لکھا کہ دُعا کا پہلے حکم دیا گیا اور پھر کہا گیا کہ جو میری عبادت سے مُنہ پھیرتے ہیں اُن کا یہ انجام ہو گا۔ گویا دُعا ہی عبادت ہوئی یا عبادت کا اگر کوئی اور ہم معنی لفظ موجود ہے تو وہ دُعا موجود ہے۔ تو اس چیز کی اہمیت اس آیت سے بھی واضح ہوتی ہے اسی طرح دیگر احادیث ہیں کہ اس کی طرف ہمیں توجہ دلاتی ہیں دُعا کی اہمیت کی طرف اور ہمیں اس کا حکم دیتی ہیں کہ اپنی دُعاؤں کو اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کے لیے خالص کیا جائے۔

تو پیارے بھائیو! یہ جس طرح پہلے بھی گزشتہ نشستوں میں بھی ذکر آیا کہ ہمارا جو اللہ کے ساتھ تعلق ہے اُس کا ایک اساسی پہلو یہ ہے کہ:

أَنْتُمُ الْفُقَرَاءُ إِلَى اللهِ (الفاطر: ۱۵)

”تم اللہ کے سامنے فقیر ہو“۔

تو فقیر کو یہی زیب دیتا ہے کہ وہ بادشاہ کے سامنے، مالک کے سامنے ہاتھ پھیلاتا ہو، سوال کرتا ہو اور اُس کا سوال نہ کرنا اُس کے اوپر اُس کی گرفت ہوتی ہے۔ تو فقیر کو ہر دم اپنے فقر کا احساس ہو اور اُس کو پتہ ہو کہ وہ دین کے معاملات میں ہدایت کا طالب ہے، ہر قدم پہ ہر لمحے پہ انسان کے سامنے چھوٹی چھوٹی سطح پہ، وہ گھر میں ہو تو اس کو اپنے بچوں سے، اپنے گھر والوں سے، اپنے گھر میں موجود سامان سے تعامل کرتے ہوئے دو میں سے کوئی نہ کوئی ایک رستہ ہر قدم پہ ہر لمحے پہ تقریباً اختیار کرنا پڑ رہا ہوتا ہے۔

اُس میں ہر لمحے پہ اُس کو اللہ کی طرف سے یہ توفیق اور ہدایت درکار ہوتی ہے کہ اللہ اُس سے دُرست بات کہلوائیں درست رویہ اُس سے ظاہر ہو اور وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سُنتوں پر عمل کر رہا ہو تو پوری اس گھر کی زندگی سے لے کے اپنی اجتماعی زندگی تک، اپنے اموال کے استعمال تک، ہر جگہ وہ اس کا محتاج ہوتا ہے کہ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ اُس کی رہنمائی فرما رہے ہوں اور پھر اس سے بڑھ کے کسی پہ اجتماعی اُمور کی ذمہ داریاں پڑ جائیں تو وہ تو قدم قدم پہ، سانس سانس پہ اس کا محتاج ہو گیا۔

اسی طرح انسان دُنیاوی ضرورتوں کے لیے محتاج ہے اُس کی سانسیں جاری ہیں تو اللہ کے اذن سے جاری ہیں اللہ کے حکم سے جاری ہیں، اس کا رزق جاری ہے تو وہ اللہ کے اذن سے اُس کو ملتا ہے۔ تو ہر چیز کے لیے اپنے رب کی طرف رجوع کرنا اور اس فقر کا احساس رہنا کہ ہم کہ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کے محتاج ہیں خود اپنی طاقت کے بل پہ نہیں کر سکتے۔

اس فقر سے پھر دُعا کا اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کے ساتھ یہ جو تعلق ہے یہ پھوٹتا ہے۔ تو اس دُعا کو کرنا بھی ہے پیارے بھائیو! اور کرنے کے ساتھ ساتھ جو اس کے آداب ہیں اُن کا بھی خیال رکھنا ہے۔ اہلِ علم نے اس کے اوپر تفصیل سے بات کی ہے اور احادیث کے اندر مختلف آداب ہوئے مثلاً یہ ادب کہ انسان اس یقین کے ساتھ دُعا کرے کہ قبول ہونی ہے۔ غالباً حضرت عمرؓ کا فرمان ہے کہ:

ادعوالله وانتم موقنون بالاجابة

''دُعا کرو اس حال میں اللہ سے کہ تمہیں یقین ہو کہ وہ دعا قبول ہونی ہے''۔

اور اسی طرح حدیث میں اس طرح آتا ہے کہ:

ان الله لا يقبل دعا من قلب غافل لاهي

''اللہ تعالیٰ غفلت میں پڑے ہوئے، کھیل کُود میں پڑے ہوئے دل کی دُعا نہیں قبول کرتے''۔

اُس دل کی دُعا قبول کرتے ہیں کہ:

يَدْعُوْنَنَا رَغَبًا وَّ رَهَبًا (الانبیاء:۹۰)

''وہ لوگ کہ جو ہمیں پُکارتے ہیں رغبت کی حالت میں اور ڈرتے ڈرتے''۔

تو اللہ کی طرف رغبت میں اور اللہ کے عذاب کے خوف سے ڈرتے ڈرتے، اللہ کی پکڑ کے خوف سے ڈرتے ڈرتے جو دُعا کی جائے تو اِس اللہ کے سامنے جُھکے ہوئے دل کی دعا، اللہ سبحانہ وتعالیٰ قبول فرماتے ہیں۔ تو اس سمیت اور بہت سے آداب ہیں۔ یہ کہ جو قبولیت کے اوقات ہیں انسان اس کا خیال کرے اور یہ کہ انسان پاکیزگی کی حالت میں اللہ کی طرف متوجہ ہو تو جتنے زیادہ اسباب کو انسان ساتھ لے گا اُتنا زیادہ دعاؤں کی قبولیت ہو گی اُتنا زیادہ اس عبادت کا حق ادا ہو گا۔

مقصود یہ بات ہے کہ ہم یہ سمجھیں کہ جہاں سے بات شروع ہوئی تھی کہ یہ اللہ کی معیّت پانے کا، اللہ کی محبت پانے کا، اللہ کی قُربت پانے کا ایک اساسی وسیلہ ہے اور اس کو ایک عبادت کے طور پہ سمجھا جائے۔ ایک جُزوی اور ایک فالتو کام نہ سمجھا جائے۔ بلکہ اس کو ایک عبادت کے طور پہ سمجھا جائے۔ متوجہ ہو کے اللہ کی طرف بیٹھا جائے اور اللہ سے سوال کیا جائے نمازوں کے بعد اور قبولیت کے اوقات میں بالخصوص اور اُس کے علاوہ بھی جہاں ہاتھ اُٹھانے کا موقع نہ ہو تو انسان چلتے چلتے اپنے کاموں کے دوران اللہ سے سوال کر سکتا ہے صرف زبان ہلانے کی دیر ہوتی ہے اور اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ اپنی رحمت کے دروازے کھولتے ہیں تو اللہ تعالیٰ جس طرح قرآن میں فرماتے ہیں کہ:

وَإِذَا سَأَلَكَ عِبَادِي عَنِّي فَإِنِّي قَرِيبٌ (البقرۃ:۱۸۶)

''کہ میرے اگر آپ سے میرے بارے میں سوال کریں تو یقیناً میں قریب ہوں''۔

مفسّرین لکھتے ہیں کہ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ ایسے نہیں فرمایا کہ جب میرے بندے آپ سے میرے بارے میں سوال کریں تو آپ اُن سے کہہ دیجیے کہ میں قریب ہوں بلکہ فرمایا کہ اپنی محبت و قربت کا احساس دلانے کے لیے خود براہِ راست مخاطب ہو گئے۔

فَإِنِّي قَرِيبٌ (البقرۃ:۱۸۶)

''میں یقیناً اُن کے قریب ہوں''۔

أُجِيبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا دَعَانِ (البقرۃ:۱۸۶)

''اور میں دُعا کرنے والے کی دُعا کو قبول کرتا ہوں جب وہ مجھے پکارتا ہے''۔

اس یقین کے ساتھ، اللہ کی اسی قربت و معیت کے احساس کے ساتھ اللہ کو پکارا جائے اس یقین کے ساتھ پکارا جائے کہ وہ اپنے بندے کے ساتھ یہ معاملہ کرتا ہے، جس طرح حدیث میں آتا ہے کہ:

''خالی ہاتھ لوٹاتے ہوئے اللہ حیا کھاتا ہے''۔

اللہ کو نہیں پسند کہ دو ہاتھ اُس کے سامنے اُٹھیں اور اللہ اُن کو یونہی لوٹا دے۔ اگر وہ شرائط پوری ہوتی ہوں کہ جو دُعا کی قبولیت کے لیے ضروری ہیں۔ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ یہ عبادت سمجھنے اور اس کا حق ادا کرنے کی اور اس کا اہتمام کرنے کی ہمیں توفیق نصیب فرمائے۔

سبحنک اللھم وبحمدک نشھدان لاالہ الاانت نستغفرک ونتوب الیک

☆☆☆☆☆

امارت اسلامیہ کسی بھی معاملے میں دو رخی سیاست پر یقین نہیں رکھتی

عید الفطر کی مناسبت سے عالی قدر امیر المؤمنین شیخ الحدیث ہبۃ اللہ اخندزادہ حفظہ اللہ کا پیغام

بسم الله الرحمن الرحيم

إن الحمد لله نحمده ونستعينه ونستغفره ونعوذ بالله من شرور أنفسنا ومن سيئات أعمالنا من يهده الله فلا مضل له ومن يضلل فلا هادي له وأشهد أن لا إله إلا الله وحده لا شريك له وأشهد أن محمدا عبده ورسوله

یقول اللہ عزوجل فی محکم کتابہ: وَاذْكُرُوا إِذْ أَنتُمْ قَلِيلٌ مُّسْتَضْعَفُونَ فِي الْأَرْضِ تَخَافُونَ أَن يَتَخَطَّفَكُمُ النَّاسُ فَآوَاكُمْ وَأَيَّدَكُم بِنَصْرِهِ وَرَزَقَكُم مِّنَ الطَّيِّبَاتِ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ (الانفال:۲۶)

افغان مؤمن عوام، سرفروش مجاہدو اور اہلِ اسلام!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

عید سعید الفطر کے آمد کے موقع پر آپ حضرات کو مبارک باد پیش کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ آپ کے روزے، تراویح اور عبادات قبول فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ تمام شہدا کی شہادت قبول کریں۔ اللہ تعالیٰ مجاہدین کو ان کے جہاد اور تکالیف کا اجر عطا فرمائیں۔ زخمیوں کو فی الفور شفا اور قیدیوں کے لیے نجات اور آزادی کے اسباب مہیا کریں۔ اللہ تعالیٰ کی دربار سے شہداء کے والدین، بیواؤں، بھائیوں، بہنوں اور اولاد کے لیے صبر جمیل، باعزت زندگی اور مقدس آرزوؤں کی تکمیل کی دعا کرتا ہوں۔

اے مجاہد عوام!

اس موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ملک کی حالیہ جہادی اور سیاسی صورت حال سے متعلق آپ سے اپنے خیالات کا اظہار کروں گا۔ اللہ تعالیٰ کی نصرت اور مؤمن عوام کی حمایت سے آپ حضرات کو اطمینان دلاتا ہوں کہ استعمار کے خلاف آپ کا برحق جہاد اور مزاحمت عنقریب کامیابی کی منزل تک پہنچنے والا ہے۔ ان شاءاللہ۔ غیر ملکی استعمار اپنی عسکری اور ٹیکنالوجی قوت پر جتنا بھی مغرور ہے اور اس نے افغانوں کے خلاف وحشت بھرا موقف اپنا رکھا ہے، وہ اس کے باوجود آپ کے مقدس جہاد کی وجہ شکست خوردہ ہے۔ آپ کی جہادی قربانیوں کی بدولت 'امارت اسلامیہ نے عسکری اور سیاسی اقدامات میں قابلِ قدر کامیابیاں حاصل کی ہیں۔ امارتِ اسلامیہ کی فاتحانہ جہادی کارروائیوں اور سیاسی میدان میں امریکہ کے ساتھ مذاکرات کا مقصد و ہدف یہی ہے کہ افغانستان سے جارحیت کا خاتمہ اور اسلامی نظام کا قیام ہے۔

امارت اسلامیہ کی عسکری اور سیاسی سرگرمیاں اس طور پر انجام دی جارہی ہیں کہ دونوں میدان ایک دوسرے کے لیے معاون و مددگار ہیں۔ بیرونی غاصب اور اس کے افغان حواری جنگ کے تمام قوانین اور اخلاقی اقدار کا لحاظ کیے بغیر انتہائی وحشت سے دیہاتوں، بازاروں، مساجد، مراکزِ صحت، مدارس اور دیگر مقامات پر اندھی بمباریاں اور مظالم ڈھارہے ہیں۔ اس کی انسانی تاریخ میں مثال نہیں ملتی۔ وہ عام شہریوں کو شہید کررہے ہیں۔ اُنہیں گھر بار چھوڑنے پر مجبور کیا جارہا ہے۔ رات کی تاریکی میں عوام کی چادر اور چاردیواری کا تقدس پامال کیا جاتا ہے۔ گھروں کے دروازے توڑ دیے جاتے ہیں۔ خواتین اور بچوں کو وحشیانہ انداز میں گہری نیند سے جگا کر ذہنی ٹارچر کیا جاتا ہے۔ عوام کی عزت کی پروا نہیں کی جاتی۔ دشمن فوج مردوں کو ان کی بیویوں، بہنوں اور ماؤں کے سامنے بے رحمی سے شہید کررہی ہے۔ جیلوں میں ہزاروں افغانوں پر تشدد کیا جارہا ہے۔ کابل انتظامیہ کی وحشی جیلوں سے شدید اور سخت شرائط کی وجہ سے مظلوم قیدیوں کی شہادت کی اطلاعات موصول ہورہی ہیں۔ حتی کہ حالیہ دنوں جیلوں میں غیر مسلح اور ہاتھ پاؤں بندے ہوئے قیدیوں پر گولیوں کی بوچھاڑ کردی گئی۔ مظلوم قیدیوں پر فائرنگ کرنا جنگی جرم ہونے کے ساتھ بزدلی اور نامردی کی گھناؤنی مثال ہے۔ بے شک یہ جرائم استعمار اور اس کے حواریوں کی پیشانی پر سیاہ دھبہ ہیں۔ اس نے موجودہ زمانے میں ماضی کے تمام تاریخی مظالم کا ریکارڈ توڑ دیا ہے۔

اے قابل قدر ہم وطنو اور تجزیہ نگارو!

امارت اسلامیہ اپنے اصولی موقف اور پرامن پالیسی کی رو سے ایسی ناگزیر حیثیت کی حامل بن چکی ہے کہ وہ ہمسائیہ اور علاقائی ممالک کو ایک نکتے پر جمع کرسکتی ہے۔ ماسکو میں افغانستان کے ہمسائیہ ممالک سمیت ۱۲ ممالک کی پہلی کانفرنس، امارت اسلامیہ کے سیاسی نمائندوں سے دنیا کے رابطے، اعلیٰ سیاسی حکام کی سرکاری ملاقاتیں اور بین الافغانی افہام و تفہیم کی تقریبات اور رابطے اس بات کا واضح ثبوت ہیں۔ کابل انتظامیہ اپنا اثر ورسوخ استعمال کرنے کی کوشش کررہی ہے کہ امارت اسلامیہ اور افغان سیاست دانوں کے مابین باہم افہام و تفہیم میں رکاوٹ کھڑی کرے۔

دوسری طرف امارت اسلامیہ 'افغان انتظامیہ کی بے فائدہ کاوشوں اور بین الافغانی افہام و تفہیم کے خلاف سیاسی مزاحمت کو قابلِ توجہ نہیں سمجھتی۔ اب وقت آپہنچا ہے کہ تمام اہل

وطن ایک ہی آواز میں جارحیت کے خاتمے، اسلامی نظام کے قیام اور ملی اتحاد کی صدا بلند کریں۔ امارت اسلامیہ کی جدوجہد کا مقصد محض اقتدار کا حصول نہیں ہے۔ ہمیں یقین ہے تمام افغان ملت حقیقی طور پر امارت اسلامیہ کے نافذ کیے جانے والے اسلامی نظام میں شامل ہو گی۔ امارت اسلامیہ اپنے اقتدار کے دوران موجودہ ملکی اداروں میں موجود ناگزیر اصلاحات کی ضرورت کے حوالے اسلامی اصولوں کی روشنی میں اقدامات بروئے کار لائے گی۔

بیرونی سیاست کے متعلق:

امارت اسلامیہ اپنے موقف کے مطابق افغانستان کو ایک ایسا پُرامن خطہ بنائے گی، جو کسی بھی طرح سے بیرونی دخل اندازی سے پاک ہو گا۔ ہمارا موقف یہ ہے کہ کوئی افغانستان کی خودمختاری کو نقصان نہ پہنچائے۔ یہ امارت اسلامیہ کی ذمہ داری ہے کہ افغانستان سے کسی کو کوئی نقصان نہ پہنچے۔ امارت اسلامیہ دنیا اور خاص کر خطے کے ممالک سے مثبت تعلقات پر یقین رکھتی ہے۔

امارت اسلامیہ ہمسائیہ ممالک کے ساتھ برابری کے اصولوں کی پابند ہے۔ جب کہ امریکہ اور کابل میں امریکہ کی مسلط کردہ انتظامیہ افغانستان میں جنگ جاری رکھنے، قومی، علاقائی اور سیاسی تعصبات ابھارنے کی کوشش کر رہی ہے، تاکہ افغانستان کو خطے اور پڑوسیوں کے خلاف ایک محاذ میدان کے طور پر استعمال کیا جا سکے۔ افغان انتظامیہ فتنہ باز گروہوں کو پیدا کر کے انہیں مضبوط کر رہی ہے۔ دوسری طرف فتنہ باز گروپ مجاہدین کے ہاتھوں شکست سے دوچار ہیں۔ مغرور امریکی جنرلز اور ان کے افغان حواری افغان عوام کی جہادی یلغار کے سامنے سرنگوں ہیں۔

قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَبِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوا هُوَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُونَ (یونس: ۵۸)

”آپ کہہ دیجئے کہ بس لوگوں کو اللہ کے اس انعام اور رحمت پر خوش ہونا چاہیے۔ وہ اس سے بدرجہا بہتر ہے جس کو وہ جمع کر رہے ہیں“۔

امارت اسلامیہ اللہ تعالیٰ کی نصرت اور اپنے مؤمن عوام کی حمایت سے فتنہ بازوں کو ایسا موقع فراہم نہیں کرے گی کہ وہ افغان عوام کو مزید تکلیف پہنچا سکیں یا افغانستان کو فتنے کا مرکز بنا کر دوسروں کو دھمکا سکیں۔

مذاکرات کے متعلق:

امارت اسلامیہ اپنے پُرامن موقف کی بنیاد پر امریکہ کو دعوت دیتی ہے کہ عقل مندی اور افہام و تفہیم کا راستہ اپنایا جائے۔ مذاکراتی سلسلے میں مخلصانہ طور پر سرگرمی دکھائی جائے۔ اس حوالے سے امارت اسلامیہ جس معقول لائحہ عمل کو پیش کر رہی ہے، اسے تسلیم کیا جائے۔ امارت اسلامیہ ایک ایسا خودمختار اور خوشیاں فراہم کرنے والا نظام نافذ کرنے والی ہے، جس میں افغانستان کی تمام اقوام شامل ہوں گی۔ امارت اسلامیہ نے اس ہدف تک پہنچنے کے لیے مسلح جہاد کے ساتھ افہام و تفہیم اور مذاکرات کے دوازے بھی کھول رکھے ہیں۔ امارت اسلامیہ امریکہ کے ساتھ سیاسی دفتر کے راستے سے بذریعہ مذاکرات افہام و تفہیم کا سلسلہ جاری رکھے ہوئے ہے۔ اللہ تعالیٰ سے التجا ہے کہ وہ اس معاملے میں اہل وطن کو بہترین نتائج عطا فرمائے۔

امارت اسلامیہ اپنے دوستوں اور دشمنوں کے سامنے یہ واضح کر رہی ہے کہ امارت اسلامیہ کسی بھی معاملے میں دورخی سیاست پر یقین نہیں رکھتی۔ مذاکرات کے بہانے وقت ضائع کرنے، پسِ پردہ سازشیں اور منافقانہ رویے 'امارت اسلامیہ کی پالیسی نہیں ہیں۔ مزید یہ کہ امارت اسلامیہ اس منافقانہ سیاست کو کامیابی کی راہ میں رکاوٹ سمجھتی ہے۔ کسی بھی ملک، ادارے اور فرد کو اپنے وہم و گمان میں یہ بات نہیں لانا چاہیے کہ امارت اسلامیہ اپنے ہدف تک پہنچنے سے پہلے ہی جہاد کے گرم محاذوں کو ٹھنڈا کر کے چالیس سالہ قربانی پر پانی پھیر سکتی ہے۔ امارت اسلامیہ نے امریکہ کے ساتھ مذاکرات کے باوصف بین الافغانی افہام و تفہیم میں بھی کافی پیش رفت کی ہے۔ یہ پیش رفت مزید بڑھے گی۔ ان شاءاللہ۔ تاکہ جارحیت کے خاتمے کے بعد افغانستان کے ہمدرد اور مخلص افراد کے تمام مسائل کو باہمی افہام و تفہیم سے حل کیا جا سکے۔

کابل انتظامیہ کے نام!

امارت اسلامیہ 'کابل انتظامیہ کے فوجی اور سول سمیت تمام حکام کو پیغام دیتی ہے کہ آپ لوگ اسی ملک باشندے اور یہاں کے رہنے والے ہیں۔ آپ ہی کے آباؤاجداد نے اسلام کے تحفظ کی خاطر قربانیاں دی ہیں۔ آپ لوگوں کے لیے کسی بھی طور یہ ہرگز جائز نہیں ہے کہ آپ اپنے مجاہد عوام کے خلاف استعماری فوج کی ماتحتی میں جنگ کریں۔ جب کہ یہ استعماری فوجیں ہمارے عقیدے اور سرزمین کی سخت دشمن ہیں۔ انہوں نے ہمارے خطے پر قبضہ کیا ہے اور افغان عوام پر مظالم ڈھا رہی ہیں۔ آپ لوگوں سے ہماری مخالفت کا نکتہ

یہی ہے۔ اگر آپ لوگ استعمار کی حمایت سے کنارہ کش ہو جاتے ہیں تو آپ ہمارے بھائی ہیں۔

مجاہدین جس طرح ملک کے طول و عرض میں دشمن کی صف سے علیحدہ ہونے والے سکیورٹی اہلکاروں کا استقبال کرتے اور ان پر پھول نچھاور کرتے ہیں، جنگی قیدیوں کی حفاظت اور ان کا علاج کرتے ہیں، وہ آپ کو بھی جان ومال کا تحفظ فراہم کر سکتے ہیں۔ لہٰذا آپ لوگ اپنی دنیوی اور اخروی زندگی کی بھلائی کے لیے سوچیں۔ ایسا نہ ہو کہ آپ لوگ امریکی حمایت کے جرم کی حالت میں مجاہدین کے ہاتھوں قتل ہو جائیں اور آپ کو اللہ کی رضا کی طرف واپس پلٹنے کا موقع نہ ملے۔

قابل احترام ملت!

امارت اسلامیہ اپنے عوام کو اطمینان دلاتی ہے کہ وہ مکمل شرعی نظام کے مطابق تمام خواتین و مردوں کو ان کے تمام اسلامی، انسانی اور معاشرتی حقوق فراہم کرے گی۔ امارت اسلامیہ معیاری دینی و عصری تعلیم، تجارت، ترقی، آبادی اور تمام اجتماعی امور میں ترقی کے لیے سہولیات فراہم کرتی ہے۔

یہ افغانوں کا بنیادی حق اور معاشرے کی فلاح و کامیابی کے لیے ایک ناگزیر ضرورت ہے۔ امارت اسلامیہ تمام مجاہدین کو خصوصی ہدایت کرتی ہے کہ عام المنفعت منصوبوں کی حفاظت اور ترقی پر خصوصی توجہ دیں۔

مجاہد بھائیو!

آپ حضرات کے لیے میرا یہ پیغام ہے کہ اپنے عسکری اور سول فرائض کو ذمہ دارانہ طور پر امانتداری اور اخلاص کے ساتھ سرانجام دیں۔ ایک دوسرے سے تعاون کریں۔ ایک دوسرے کی بات مان لیا کریں۔ آپس میں اختلاف پیدا نہ ہونے دیں۔

و تطاوعا ولا تختلفا او کما قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم(رواہ البخاری)

فوجی کاروائیوں کے دوران عوام کے جان ومال کی حفاظت پر بھرپور توجہ دیں۔ خدانخواستہ لاپروائی کی وجہ سے شہریوں کو نقصانات نہ پہنچیں۔ بے گناہ انسانوں کا خون نہ بہے۔ اسی طرح اہل وطن کو مالی نقصان بھی نہیں پہنچنا چاہیے۔ جب دشمن کے افراد آپ کے پاس قیدی بن کر آئیں تو ان کے ساتھ اسلام و اخلاق کے مطابق بہترین سلوک کا معاملہ کریں۔ آپ کو بہت محتاط رہنا ہو گا کہ دشمن کی ظالمانہ اور وحشی کارروائیاں آپ میں ایسا انتقامی جذبہ پیدا نہ کریں، جو آپ کو اسلامی و اخلاقی اعتدال سے باہر نکال دے، جس کے نتیجے میں ایسا نہ ہو کہ کوئی قیدی آپ کے ہاتھوں امارت اسلامیہ کے عدالتی فیصلے کے بغیر قتل ہو جائے۔ اپنی صفیں پاک رکھنے، اس میں بداخلاق اور نااہل افراد کو داخل ہونے پر خصوصی توجہ دیں۔

خدانخواستہ اگر جہاد کی صف میں بداخلاق افراد داخل ہو گئے تو مجاہدین کو اللہ تعالیٰ کی نصرت اور شریف ملت کی حمایت نہیں مل سکے گی۔ اگر کوئی شخص اطاعت نہیں کرتا اور اصول نہیں مانتا تو ایسے افراد کو صف سے نکال دیا کریں۔ اپنے شہداء، قیدی اور غریب ساتھیوں کے خاندانوں کی وقتاً فوقتاً احوال اور خیر خبر لیتے رہا کریں۔ حسبِ توفیق ان سے تعاون جاری رکھیں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَيُطْعِمُونَ الطَّعَامَ عَلَىٰ حُبِّهِ مِسْكِينًا وَيَتِيمًا وَأَسِيرًا (سورۃ الدھر:۸)

"اور باوجود یہ کہ ان کو خود طعام کی خواہش (اور حاجت) ہے فقیروں اور یتیموں اور قیدیوں کو کھلاتے ہیں"۔

افغانستان کے جن علاقوں میں امارت اسلامیہ کے ادارے کام کر رہے ہیں، وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک کڑا امتحان ہیں کہ کیا امارت اسلامیہ اپنے اسلامی موقف اور مدعا کے مطابق عوام کی خدمت کرتی اور ان کے لیے انصاف کی فراہمی یقینی بناتی ہے یا نہیں؟ ہم سب اللہ تعالیٰ کے ہاں جواب دہ ہیں۔ ہر کسی سے اس کی ذمہ داری سے متعلق پوچھ گچھ ہو گی۔ تمام ذمہ داران کو چاہیے وہ عوامی خدمت اور رعایا کے حقوق کا خیال رکھیں۔ اس معاملے کو اپنی ذمہ داری سمجھیں۔

آخر میں ایک بار پھر عید سعید الفطر کی مبارک باد پیش کرتا ہوں۔ میرا تمام مجاہدین اور عام شہریوں سے مطالبہ ہے کہ گاؤں اور قرب وجوار کے غریبوں، یتیموں، بیواؤں، لاچار مسلمانوں اور قیدیوں کے خاندانوں کو عید کی خوشیوں میں فراموش نہ کریں۔ ان سے تعاون کریں، تاکہ وہ بھی عید منائیں اور خوشیوں کی ان لمحات سے محروم نہ رہ جائیں۔

والسلام

امیر المؤمنین شیخ الحدیث مولوی ہبۃ اللہ اخندزادہ

زعیم امارت اسلامیہ افغانستان

۲۹ / رمضان المبارک ۱۴۴۰ھ ق - یکم جون ۲۰۱۹ء - ۰۳ / جوزا ۱۳۹۸ھ ش

☆☆☆☆☆

امام کے ساتھ گزرے ایام

شیخ ڈاکٹر ایمن الظواہری حفظہ اللہ

بسمِ اللهِ والحمدُ للهِ والصلاةُ والسلامُ على رسولِ اللهِ وآلِه وصحبِه ومن والاه

دنیا بھر میں بسنے والے میرے مسلمان بھائیو!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، وبعد،

یہ 'ایام مع الامام' کے سلسلوں میں سے آٹھواں سلسلہ ہے۔ میں کئی سالوں بعد اس کی تحریر پھر سے لکھ رہا ہوں۔ یہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی منشاء تھی...وله الحمدُ أولًا وآخرَ... کہ اس کی پہلی تحریر کا مسودہ ایک بھائی پر ہونے والے میزائل حملے میں جل گیا، ہمارا وہ بھائی بھی ان افراد میں سے تھا جنہوں نے اپنے فی سبیل اللہ مجاہد بھائیوں کی خدمت میں اپنی جانوں کی قربانی دی۔ میں اللہ تعالیٰ سے سوال کرتا ہوں کہ ان کو زمرۂ شہدا میں قبول فرمائیں اور ہمیں، ان کے اہل اور مسلمانوں کو ان کا نعم البدل عطا فرمائیں۔

میں بعضی مصروفیات اور عدمِ استقرار کی وجہ سے اس مدت میں امامِ مجدد و قائد اسامہ بن لادن رحمہ اللہ کے ساتھ اپنی یادداشتوں کے سلسلے کو جاری رکھنے سے قاصر رہا۔

وَمَا أُبَرِّئُ نَفْسِي إِنَّ النَّفْسَ لَأَمَّارَةٌ بِالسُّوءِ إِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّي إِنَّ رَبِّي غَفُورٌ رَّحِيمٌ

میں چاہتا ہوں کہ اس قسط میں اپنی بات کو تورابورا کی جنگ اور اس سے حاصل ہونے والے دروس سے آگے بڑھاؤں۔ پچھلی قسط میں مَیں معاہدے تک پہنچا تھا کہ جس کو منافقوں نے توڑ دیا اور جس سے فائدہ اٹھاتے ہوئے شیخ اسامہ رحمہ اللہ نے بھائیوں کو ۱۷ رمضان المبارک ۱۴۲۲ھ کی شام اور اٹھارہ رمضان کی رات (دسمبر ۲۰۰۱ :۱۳، ۱۲) کو تورابورا سے نکالا۔

میں نے مختصراً ان اسباب پر بات کی تھی جن کی وجہ سے دونوں جانبین یعنی امریکہ اور اس کے دُم چھلے منافقین ایک جانب اور مجاہدین دوسری جانب، معاہدے پر راضی ہوئے۔

اور میں نے امریکہ اور اس کے دُم چھلے منافقین کا مقصد کے بارے میں بھی بات کی تھی کہ ان کا مقصد صرف غدر اور دھوکے سے مجاہدین کو قتل کرنے کی کوشش تھی، بعد اس کے کہ ان کے دل ناامید ہوگئے اور رعب سے بھر گئے اس بات سے کہ وہ تورابورا کو تباہ کرنے کا اقدام کریں۔

میں چاہتا ہوں کہ یہاں اس بات کا اضافہ کروں کہ ۲۴ رمضان ۱۴۲۲ھ کے دن انصار کا ایک مجموعہ شیخ اسامہ رحمہ اللہ کے پاس آیا اور ان کو خبر دی کہ انہوں نے شیخ اور ان کے کچھ ساتھیوں کو اپنے ساتھ ایک پُرامن جگہ لے جانے کا انتظام کیا ہے۔

شیخ نے مجھ سے ذکر کیا اور مجھ سے کہا کہ ان کے ساتھ دیگر ساتھیوں کے ہمراہ تورابورا سے نکل جاؤ۔ پھر مجھے راستے سے خیریت کا خط بھیجنا۔ میں نے کہا کہ: نہیں! میں نہیں جاؤں گا، پہلے آپ جائیں اور میں یہاں رہوں گا ساتھیوں کے ساتھ۔ لیکن شیخ نے مجھ سے نکلنے پر اصرار کیا اور میں بار بار اُن سے نکلنے کا مطالبہ کرتا رہا اور وہ مجھ پر نکلنے کے لیے دباؤ ڈالتے رہے۔

وہ ایک بہت اثر انگیز موقع تھا کیوں کہ مجھے نہیں معلوم تھا کہ اس کے بعد ہم دوبارہ ملیں گے یا نہیں؟ اور پھر مجھ پر یہ بات بہت گراں تھی کہ میں 'شیخ اور ان کے ساتھیوں کو اس حالت میں چھوڑ دوں، لیکن شیخ اپنے فیصلے میں بالکل اٹل تھے۔ مجھے یاد ہے کہ میں نے ان کو جب الوداع کیا تو میں نے ان سے کہا:

إن شاء اللهُ سنلتقي

"ان شاءاللہ ہم عنقریب ملیں گے"

پہلے پڑاؤ پر پہنچنے کے بعد میں نے شیخ کو ایک خط لکھا، راستے اور اس کے احوال کے بارے میں اور مَیں نے ان کو بقیہ ساتھیوں سمیت تورابورا سے نکلنے پر ابھارا۔

پھر ۲۷ رمضان کو مذاکرات کے مقدمے کے طور پر مکمل فائر بندی ہوگئی اور شیخ نے موقع پالیا، سو ۲۷ رمضان کی شام اور ۲۸ کی رات میں بھائیوں کو نکلنے کا حکم دیا، جیسا کہ میں نے اس سے پہلے بھی ذکر کیا۔

انصار میں سے ایک بھائی نے میرا خط شیخ رحمہ اللہ کو پہنچایا، اور اللہ کی مرضی سے وہ شیخ کے تورابورا سے نکلنے کے دوران، تورابورا کے قریب ایک وادی میں رات کے وقت شیخ کی جماعت سے آن ملا۔ وہ شیخ سے ملا اور ان کو میرا خط دیا۔ ان شدید حالات اور گھپ اندھیرے میں جب کہ ساتھی جلدی سفر طے کرنا چاہتے تھے 'کیوں کہ وہ تورابورا سے تاخیر کے ساتھ گیارہویں رات نکلے تھے 'میں آپ کو بتاؤں کہ ان حالات میں بھی اُس انصاری بھائی نے شیخ سے اس بات کا اصرار کیا کہ شیخ اسے تعریفی کلمات لکھ کر دیں اور اس میں یہ بات ذکر کریں کہ اس نے شیخ اسامہ کا جہاد میں ساتھ دیا تھا اور اس میں مسلمانوں کو خیر کی وصیت کریں۔

جو شخص افغانوں کے ساتھ رہا ہے، اس کو ان کے نزدیک اس بات کی اہمیت کا اندازہ ہوگا کہ وہ اس کو اپنے لیے ایسا فخر سمجھتے ہیں جو ان کی نسلوں میں چلتا رہتا ہے کہ انہوں نے اپنے عرب مجاہد بھائیوں کی مدد و نصرت کی تھی۔ یہ ایک ایسا معاملہ ہے کہ جس کی اہمیت کا اندازہ اس مادیت کے زمانے میں بہت سے لوگوں کو نہیں ہے اور وہ پوچھتے ہیں کہ اِس

انصاری نے ان حالات میں بھی اس کو حاصل کرنے کے لیے اتنا اصرار کیوں کیا۔ لیکن یہ افغانوں کے ہاں ایک ایسا اونچا شرف اور معنوی قیمت سمجھا جاتا ہے جس کا اندازہ مال و متاع سے نہیں کیا جاسکتا۔

میں نے اس سے پہلے بھی اس بات کا ذکر کیا تھا کہ بہت سے قبائلی سردار جو کہ تورابورا کے ارد گرد تھے، شیخ اسامہ سے اس تحریری تصدیق کا مطالبہ کر رہے تھے کہ وہ شیخ سے اس جنگ میں ملے اور انہوں نے شیخ کی مدد کی۔ وہ اس کو اپنے لیے ایسا فخر سمجھتے ہیں جو کہ ان کی نسلوں میں چلتا رہتا ہے اور وہ اس سے عزت حاصل کرتے ہیں۔

اس سے مجھے شیخ یوسف ابو ہلالہ حفظہ اللہ کی افغانوں کی وہ تعریف یاد آگئی جو انہوں نے شیخ عبد اللہ عزام رحمہ اللہ پر لکھے گئے قصیدے میں کی ہے۔ وہ اپنے ان اشعار میں جو کہ شیخ اسامہ رحمہ اللہ بار بار پڑھتے تھے، کہتے ہیں:

بهم يتشرفُ المثلُ — مضيتُ مجاهداً معمن
إذا احتدمت ولا عزلُ — بني الأفغانِ لا ميلٌ
وفوقَ جحيمِها اكتهلوا — على نارِ الأسى شبوا
وعنهم ليسَ ينفصلُ — وكان الحزنُ يلبسُهم
فقِ الموارِ تغتسلُ — فتلك ربوعُهم بالدا
تِ بالنيرانِ تشتعلُ — وتحتَ صواعقِ الغارا
لِ تُسحقُ وهي تبتهلُ — وتلك جماجمُ الأطفا
وما بهمُ احتفى الفشلُ — فما ذل الإباءُ بهم
وموجُ البذلِ متصلُ — ورأسُ الشعبِ مرتفعٌ

شیخ یوسف ابو ہلالہ حفظہ اللہ ہی نے شیخ اسامہ بن لادن اور تورابورا کے ابطال کی تعریف ان الفاظ میں کی:

أسامةُ والمفاخرُ ضابحاتٌ — توالت ليس يُحصيهن عدُ
تجودُ لِذكرِكم بالدمعِ عينٌ — ويَدمى يا حبيبَ الروحِ خدُ
لئن كثرت على الدنيا عِظامٌ — فإنك في حماها اليومَ فردُ
تعودت اغتيالَ اليأسِ فينا — تسيرُ بنا لكلِ علاً وتغدو
أتيت تُطلُ من مُقلِ الضحايا — ودونَ الثأرِ لم يغللْك قيدُ
مَضاؤك في يدِ الأقدارِ سيفٌ — ونهجُك في يدِ الإسلامِ بندُ
رجالُك يومَ زمجرتِ الرزايا — عليها باقتحامِ الموتِ ردوا
وحشوُ نفوسِهم كبرٌ أشمٌ — وملءُ صدورِهم عزمٌ أشدُ
ورایاتُ الجهادبتورا بورا — بها انتفضتْ قساورةٌ وأسدُ
لئن حلت بأمريكا الدواهي — ودكَّ بروجَها هدمٌ وهدُ
فكم أرضٍ وقد عاشت عقوداً — تروحُ على زلازلِها وتغدو
وتعلنُها على الإسلامِ حرباً — لها باسمِ الصليبِ قوىً وحشدُ
جهاداً يا أحبتَنا جهاداً — فما دونَ امتطاءِ الهولِ بدُ

یہ انتہائی اختصار کے ساتھ تورابورا کا قصہ تھا، جس پر آج تک جاری معرکہ شاہد ہے۔ یہاں میں چاہوں گا کہ تورابورا کے معرکے سے ملنے والے اہم اسباق ذکر کروں:

پہلا سبق:

اللہ تعالیٰ کا اپنے بندوں پر نصرت کے انعام کے اسباب میں سے سب سے اہم ان کے معاملات میں انصاف اور عقیدے کی صفائی ہے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے مجاہدین کو اس طرح عزت عطا فرمائی کہ تورابورا کو امت کے جوش و جذبے کو ابھارنے اور اس کا تعلق حاصل کرنے کا ذریعہ بنا دیا۔

ہم نے اس سے قبل بھی دیکھا کہ جب جہادِ افغان ایک واضح دشمن یعنی قابض روس اور کابل میں اس کے مزدور معاونین کے خلاف تھا تو امتِ مسلمہ کا تعلق اس جہاد سے جڑا ہوا تھا، بلکہ دنیا میں بہت سے روافض بھی اِس سے جڑے ہوئے تھے۔

جب مجاہدین کی بندوقیں ایک دوسرے کی طرف پھر گئیں تو امت بھی ان سے پھر گئی، بلکہ پوری دنیا سے اُن کے مجاہد بھائیوں نے بھی اُن کو چھوڑ دیا۔

اسی طرح جب جہادِ افغانستان کی قیادت، روس اور اس کے آلہ کاروں سے لڑ رہی تھی تو وہ امت کی آنکھوں میں ابطال تھے، لیکن جب ان میں سے بعض نے قابض امریکہ کے ساتھ معاونت کی تو امت نے بھی ان کو مزدور اور خائن شمار کیا۔

بس یہی پہلا پیغام ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ مجاہدین پر اپنے بندوں کی تائید کے ذریعے انعام فرماتے ہیں، لیکن اس وقت کہ جب ان کا ہدف واضح ہو، ان کی صف ایک ہو اور جب وہ فتنوں سے اور حرام خون بہانے میں لگنے سے اور مسلمانوں پر حتیٰ کہ کفار پر بھی ظلم سے اجتناب کریں۔

تورابورا میں دو صفیں انتہائی واضح تھیں، مکمل طور پر ممیّز، بغیر کسی شک و شبے کے جدا! ایک جانب صلیبی امریکہ اور اس کے اتحادی اور مزدور، اور دوسری جانب میں امریکہ کے دشمن مہاجر و انصار مجاہدین۔

امریکہ چالیس ملکوں کے اتحاد کے ساتھ آیا، جن میں صلیبی بھی تھے، ان میں وہ حکومتیں بھی تھیں جو مسلمان عوام پر مسلط ہیں، جیسا کہ یہود نواز حسنی مبارک کی حکومت، آل سعود کی حکومت، شریف حسین کی اولاد کی حکومت، متحدہ عرب امارت کے شیوخ کی حکومت اور خائن ور شوت خور مشرف کی حکومت۔

اس اتحاد میں نیٹو کی رکن، اتاترک کی اولاد، ترکی، کی حکومت بھی تھی، جس نے بار بار اس کی فوج کی قیادت بھی کی، افغانستان اور صومالیہ میں مسلمانوں کی قاتل، اسرائیل کو قبول کرنے والی، امریکہ کے اڈوں کو بڑھانے والی، سیکولرازم کی داعی، اپنے مراعات یافتہ ایجنٹ

اور امریکہ کے پہلے نمبر کے غلام 'عبد الرشید دوستم کی حامی جس کے بارے میں یقینی طور پر سب سے گرے ہوئے انسان کا گمان کیا جا سکتا ہے۔

آج ایک ایسے وقت میں کہ جب امریکہ 'افغانستان سے نکلنے کے لیے مذاکرات میں مصروف ہے، ترک حکومت 'اشرف غنی کی مضمحل حکومت کی مدد کے لیے اپنی فوج کے افغانستان میں قیام کی مدت کو دو سال بڑھانے کا اعلان کر رہی ہے۔

یہ تمام غلام سیکولر حکومتیں جن کی پشت پر قابض کافر ہیں، یہ سب بڑے مجرموں کے آلۂ کار ہیں۔ یہ کبھی کسی مرحلے میں مجاہدین کی مدد بھی کرتی ہیں لیکن آخر کار بڑے مجرموں کی آلۂ کار ہی بنتی ہیں۔ یہ ایک حقیقت ہے، ضروری ہے کہ مجاہدین اور مسلمان اس کو جان لیں۔

ان کے ان تناقضات سے کبھی مجاہدین اور مسلمان فائدہ بھی اٹھا لیتے ہیں لیکن بڑی مصیبت اور بڑی ہلاکت اس شخص میں ہے جو ان کی تعریفیں کرتا ہے اور امت کو دھوکہ دینے میں لگا رہتا ہے کہ یہی لوگ نجات دہندہ اور صالح دوست ہیں۔

مجاہدین اور امت مسلمہ پر لازم ہے کہ سمجھ داری سے کام لیں اور ان احکام شریعت کی تابع داری کریں جو کہ ان شکی اور کفار کے دوست منافقین کے بارے میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اپنی کتاب میں رکھے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی سنتوں میں بیان کیے ہیں۔ ان پر لازم ہے کہ وہ اس سمجھ سے کام لیں اور اس تابع داری کو اختیار کریں، تاکہ اپنے اور اپنے بھائیوں کے لیے دین و دنیا کے خسارے کا باعث نہ بن جائیں۔

پھر یہاں دھوکے باز چالاک ایران کا معاملہ بھی ہے جو کہ امریکی فوج کی مدد ان نقشوں کے ذریعہ کرتا تھا جو کہ اس نے امارت اسلامیہ کے علاقوں میں موجود اپنے ان ایجنٹوں کے ذریعے حاصل کیے تھے۔ یہی ایران ہے جس نے القاعدہ کے خلاف جھوٹا پروپیگنڈا شروع کیا تھا کہ یہ امریکہ اور اسرائیل کی ایجنٹ ہے اور اس نے ایران پر حملے کا جواز پیدا کرنے کے لیے ان دونوں کے ساتھ گٹھ جوڑ کر کے (نائن الیون کو امریکہ کی) دو عمارتوں پر حملہ کیا۔ یعنی ایران پر وہ امریکی حملہ جو آج تک نہیں ہوا!!!!

لیکن ایرانی دعوے داروں کا جھوٹا پروپیگنڈا پورا نہ ہوا۔ انہوں نے ہمیں یہ نہ بتایا کہ کیا القاعدہ نے پینٹاگون پر حملہ کرنے اور کانگریس اور وائٹ ہاوس پر حملے کی کوشش کی منصوبہ بندی امریکہ اور اسرائیل کے ساتھ مل کر کی تھی؟ اور کیا اس سے پہلے نیروبی اور دار السلام میں امریکہ کے دو سفارت خانوں پر حملوں، کول نامی جنگی بحری جہاز پر حملے، کینیا میں عال کے جہاز پر حملے کی منصوبہ بندی بھی ان دونوں کے ساتھ مل کر کی تھی؟ کیا تورا بورا میں ثابت قدم رہنے کی منصوبہ بندی بھی ان دونوں کے ساتھ مل کر کی تھی؟ وغیرہ وغیرہ۔

اسی طرح ایران نے القاعدہ کے بھائیوں، ان کے اہل خانہ اور یتیموں بیواؤں کے لیے جو کہ بمباریوں اور پاکستانی سیکورٹی اداروں سے بھاگے ہوئے تھے، اپنے دروازے کھول دیے، پھر انہیں پکڑ کر لمبی لمبی قیدیں سنائیں جس کی مدتیں پندرہ پندرہ سال تک پہنچتی تھیں۔ اسی کے ساتھ ایرانی حکومت یہ نعرے بھی لگاتی تھی: "امریکہ کے لیے موت، اسرائیل کے لیے موت"

پھر اس جنگ میں مقامی جنگی سرداروں کے فقہا کے فتوے بھی تھے کہ اگر کسی مسلمان کو اپنے معاشی مستقبل کا خوف ہو تو اس کے لیے امریکی فوج میں مسلمانوں کے خلاف افغانستان میں صلیبی حملوں میں لڑنا جائز ہے۔ اس کے لیے وہاں اخوان المسلمین کی تنظیم الدولی میں سیاف اور ربانی جیسے لوگ تھے۔

یہ تمام لوگ اپنے تکبر، فخر، اکڑ، شر، اسلحہ و ساز و سامان، غرور و مکر اور لالچ و گمراہی کے ساتھ وہاں ایک جانب میں موجود تھے۔

اور دوسری جانب صبر کرنے والے، ہر طرف سے گھرے ہوئے، کمزور مسلمان مجاہدین تھے۔ چنانچہ انہوں نے اپنا معاملہ اپنے خالق کے حوالے کر دیا، اسی پر بھروسہ کیا اور آخری سانس تک اپنے آپ کو قتال کے لیے تیار کر لیا۔

میں اپنے رب سے امید کرتا ہوں کہ ان کے حق میں اللہ عزوجل کا یہ فرمان بالکل صادق آتا ہے:

> وَلَمَّا رَأَى الْمُؤْمِنُونَ الْأَحْزَابَ قَالُوا هَٰذَا مَا وَعَدَنَا اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَصَدَقَ اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَمَا زَادَهُمْ إِلَّا إِيمَانًا وَتَسْلِيمًا ۝ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ رِجَالٌ صَدَقُوا مَا عَاهَدُوا اللَّهَ عَلَيْهِ فَمِنْهُم مَّن قَضَىٰ نَحْبَهُ وَمِنْهُم مَّن يَنتَظِرُ وَمَا بَدَّلُوا تَبْدِيلًا (الاحزاب: ۲۲)
>
> "اور جب دیکھا مؤمنوں نے جماعتوں کو تو انہوں نے کہا کہ یہ وہی ہے جس کا وعدہ کیا تھا اللہ اور اس کے رسول نے اور سچ ہی کہا تھا اللہ اور اس کے رسول نے اور نہیں زیادہ کی ان میں مگر ایمان اور تابعداری۔ مؤمنین میں بعضے لوگ ہیں جنہوں نے سچ کر دکھایا وہ وعدہ جو انہوں نے اللہ تعالیٰ سے کیا تھا۔ سو ان میں بعضے وہ ہیں جنہوں نے اپنا وعدہ پورہ کر دیا اور بعضے وہ ہیں جو انتظار میں ہیں اور انہوں نے کوئی تبدیلی نہیں کی"۔

مجاہدین کی یہ خواہش ہے کہ وہ امریکہ پر حملوں کے اسباب کو ظاہر کریں اور یہ ظاہر کریں کہ انہوں نے یہ کام صرف مسلمانوں کے دفاع کی خاطر اور امریکہ اور مجرموں کے سرغنوں کے ظلم کی وجہ سے کیا۔

دوسرا سبق:

تورابورا کے معرکے سے حاصل ہونے والے اسباق میں سے دوسرا اسبق یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نصرت کے اسباب میں سے ایک مجاہدین کا دشمن کی کمزوریوں پر نظر رکھنا بھی ہے۔ شیخ اسامہ بن لادن رحمہ اللہ نے سخت حالات کے باوجود' جنہوں نے شیخ اور ان کے مجاہد بھائیوں کو گھیر ا ہوا تھا' اپنی پوری کوشش کی۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا فرمان مبارک ہے:

إِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الَّذِينَ يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِهِ صَفًّا كَأَنَّهُم بُنيَانٌ مَّرْصُوصٌ (الصف:۴)

"بے شک اللہ تعالیٰ ان لوگوں سے محبت کرتا ہے جو اس کی راہ میں صف بستہ جہاد کرتے ہیں گویا سیسہ پلائی ہوئی عمارت ہیں"۔

اور اللہ عزوجل فرماتے ہیں:

وَلَقَدْ صَدَقَكُمُ اللّٰهُ وَعْدَهُ إِذْ تَحُسُّونَهُم بِإِذْنِهِ حَتَّى إِذَا فَشِلْتُمْ وَتَنَازَعْتُمْ فِي الأَمْرِ وَعَصَيْتُم مِّن بَعْدِ مَا أَرَاكُم مَّا تُحِبُّونَ مِنكُم مَّن يُرِيدُ الدُّنْيَا وَمِنكُم مَّن يُرِيدُ الآخِرَةَ ثُمَّ صَرَفَكُمْ عَنْهُمْ لِيَبْتَلِيَكُمْ وَلَقَدْ عَفَا عَنكُمْ وَاللّٰهُ ذُو فَضْلٍ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ (آل عمران:۱۵۲)

" اللہ تعالیٰ نے تم سے اپنا وعدہ سچا کر دکھایا جبکہ تم اس کے حکم سے انہیں کاٹ رہے تھے یہاں تک کہ جب تم نے پست ہمتی اختیار کی اور کام میں جھگڑنے لگے اور نافرمانی کی، اس کے بعد کہ اس نے تمہاری چاہت کی چیز تمہیں دکھادی، تم میں سے بعض دنیا چاہتے تھے اور بعض کا ارادہ آخرت کا تھا تو پھر اس نے تمہیں ان سے پھیر دیا تاکہ تم کو آزمائے اور یقیناً اس نے تمہاری لغزش سے درگزر فرمادیا اور ایمان والوں پر اللہ تعالیٰ بڑے فضل والا ہے"۔

اور فرماتے ہیں:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُواْ إِذَا لَقِيتُمْ فِئَةً فَاثْبُتُواْ وَاذْكُرُواْ اللّٰهَ كَثِيرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلَحُونَO وَأَطِيعُواْ اللّٰهَ وَرَسُولَهُ وَلاَ تَنَازَعُواْ فَتَفْشَلُواْ وَتَذْهَبَ رِيحُكُمْ وَاصْبِرُواْ إِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصَّابِرِينَ (الانفال:۴۵،۴۶)

" اے ایمان والو! جب تم کسی مخالف فوج سے بھڑ جاؤ تو ثابت قدم رہو اور بکثرت اللہ کی یاد کرو تاکہ تمہیں کامیابی حاصل ہو اور اللہ کی اور اس کے رسول کی فرماں برداری کرتے رہو، آپس میں اختلاف نہ کرو ورنہ بزدل ہو جاؤ گے اور تمہاری ہوا اُکھڑ جائے گی اور صبر و سہار رکھو یقیناً اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے"۔

پھر شیخ رحمہ اللہ اسی منہج پر قائم و دائم رہے کہ آپ لوگوں کو تیار کرنے، انہیں جمع کرنے اور متحد کرنے میں لگے رہے۔ یہ وہ سب سے بڑا خطرہ تھا جس سے امریکہ ڈرتا تھا۔ اسی لیے اس نے اپنی پوری طاقت سے اس کا مقابلہ کرنے کی کوشش کی۔

پھر کچھ بے کار لوگ پیدا ہو گئے جو ادھر ادھر گمراہی کے راستوں پر چلے، انہوں نے اپنی خود ساختہ باتوں کو مذہب کا لبادہ اڑادیا، سوائے اختلافات کی خلافت کہا جاتا تھا جو کہ ہر اس شخص کو کافر کہتی تھی جو اس کی مخالفت کرتا تھا، اسے سلطنت کہا جاتا تھا، ایک ایسی سلطنت جو کہ حرام کاموں میں لگی ہوئی تھی، سو انہوں نے امریکہ کو وہ کچھ پیش کیا جس کی اس کو چاہت تھی۔

امریکہ، مغرب اور اکابر مجرمین کے لیے رعب اس میں تھا کہ مجاہدین ایک صف میں متحد و یکجان ہو جائیں، اور ترکستان سے لے کر مغربی افریقہ تک اور قوقاز سے لے کر صومالیہ تک ایک ہی متحد جماعت میں ہوں۔

تیسرا سبق:

وہ تیسرا سبق جس کو لے کر ہم تورابورا سے نکلے وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس بات پر قادر ہیں کہ مؤمنوں کی قلیل جماعت کو متکبر سرکشوں کی جماعت کے ظلم و سرکشی سے نجات دیں۔ امریکہ اور اس کے اتحادی اور منافق مددگار اس بات پر قادر نہ ہو سکے کہ وہ تین سو مجاہدین پر کامیابی حاصل کر سکیں جنہوں نے ڈٹے رہنے اور نہ تسلیم ہونے کا فیصلہ کیا ہوا تھا۔ ان پر ہر جانب سے حصار تنگ کیا گیا اور جہاز ان پر بلا تعطل بم برسا رہے تھے۔

میں نے شیخ اسامہ رحمہ اللہ سے پوچھا کہ کیا ہمارے لیے اس حصار سے نکلنے کا کوئی راستہ ہے؟ اگر ان پہاڑوں کو پاکستان تک پار کر لیا جائے۔ شیخ نے ایک انصاری ساتھی کو بلایا اور اس سے پاکستان کے راستے کے بارے میں پوچھا تو اس نے ہمارے مشرق اور جنوب میں پھیلے ہوئے سپین غر پہاڑی سلسلے کی چوٹیوں کی طرف اشارہ کیا اور کہا کہ اس کا کیا مطلب ہے، ان پہاڑوں کی طرف دیکھیں، ان پر برف کی چادر چڑھی ہوئی ہے اور اس کا کوئی بھی راستہ کھلا ہوا نہیں ہے، جب تک کہ بہار میں برف نہ پگھل جائے۔ چنانچہ ہم اوپر سے جہازوں کے حصار میں تھے اور اپنے اردگرد سے صلیبیوں اور ان کے مزدوروں کے حصار میں، ان کے بعد پہاڑوں کی چوٹیوں پر پڑی برف کے حصار میں، جنہوں نے ہمیں گھیرا ہوا تھا اور جیسا کہ میں نے ذکر کیا ہمیں ایک ہفتے کے اندر برف باری متوقع تھی کیوں کہ یہ پسپائی ۲ دسمبر ۲۰۰۱ء کو ہوئی تھی۔

اس سب کے باوجود اللہ تعالیٰ نے مجاہدین کی ایک بڑی قوت کو افغانستان سے نجات دی، یہاں تک کہ ان میں سے آدھے پاکستان کی خیانت کی وجہ سے قید کر لیے گئے، اور شیخ رحمہ اللہ پھر بھی تورابورا کے معرکے کے بعد دس سال تک جہاد کی قیادت کرتے رہے۔

اسی لیے تورابورا کے واقعات کا ذکر کمزور لوگوں کے دلوں میں امید پیدا کرتا ہے کہ اللہ سبحانہ اس بات پر قادر ہیں کہ مؤمنوں کی قلیل جماعت کی سرکش کافروں کی بڑی جماعت کے مقابلے میں نصرت کریں اور انہیں نجات دیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

كَم مِّن فِئَةٍ قَلِيلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً كَثِيرَةً بِإِذْنِ اللهِ وَاللهُ مَعَ الصَّابِرِينَ (البقرۃ:۲۴۹)

''بسا اوقات چھوٹی اور تھوڑی سی جماعتیں بڑی اور بہت سی جماعتوں پر اللہ کے حکم سے غلبہ پالیتی ہیں، اللہ تعالیٰ صبر والوں کے ساتھ ہے''۔

یہاں میں عرب دنیا کے ان احتجاجات کا ذکر کروں گا جو کہ 'رابعۃ' اور 'نہضۃ' کے میدانوں اور عوامی گارڈز کے ہیڈ کوارٹر کے سامنے اور دیگر مقامات میں ہوئے، جس میں پر امن مظاہرین کا قتلِ عام ہوا۔ اور کیسے ان کی قیادتوں نے انہیں بغیر کسی فائدے کے دشمن کے حوالے کر دیا۔ وقدَّر اللهُ وما شاء فعل، اگر ان لوگوں کو اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرنے والی مجاہد قیادتیں مل جاتیں جو کہ سیکولر نظام اور اس کے دستور و قانون میں داخل ہونے سے انکاری ہوتیں اور جہاد و قتال پر اصرار کرنے والی ہوتیں یہاں تک کہ فتنہ ختم اور پورا کا پورا دین اللہ تعالیٰ کے لیے ہو جاتا، اور اپنی عوام سے بھی اسی کا عہد لیتیں، اور ان مرتد، سیکولر، سرکشوں سے لڑنے کے لیے اپنی طاقت کے مطابق تیاری کرتیں تو میرا گمان ہے (غیب کا حال اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی نہیں جانتا) کہ معاملات مکمل طور پر دوسرے رُخ پر جاری ہوتے، اور کم سے کم ان شہدا کی شہادتیں بے فائدہ اور مرتد، سیکولر، مجرم دشمن کو تکلیف پہنچائے بغیر نہ ہوتیں۔

اسی لیے میں سمجھتا ہوں کہ جو کچھ تورابورا میں ہوا وہ ایک زندہ مثال ہے، جو کہ مُردہ دلوں میں اس بات کی امید پیدا کرتی ہے کہ ان لوگوں کے اندر بھی اللہ تعالیٰ کی قوت و مدد اور اس کے حکم سے تاریخ انسانی کی سب سے سرکش قوتوں کے خلاف بھی مدد و نصرت کرنے کی قدرت موجود ہے۔ اسی لیے پوری امت پر لازم ہے کہ اپنے آپ کو 'جس قدر ممکن ہو' جنگ و جدل کے لیے تیار کرے، چاہے قتالی طور پر ہو یا دعوتی طور پر، علمی طور پر ہو یا سیاسی طور پر۔ ہم پر لازم ہے کہ ہم فکری معرکے میں غالب ہوں، تاکہ ہم آزاد ہو جائیں ان مہلک مناہج سے جنہوں نے مسلم عوام کو بغیر کسی فائدے کے شکست سے دوچار کر دیا ہے۔

عرب دنیا کے انقلابات میں مہلک مناہج کی کثرت تھی۔ کوئی منہج ملک کی، وطنیت کی اور اس کی آزادی کی دعوت دینے والا تھا کہ اس ملک کو مسلمانوں اور غیر مسلموں کے درمیان عقدِ جدید پر کھڑا کیا جائے۔ جس کا تقاضہ یہ تھا کہ اس کو جمہور (عوام) کی حاکمیت پر کھڑا کیا جائے نہ کہ شریعت کی حاکمیت پر، زمین کی محبت پر کھڑا کیا جائے نہ کہ مؤمنین کی دوستی پر، مسلمانوں کے علاقوں کو تقسیم کرنے کی بنیاد پر کھڑا کیا جائے نہ کہ ان کو متحد کرنے کی بنیاد پر۔ مجھے نہیں معلوم کہ ان کا یہ من گھڑت عقد کہاں واقع ہوا ہے۔

پھر وہ اس پر اضافہ کرتے ہیں کہ ان کے لیے مسلمانوں اور یہود وغیرہ کے درمیان کیے گئے نبوی میثاقِ مدینہ میں مثال ہے۔ یہ ایک جھوٹا دعویٰ ہے کیوں کہ میثاقِ مدینہ کی بنیاد تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلے پر تھی، اس طور پر کہ کسی بھی اختلاف کی صورت میں اقتدارِ اعلیٰ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل ہوگا۔ یعنی اس میثاق کی بنیاد شریعت کی حاکمیت اور اس کی سربراہی تھی ہر قوم کی مرجعیت اور حاکمیت میں۔

وطنیت اور عوام کی حاکمیت کے داعی منہج 'اللہ جل جلالہ کی کتاب کی صریح اور واضح آیات کے مخالف ہیں، اللہ عزوجل فرماتے ہیں:

فَلاَ وَرَبِّكَ لاَ يُؤْمِنُونَ حَتَّىَ يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لاَ يَجِدُواْ فِي أَنفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُواْ تَسْلِيمًا (النساء:۶۵)

''سو قسم ہے تیرے پروردگار کی! یہ مومن نہیں ہو سکتے جب تک کہ تمام آپس کے اختلاف میں آپ کو حاکم نہ مان لیں، پھر جو فیصلے آپ ان میں کر دیں ان سے اپنے دل میں کسی طرح کی تنگی اور ناخوشی نہ پائیں اور فرمانبرداری کے ساتھ قبول کر لیں''۔

اور اسی طرح فرماتے ہیں:

وَمَا اخْتَلَفْتُمْ فِيهِ مِن شَيْءٍ فَحُكْمُهُ إِلَى اللهِ (الشوریٰ:۱۰)

''اور جس جس چیز میں تمہارا اختلاف ہو اس کا فیصلہ اللہ تعالیٰ کی طرف ہے''۔

اللہ سبحانہ' نے ہر اس فیصل کو جس کی طرف اللہ تعالیٰ کے فیصل کے علاوہ فیصلے کے لیے جایا جائے جاہلیت کا فیصلہ فرمایا ہے:

وَأَنِ احْكُم بَيْنَهُم بِمَآ أَنزَلَ اللهُ وَلاَ تَتَّبِعْ أَهْوَاءهُمْ وَاحْذَرْهُمْ أَن يَفْتِنُوكَ عَن بَعْضِ مَا أَنزَلَ اللهُ إِلَيْكَ فَإِن تَوَلَّوْاْ فَاعْلَمْ أَنَّمَا يُرِيدُ اللهُ أَن يُصِيبَهُم بِبَعْضِ ذُنُوبِهِمْ وَإِنَّ كَثِيرًا مِّنَ النَّاسِ لَفَاسِقُونَ۔ أَفَحُكْمَ الْجَاهِلِيَّةِ يَبْغُونَ وَمَنْ أَحْسَنُ مِنَ اللهِ حُكْمًا لِّقَوْمٍ يُوقِنُونَ (المائدۃ:۴۹)

''آپ ان کے معاملات میں اللہ کی نازل کردہ وحی کے مطابق ہی حکم کیا کیجیے، ان کی خواہشوں کی تابعداری نہ کیجیے اور ان سے ہوشیار رہیے کہ کہیں یہ آپ کو اللہ کے اتارے ہوئے کسی حکم سے اِدھر اُدھر نہ کریں اگر

یہ لوگ منہ پھیر لیں تو یقین کریں کہ اللہ کا ارادہ یہ ہے کہ انہیں ان کے بعض گناہوں کی سزا دے ہی ڈالے اور اکثر لوگ نافرمان ہی ہوتے ہیں''۔

وہاں ایک منہج تسلیم ہونے کا منہج تھا، جن کا گمان یہ تھا کہ یہ گولی سے بھی زیادہ قوی منہج ہے۔ وہ لوگ پہلی گولی کے ساتھ ہی منتشر ہوگئے۔ یہ منہج شریعت کے ساتھ ساتھ فطرت کے بھی مخالف ہے۔ یہ عوام کے مجمع کو سیکولر اور وطن پرست حکومت 'جو کہ یہود و نصاریٰ کے فیصلوں کو نافذ کرنے والی ہے' کے سامنے نوالہ تر کے طور پر پیش کرتا ہے۔

اللہ حق سبحانہ فرماتے ہیں:

وَلاَ يَزَالُونَ يُقَاتِلُونَكُمْ حَتَّىَ يَرُدُّوكُمْ عَن دِينِكُمْ إِنِ اسْتَطَاعُواْ (البقرۃ:۲۱۷)

''یہ لوگ تم سے لڑائی بھڑائی کرتے ہی رہیں گے یہاں تک کہ اگر ان سے ہوسکے تو تمہیں تمہارے دین سے مرتد کردیں''۔

اسی طرح اللہ عزوجل فرماتے ہیں:

وَقَاتِلُواْ فِي سَبِيلِ اللّهِ الَّذِينَ يُقَاتِلُونَكُمْ وَلاَ تَعْتَدُواْ إِنَّ اللّهَ لاَ يُحِبِّ الْمُعْتَدِينَOوَاقْتُلُوهُمْ حَيْثُ ثَقِفْتُمُوهُمْ وَأَخْرِجُوهُم مِّنْ حَيْثُ أَخْرَجُوكُمْ وَالْفِتْنَةُ أَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ وَلاَ تُقَاتِلُوهُمْ عِندَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ حَتَّى يُقَاتِلُوكُمْ فِيهِ فَإِن قَاتَلُوكُمْ فَاقْتُلُوهُمْ كَذَلِكَ جَزَاء الْكَافِرِينَO فَإِنِ انتَهَوْاْ فَإِنَّ اللّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ Oوَقَاتِلُوهُمْ حَتَّى لاَ تَكُونَ فِتْنَةٌ وَيَكُونَ الدِّينُ لِلّهِ فَإِنِ انتَهَواْ فَلاَ عُدْوَانَ إِلاَّ عَلَى الظَّالِمِينَ (البقرۃ:۱۹۰-۱۹۳)

'' لڑو اللہ کی راہ میں جو تم سے لڑتے ہیں اور زیادتی نہ کرو اللہ تعالیٰ زیادتی کرنے والوں کو پسند نہیں فرماتا۔ انہیں مارو جہاں بھی پاؤ اور انہیں نکالو جہاں سے انہوں نے تمہیں نکالا ہے اور (سنو) فتنہ قتل سے زیادہ سخت ہے اور مسجد حرام کے پاس ان سے لڑائی نہ کرو جب تک کہ یہ خود تم سے نہ لڑیں، اگر یہ تم سے لڑیں تو تم بھی انہیں مارو کافروں کا بدلہ یہی ہے۔ اگر یہ باز آجائیں تو اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے۔ ان سے لڑو جب تک کہ فتنہ نہ مٹ جائے اور اللہ تعالیٰ کا دین غالب نہ آجائے اگر یہ رک جائیں (تو تم بھی رک جاؤ) زیادتی تو صرف ظالموں پر ہی ہے''۔

وہاں ایک اور منہج بھی تھا جس نے ولاء و براء کے عقیدے کو بگاڑنے پر ہی اکتفا نہیں کیا بلکہ قتل و عہد شکنی کی اور ولاء و براء کو بدل کر رکھ دیا۔ ان کا گمان تھا کہ یہ مسلط یہود نواز، بیرونی دستور و قوانین کے حامی، شریعت سے بے زار، فسادی اور مجرم حکومت کے محافظ، مسلمانوں کے قاتل فوج کے افراد ہمارے بھائی ہیں اور ہمارے اور ان کے درمیان کوئی جنگ نہیں ہے۔

یہ کتاب اللہ کے بالکل مخالف بات ہے، اللہ سبحانہ فرماتے ہیں:

لاَ تَجِدُ قَوْمًا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ يُوَادُّونَ مَنْ حَادَّ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَلَوْ كَانُوا آبَاءهُمْ أَوْ أَبْنَاءهُمْ أَوْ إِخْوَانَهُمْ أَوْ عَشِيرَتَهُمْ أُوْلَئِكَ كَتَبَ فِي قُلُوبِهِمُ الْإِيمَانَ وَأَيَّدَهُم بِرُوحٍ مِّنْهُ وَيُدْخِلُهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِن تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ أُوْلَئِكَ حِزْبُ اللَّهِ أَلَا إِنَّ حِزْبَ اللَّهِ هُمُ الْمُفْلِحُونَ (المجادلۃ:۲۲)

''اللہ تعالیٰ پر اور قیامت کے دن پر ایمان رکھنے والوں کو آپ اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کرنے والوں سے رکھتے ہوئے ہرگز نہ پائیں گے، گو وہ ان کے باپ یا ان کے بیٹے یا ان کے بھائی یا ان کے کنبہ (قبیلے) کے عزیز ہی کیوں نہ ہوں، یہی لوگ ہیں جن کے دلوں میں اللہ تعالیٰ نے ایمان کو لکھ دیا ہے اور جن کی تائید اپنی روح سے کی ہے اور جنہیں ان جنتوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں جہاں یہ ہمیشہ رہیں گے، اللہ ان سے راضی ہے اور یہ اللہ سے خوش ہیں، یہ خدائی لشکر ہے آگاہ رہو بے شک اللہ کے گروہ والے ہی کامیاب لوگ ہیں''۔

اسی طرح فرمایا:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُواْ لاَ تَتَّخِذُواْ الَّذِينَ اتَّخَذُواْ دِينَكُمْ هُزُوًا وَلَعِبًا مِّنَ الَّذِينَ أُوتُواْ الْكِتَابَ مِن قَبْلِكُمْ وَالْكُفَّارَ أَوْلِيَاء وَاتَّقُواْ اللّهَ إِن كُنتُم مُّؤْمِنِينَ (المائدۃ:۵۷)

''مسلمانو! ان لوگوں کو دوست نہ بناؤ جو تمہارے دین کو ہنسی کھیل بنائے ہوئے ہیں (خواہ) وہ ان میں سے ہوں جو تم سے پہلے کتاب دیئے گئے یا کفار ہوں، اگر تم مومن ہو تو اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو''۔

اسی طرح فرماتے ہیں:

لَا يَنْهَاكُمُ اللَّهُ عَنِ الَّذِينَ لَمْ يُقَاتِلُوكُمْ فِي الدِّينِ وَلَمْ يُخْرِجُوكُم مِّن دِيَارِكُمْ أَن تَبَرُّوهُمْ وَتُقْسِطُوا إِلَيْهِمْ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِينَ O إِنَّمَا يَنْهَاكُمُ اللَّهُ عَنِ الَّذِينَ قَاتَلُوكُمْ فِي الدِّينِ وَأَخْرَجُوكُم مِّن دِيَارِكُمْ وَظَاهَرُوا عَلَى إِخْرَاجِكُمْ أَن تَوَلَّوْهُمْ وَمَن يَتَوَلَّهُمْ فَأُوْلَئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ (المجادلۃ:۸،۹)

"جن لوگوں نے تم سے دین کے بارے میں لڑائی نہیں لڑی اور تمہیں جلا وطن نہیں کیا' ان کے ساتھ سلوک و احسان کرنے اور منصفانہ بھلے برتاؤ کرنے سے اللہ تعالیٰ تمہیں نہیں روکتا بلکہ اللہ تعالیٰ تو انصاف کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ تمہیں صرف ان لوگوں کی محبت سے روکتا ہے جنہوں نے تم سے دین کے بارے میں لڑائیاں لڑیں اور تمہیں دیس سے نکال دیا اور دیس سے نکال دینے والوں کی مدد کی جو لوگ ایسے کفار سے محبت کریں وہ (قطعاً) ظالم ہیں"۔

اس منہج کا یہ گمان ہے کہ اس فوج اور استخبارات کے افراد کے ساتھ جنگ واجب نہیں ہے، اگرچہ وہ مسلمانوں کو ہی کیوں نہ قتل کریں، اور ان پر لازم ہے کہ وہ تسلیم ہو جائیں۔ حالانکہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ فرماتے ہیں:

وَإِن نَّكَثُواْ أَيْمَانَهُم مِّن بَعْدِ عَهْدِهِمْ وَطَعَنُواْ فِي دِينِكُمْ فَقَاتِلُواْ أَئِمَّةَ الْكُفْرِ إِنَّهُمْ لاَ أَيْمَانَ لَهُمْ لَعَلَّهُمْ يَنتَهُونَ O أَلاَ تُقَاتِلُونَ قَوْمًا نَّكَثُواْ أَيْمَانَهُمْ وَهَمُّواْ بِإِخْرَاجِ الرَّسُولِ وَهُم بَدَؤُوكُمْ أَوَّلَ مَرَّةٍ أَتَخْشَوْنَهُمْ فَاللهُ أَحَقُّ أَن تَخْشَوْهُ إِن كُنتُم مُّؤُمِنِينَO قَاتِلُوهُمْ يُعَذِّبْهُمُ اللهُ بِأَيْدِيكُمْ وَيُخْزِهِمْ وَيَنصُرْكُمْ عَلَيْهِمْ وَيَشْفِ صُدُورَ قَوْمٍ مُّؤْمِنِينَ Oوَيُذْهِبْ غَيْظَ قُلُوبِهِمْ وَيَتُوبُ اللهُ عَلَى مَن يَشَاءُ وَاللهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ (التوبۃ:۱۲۔۱۵)

"اگر یہ لوگ عہد و پیمان کے بعد بھی اپنی قسمیں توڑ دیں اور تمہارے دین میں طعنہ زنی کریں تو تم بھی ان سرداران کفر سے بھڑ جاؤ۔ ان کی قسمیں کوئی چیز نہیں ممکن ہے کہ اس طرح وہ بھی باز آجائیں۔ تم ان لوگوں کی سرکوبی کے لئے کیوں تیار نہیں ہوتے، جنہوں نے اپنی قسموں کو توڑ دیا اور پیغمبر کو جلا وطن کرنے کی فکر میں ہیں اور خود ہی اول بار انہوں نے تم سے چھیڑ کی ہے کیا تم ان سے ڈرتے ہو؟ اللہ ہی زیادہ مستحق ہے کہ تم اس کا ڈر رکھو بشرطیکہ تم ایمان والے ہو۔ ان سے تم جنگ کرو اللہ تعالیٰ انہیں تمہارے ہاتھوں عذاب دے گا، انہیں ذلیل اور رسوا کرے گا، تمہیں ان پر مدد دے گا اور مسلمانوں کے کلیجے ٹھنڈے کرے گا۔ اور ان کے دل کا غم و غصہ دور کرے گا اور جس کی طرف چاہتا ہے رحمت سے توجہ فرماتا ہے، اللہ جانتا بوجھتا حکمت والا ہے۔"

اور اللہ عزوجل فرماتے ہیں:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُواْ خُذُواْ حِذْرَكُمْ فَانفِرُواْ ثُبَاتٍ أَوِ انفِرُواْ جَمِيعًاOوَإِنَّ مِنكُمْ لَمَن لَّيُبَطِّئَنَّ فَإِنْ أَصَابَتْكُم مُّصِيبَةٌ قَالَ قَدْ أَنْعَمَ اللهُ عَلَيَّ إِذْ لَمْ أَكُن مَّعَهُمْ شَهِيدًاOوَلَئِنْ أَصَابَكُمْ فَضْلٌ مِّنَ اللهِ لَيَقُولَنَّ كَأَن لَّمْ تَكُن بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُ مَوَدَّةٌ يَا لَيتَنِي كُنتُ مَعَهُمْ فَأَفُوزَ فَوْزًا عَظِيمًاOفَلْيُقَاتِلْ فِي سَبِيلِ اللهِ الَّذِينَ يَشْرُونَ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا بِالآخِرَةِ وَمَن يُقَاتِلْ فِي سَبِيلِ اللهِ فَيُقْتَلْ أَو يَغْلِبْ فَسَوْفَ نُؤْتِيهِ أَجْرًا عَظِيمًاOوَمَا لَكُمْ لاَ تُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللهِ وَالْمُسْتَضْعَفِينَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَاء وَالْوِلْدَانِ الَّذِينَ يَقُولُونَ رَبَّنَا أَخْرِجْنَا مِنْ هَذِهِ الْقَرْيَةِ الظَّالِمِ أَهْلُهَا وَاجْعَل لَّنَا مِن لَّدُنكَ وَلِيًّا وَاجْعَل لَّنَا مِن لَّدُنكَ نَصِيرًاOالَّذِينَ آمَنُواْ يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللهِ وَالَّذِينَ كَفَرُواْ يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ الطَّاغُوتِ فَقَاتِلُواْ أَوْلِيَاء الشَّيْطَانِ إِنَّ كَيْدَ الشَّيْطَانِ كَانَ ضَعِيفًا (النساء:۷۱۔۷۶)

"اے مسلمانو! اپنے بچاؤ کا سامان لے لو پھر گروہ گروہ بن کر کوچ کرو یا سب کے سب اکٹھے ہو کر نکلو۔ اور یقیناً تم میں بعض وہ بھی ہیں جو پس و پیش کرتے ہیں پھر اگر تمہیں کوئی نقصان ہوتا ہے تو وہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ پر بڑا فضل کیا کہ میں ان کے ساتھ موجود نہ تھا۔ اور اگر تمہیں اللہ تعالیٰ کا کوئی فضل مل جائے تو اس طرح کہ گویا تم میں ان میں دوستی تھی ہی نہیں کہتے ہیں کاش! میں بھی ان کے ہمراہ ہوتا تو بڑی کامیابی کو پہنچتا۔ پس جو لوگ دنیا کی زندگی کو آخرت کے بدلے بیچ چکے ہیں انہیں اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرنا چاہیے اور جو شخص اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرتے ہوئے شہادت پالے یا غالب آجائے، یقیناً ہم اسے بہت بڑا ثواب عنایت کرتے ہیں۔ بھلا کیا وجہ ہے کہ تم اللہ کی راہ میں اور ان ناتواں مردوں، عورتوں اور ننھے ننھے بچوں کے چھٹکارے کے لئے جہاد نہ کرو؟ جو یوں دعائیں مانگ رہے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار! ان ظالموں کی بستی سے ہمیں نجات دے اور ہمارے لئے خاص اپنے پاس سے حمایتی مقرر کر دے اور ہمارے لئے خاص اپنے پاس سے مددگار بنا۔ جو لوگ ایمان لائے ہیں وہ تو اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرتے ہیں اور جن لوگوں نے کفر کیا، وہ اللہ تعالیٰ کے سوا اوروں کی راہ میں لڑتے ہیں پس تم شیطان کے دوستوں سے جنگ کرو یقین مانو کہ شیطانی حیلہ (بالکل بودا اور) سخت کمزور ہے"۔

یقیناً قرآن کا منہج عزت کا اور ظلم سے دفاع کا منہج ہے، اور شرک اور مادی و معنوی بتوں کو توڑنے کا منہج ہے، اور اللہ تعالیٰ کی نازل شدہ، خیر کی طرف بلانے والی، انصاف اور عزت والی شریعت کے قیام کا منہج ہے، اور باطل کے سامنے جھکنے اور اس پر راضی ہونے اور معمولی عیش کے بدلے اس کے ساتھ زندگی گزارنے کا منہج نہیں ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُواْ مَا لَكُمْ إِذَا قِيلَ لَكُمُ انفِرُواْ فِي سَبِيلِ اللّهِ اثَّاقَلْتُمْ إِلَى الأَرْضِ أَرَضِيتُم بِالْحَيَاةِ الدُّنْيَا مِنَ الآخِرَةِ فَمَا مَتَاعُ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا فِي الآخِرَةِ إِلاَّ قَلِيلٌ ○ إِلاَّ تَنفِرُواْ يُعَذِّبْكُمْ عَذَابًا أَلِيمًا وَيَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ وَلاَ تَضُرُّوهُ شَيْئًا وَاللّهُ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ (التوبۃ:۳۸-۳۹)

"اے ایمان والو! تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ جب تم سے کہا جاتا ہے کہ چلو اللہ کے راستے میں کوچ کرو تو تم زمین سے لگے جاتے ہو۔ کیا تم آخرت کے عوض دنیا کی زندگانی پر ریجھ گئے ہو۔ سنو! دنیا کی زندگی تو آخرت کے مقابلے میں کچھ یونہی سی ہے۔ اگر تم نہ نکلو گے تو اللہ تم کو بڑی تکلیف کا عذاب دے گا۔ اور تمہاری جگہ اور لوگ پیدا کر دے گا (جو اللہ کے پورے فرماں بردار ہوں گے) اور تم اس کو کچھ نقصان نہ پہنچا سکو گے۔ اور اللہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے"۔

جی ہاں! جہاد کے لیے نکلنے سے روگردانی کی سزا 'استبدال (تبدیلی)' ہے۔

اس لیے میرے مسلمان بھائیو! جب ہم ارادہ کریں کہ ہم نصرتِ دین کے راستے پر پہلا قدم رکھیں تو ہم پر لازم ہے کہ ہم شکست خوردہ قیادتوں سے دور رہیں جو کہ مقابلے سے جی چراتے ہیں، اور ہم پر لازم ہے کہ ان لوگوں سے بھی دور رہیں جو وطنیت کی دعوت دیتے ہیں۔

ہم پر لازم ہے کہ ہم اپنی طاقت کے مطابق تیاری کریں اور اپنی طاقت کے مطابق جہاد کی دعوت دیں اور کلمۂ توحید کے گرد جمع ہو جائیں اور اس پر سودا نہ کریں اور اپنا محاسبہ کریں تاکہ شکست کے ہر قسم کے سبب سے ہم چھٹکارا پا سکیں، پھر ہم اپنے رب پر بھروسہ کریں اور جہاں بھی ہمیں آسان ہو جہاد کریں، مسلمانوں کے تمام علاقے ایک ہی علاقے کے مانند ہیں۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ فرماتے ہیں:

فَقَاتِلْ فِي سَبِيلِ اللّهِ لاَ تُكَلَّفُ إِلاَّ نَفْسَكَ وَحَرِّضِ الْمُؤْمِنِينَ عَسَى اللّهُ أَن يَكُفَّ بَأْسَ الَّذِينَ كَفَرُواْ وَاللّهُ أَشَدُّ بَأْسًا وَأَشَدُّ تَنكِيلاً (النساء:۸۴)

"تو (اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم) تم اللہ کی راہ میں لڑو تم اپنے سوا کسی کے ذمہ دار نہیں ہو اور مومنوں کو بھی ترغیب دو قریب ہے کہ اللہ کافروں کی لڑائی کو بند کر دے اور خدا لڑائی کے اعتبار سے بہت سخت ہے اور سزا کے لحاظ سے بھی سخت ہے"۔

اسی طرح فرماتے ہیں:

وَأَعِدُّواْ لَهُم مَّا اسْتَطَعْتُم مِّن قُوَّةٍ وَمِن رِّبَاطِ الْخَيْلِ تُرْهِبُونَ بِهِ عَدْوَّ اللّهِ وَعَدُوَّكُمْ وَآخَرِينَ مِن دُونِهِمْ لاَ تَعْلَمُونَهُمُ اللّهُ يَعْلَمُهُمْ (الانفال:۶۰)

"اور جہاں تک ہو سکے (فوج کی جمعیت کے) زور سے اور گھوڑوں کے تیار رکھنے سے ان کے (مقابلے کے) لئے مستعد رہو کہ اس سے اللہ کے دشمنوں اور تمہارے دشمنوں اور ان کے سوا اور لوگوں پر جن کو تم نہیں جانتے اور اللہ جانتا ہے ہیبت بیٹھی رہے گی"۔

عالمِ اسلام میں اور خصوصاً عرب دنیا کے انقلابی علاقوں میں غلام حکومتوں کی سرکشی ایسی نہیں ہے کہ اس کو دبایا نہ جا سکے، اور نہ ہی اس کی طاقت ایسی ہے کہ جسے شکست نہ دی جا سکے، اور نہ ہی اس کا ارتداد ایسا ہے کہ جسے نہ لوٹایا جا سکے، کیوں کہ ان کے مجرم جتنی بھی قوت حاصل کر لیں پھر بھی وہ نہ تخلیق کرتے ہیں، نہ رزق دیتے ہیں، نہ پیدا کرتے ہیں اور نہ مار سکتے ہیں۔

چوتھا سبق:

تورابورا سے حاصل ہونے والا چوتھا درس قائد کے طریقہ کار کی مہارت کی اہمیت اور اپنے فیصلوں میں جمود نہ اختیار کرنا ہے۔ قائد پر لازم ہے کہ وہ اپنے اندر شجاعت پیدا کرے اپنے فیصلے کو بدلنے کے لیے تاکہ حالات کے مناسب ہو جائے۔

جب شیخ اسامہ رحمہ اللہ نے دیکھا کہ تورابورا میں قلعہ بند رہنا معرکے کے بدلے ہوئے حالات کے مناسب نہیں ہے تو فوراً آپ نے معاہدے کے موقع کو اختیار کیا تاکہ تورابورا سے نکل سکیں۔ ان کا یہ فیصلہ اس کے بعد ان کے اور ان کے بھائیوں کے لیے مجرموں کے سرغنوں کے ظلم کے خلاف مقاومت کے دوام کا سبب بن گیا۔

زمین سے چپکے رہنا، حالتِ ضعف میں جنگ لڑنے کے اہم اصولوں کے خلاف ہے۔ جنگ کے طویل ہونے کی وجہ سے مجاہدین کی تربیت بہت ضروری ہے۔ کیوں کہ یہ لمبی صلیبی جنگ ہے۔ اس معرکے میں داخل ہونا اس بنیاد پر نہیں ہونا چاہیے کہ یہ ایک لوٹ کھسوٹ کا معرکہ ہے جس کی کوئی بنیاد نہیں، ایک شخص خلافت کا طالب ہو تو دوسرا سلطنت کا، جس کے لیے احکام شریعت کی مخالفت کی جائے اور محرمات سے تجاوز کیا جائے، خون بہایا جائے، واقعاتِ حقیقہ سے تجاہل اختیار کیا جائے، دشمن یہی سب کچھ چاہتا ہے۔ نتیجتاً امت ان تمام عبث کاموں سے جو کہ جہاد کے نام پر کیے جاتے ہیں' جہاد ہی سے متنفر ہو جاتی ہے۔

پانچواں سبق: دشمن کے تعلقات اور نقل و حرکت پر نظر رکھنا:

جیسا کہ میں نے پہلے ذکر کیا تھا کہ دشمن کے روابط پر نظر رکھنے کے ذریعے ساتھیوں کو شیخ ابن شیخ اللیبیؒ کے مرکز میں گھسنے کا حیلہ ہاتھ آ گیا تھا۔ چنانچہ انہوں نے کمین میں ساتھیوں کو داخل کر دیا۔

چھٹا سبق: وافر اسلحہ اور ذخائر کی حرص اور سخت حالات میں مال و قربان کرنا:

آخری مرتبہ تورا بورا پر چڑھائی سے پہلے کسی ساتھی نے ایک ساتھی کی شیخ سے شکایت کی کہ وہ پیکا مشین بہت مہنگی خرید تا ہے۔ شیخ رحمہ اللہ نے مجھ سے کہا کہ اس بھائی نے ہمارے لیے بہت سی مشینوں کا بندوبست کیا ہے جب کہ ان خواہش مند ساتھیوں نے ابھی تک ایک مشین کا بندوبست بھی نہیں کیا اور جب ہمیں نقصان ہو گا تو ہم اپنے ان بھائیوں کو کیا کہیں گے جنہوں نے ہمیں اپنے مال دیے ہیں اور وہ ہمارے پاس امانت ہیں۔ تو ہم نے ان سے معذرت کر لی کہ اسلحہ مہنگے داموں نہ خریدنے کی کوشش میں ہم نے آپ کے مال خرچ نہیں کیے۔

میں نے شیخ رحمہ اللہ کو دیکھا کہ وہ اسلحے کے ذخائر کے معاملے میں زیادہ بھاؤ تاؤ نہیں کیا کرتے تھے۔ انصار میں سے ایک ساتھی نے آر پی جی کے گولے ان کو پیش کیے تو شیخ نے فوراً اس کو پیسے دے دیے۔ میں نے ان سے پوچھا کہ کیا یہ ممکن نہیں کہ یہ دام بہت زیادہ ہوں؟ تو انہوں نے مجھے جواب دیا کہ لے لو، یہ وقت بھاؤ تاؤ کی بحث کا نہیں ہے۔

ساتواں سبق: خندق کھودنے کی اہمیت:

تورا بورا میں خندقیں اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی حفاظت کے بعد مجاہدین کی میزائلوں سے حفاظت کے اہم واسائل میں سے تھیں۔ خندقیں اپنی فراخی کی وجہ سے مجاہدین کا ٹھکانہ بھی تھیں۔ ہر خندق میں ایک چھوٹا لوہے کا ہیٹر (گرمی کا آلہ) بھی تھا، جسے افغان 'بخاری' کہتے ہیں، یہ مجاہدین کے لیے سردی سے بچاؤ کا ذریعہ تھا۔

اس سے مجرموں کے سرغنوں سے قتال میں کھدائی کے آلات کی اہمیت کا اندازہ ہوتا ہے۔ اس لیے امرا پر لازم ہے کہ اپنے افراد کو خندقیں کھودنے کی تربیت دیں اور اس کے لیے تمام آلات کا بندوبست کریں۔ وقت کی کمی اور مطلوبہ خندقوں کی زیادتی کی وجہ سے ساتھیوں نے ساتھ والے علاقے کے انصار سے مدد لی جس کی وجہ سے کم وقت میں کافی تعداد میں خندقیں کھودی گئیں۔ بحمد اللہ۔ اسی طرح مختلف اقسام کی بارودی سرنگیں بھی چھاپہ مار قوتوں سے دفاع کے لیے بہت اہم شمار ہوتی ہیں۔

آٹھواں سبق: انصار کو حاصل کرنے اور مخالفین کو ختم کرنے کے لیے مال کا استعمال:

یہ مال زکوۃ کے حصوں میں سے ایک حصہ ہو گا اور دفاعی جہاد میں اس کا خرچ کرنا اہم واجبات میں سے ہے۔ شیخ رحمہ اللہ محاصرین کی قیادتوں میں سے جس کو بھیجنا ممکن ہوتا تو اسے پیسے بھیجتے تھے، اور اس میں بہت نرمی سے کام لیتے تھے۔ مجھے یاد ہے کہ ایک دفعہ انہوں نے کسی کو ایک رقم بھیجی اور لے جانے والے سے کہا کہ اس سے کہنا کہ یہ اس کے علاقے کے یتیموں کے لیے ہے۔

نواں سبق: جہاد میں معاون انصار کی امداد

اس کا تعلق بھی مال کے ساتھ ہے اور وہ ہے جہاد میں معاون انصار کی امداد کرنا۔ میں نے پانچویں حلقے میں ایک علاقے کا ذکر کیا تھا جس نے ہماری مدد کی تھی۔ شیخ رحمہ اللہ نے ان سے جہاد و قتال کا عہد لیا۔ انہوں نے اپنے اہل خانہ کو بمباری سے دور لے جانے کی مہلت کا مطالبہ کیا۔ شیخ رحمہ اللہ نے ان سے ہر ہجرت کرنے والی فیملی کے ساتھ مالی تعاون کا وعدہ کیا۔

دسواں سبق: بڑی تعداد میں انصار حاصل کرنا اور ان کو میدان میں لے کر آنا یا کم سے کم ان کی طاقت سے فائدہ اٹھانا اگرچہ وہ میدانِ قتال سے باہر ہی کیوں نہ ہوں

یہاں انصار کی طاقت سے فائدہ اٹھانے کی اہمیت اور مجاہدین کے پیش روؤں کا اندازہ ہو جاتا ہے۔ چنانچہ بہت سے وہ لوگ جنہوں نے شیخ اسامہ رحمہ اللہ اور ان کے ساتھیوں کے لیے خدمات پیش کیں، میدان قتال سے باہر تھے لیکن انہوں نے سخت حالات میں بڑی بڑی خدمات پیش کیں۔

اس سے لوگوں کی محبت حاصل کرنے میں نیک سیرت اور اچھی تاریخ کی اہمیت واضح ہوتی ہے۔ جو اس کے موافق ہو تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے لوگوں میں مقبولیت اور محبت ڈال دیتے ہیں، اور جو شخص اس سے محروم ہو جائے اور وقتی مکاسب سے دھوکہ دے، فساد پھیلائے، برا بھلا کہے، ناشکری اور عہد شکنی کرے تو حالات اس پر گواہ ہیں کہ وہ اس نعمت سے محروم رہتا ہے۔

ذخیرہ اندوزی، نقل و حرکت اور خرید و فروخت کی ضمانت میں انصار کا بہت اہم کردار ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ لمبے معرکوں میں کافی مقدار میں رسد کا پہنچانا ثابت قدمی کے اہم عناصر میں سے ہے۔

گیارہواں سبق: مقابل کو وعظ و نصیحت کرنا اگرچہ وہ مجرموں کا سردار ہی کیوں نہ ہو:

شیخ رحمہ اللہ نے دین محمد (جو کہ منافقین کا ایک سردار تھا) کو وعظ و نصیحت بھیجی لیکن اس نے قبول نہ کی اور اس کا مذاق اڑایا۔ لیکن ایک دوسرے شیخ جو حصار میں شریک تھے' نے اس کی قبولیت کو ظاہر کیا اور اس نے وعدہ کیا کہ اس کی طرف سے ان کو نقصان نہیں پہنچے گا۔

بارہواں سبق:

دشمن سے معلومات چھپانے کی اہمیت، ٹھکانوں، آگ جلانے کی جگہوں، مجاہدین کی تعداد اور قیادتوں کی موجودگی کو چھپانا۔

تیرہواں سبق: دشمن کے مجاہدین کی قیادتوں تک پہنچنے کے لیے تسلیم ہونے سے دھوکہ نہ کھانا

جیسے منافقین اقوام متحدہ کے لیے خود سے مجاہدین کے سامنے تسلیم ہو جاتے ہیں۔ جیسا کہ محمد زمان کو شیخ اسامہ رحمہ اللہ کے سامنے پیش کیا تھا کہ آپ اس کی حفاظت کریں اور اس کو جگہ دیں۔

چودھواں سبق: قیادت کا مجاہدین کے درمیان رہنے، ان کے ساتھ زندگی گزارنے اور ان کے حالات میں ان کے ساتھ رہنے کی اہمیت، اور اس سے بھی زیادہ اہم اور خطرناک عوام اور مجاہدین کے درمیان قیادت کے مقام اور منصب کے لیے عقیدے، ثابت قدمی، اخلاق اور اہلِ وفا مقتداؤں کو تیار کرنا۔

ثابت قدم مخلص قیادت ٗ مجاہدین وعوام میں ثابت قدمی اور اخلاص پیدا کرتی ہے، اور اس کے برعکس میں معاملہ برعکس ہوتا ہے، دھوکے باز جھوٹی اور حق سے پھرنے والی قیادت اپنے اوپر فتنوں کا دروازہ کھولتی ہے، تاکہ وہ ہر موقع پرست کے لیے ایک برا مقتدا بن جائے، سو وہ اپنے آپ، مجاہدین کی جماعت اور مسلم عوام کو ہلاکت میں ڈال دیتی ہے۔

پندرہواں سبق: مجاہدین کا قبائل سے استفادہ کرنا:

اگر مجاہدین نے قبائل میں سچے اور مخلص لوگ پیدا کر لیے اور ان کی قبائلی حیثیت سے استفادہ کر لیا تو پورا قبیلہ یا تو مجاہد بن جاتا ہے یا جہاد کا معاون۔ مجاہدین کبھی بھی قبائل میں اللہ کے حکم اور توفیق سے اہلِ خیر وصلاح وعطا کو ناپید نہیں پائیں گے۔

آخر میں یہ بات کہ تورابورا کا تذکرہ امت کے دل میں امید پیدا کرتا ہے، اور اس پر یہ واضح کرتا ہے کہ ایک چھوٹی سی جماعت جس کی تعداد تین سو کے لگ بھگ ہو، ہر طرح کے وسائل سے لیس چالیس سے زائد صلیبی ملکوں کی متحدہ فوج جس کی تاریخ میں مثال ناپید ہے اور جن کو ان کے تابع حقیر ممالک مضبوط کرتے ہیں جیسے پاکستان، سعودیہ، ترکی، مصر، اردن اور خلیج کی تقسیم شدہ چھوٹی چھوٹی ریاستوں کے علاوہ دیگر بھکاری وظیفہ خور ریاستیں، ان مجاہدین کو شکست دینے کی طاقت نہیں رکھتی۔

اے ہماری امت مسلمہ! کیا ہم دشمن کے سامنے تسلیم ہونے والے راستوں کو چھوڑ سکتے ہیں؟ جبہ ودستار والوں کا راستہ جو آپ کو امریکیوں کی صف میں مسلمانوں کے خلاف لڑنے کے لیے داخل ہونے کے جواز کا فتویٰ دیتے ہیں، اور جو آپ میں اپنا ضعف منتقل کرتے ہیں کہ ہتھیار ڈال دینا گولی چلانے سے زیادہ قوی ہے، اور یہ کہ ہم پر لازم ہے کہ ہم سیکولر طاقتوں سے اتحاد کریں، ایک ایسی وطن پرست حکومت میں جو شریعت سے فیصلہ کرنے کے بجائے غالب اکثریت کہ خواہش سے فیصلہ کرتے ہیں، اور جو وطنی تعلق کو اسلامی بھائی چارے پر فوقیت دیتے ہیں۔

اے ہماری امت! کیا ہم ان راستوں اور طریقوں کو چھوڑ کر صلیبیوں اور ان کے آلہ کاروں کی یلغار کے خلاف متحد ہو سکتے ہیں؟

اے ہماری امت! متحد ہو جاؤ اور تفرقہ کی دعوت دینے والوں سے بچو، اور بچو ان لوگوں سے جو وطن پرستوں اور خفیہ ایجنسیوں کے آلہ کاروں کو اپنا دوست رکھتے ہیں۔

اے ہماری امت! تمہیں امریکہ اور اس کے اتحادی ڈرا نہ سکیں۔ وہ بھی اللہ تعالیٰ کی مخلوقوں میں سے ایک مخلوق ہیں، کمزور، موت سے ڈرنے والے، تکلیف زدہ ہونے والے، خواہشات کے پیچھے زبان للچانے والے۔

تمہیں امریکہ کا لوگوں کو دہشت گرد اور اعتدال پسندوں میں تقسیم کرنا نہ ڈرا سکے۔ اللہ کی قسم وہ کسی کو نہ موت دے سکتے ہیں، نہ کسی کو زندہ کر سکتے ہیں اور نہ ہی کسی مُردے کو اُٹھا سکتے ہیں۔

ہاں ہم اللہ کے فضل اور اس کے احسان سے دہشت گرد، انتہا پسند ہیں! اگرچہ امریکہ کو کتنا ہی برا لگے، چاہے ہماری جتنی بھی تقسیمات بیان کرے، ہمارے خلاف لوگوں کو جمع کرے، چاہے ہمارے سروں کی جتنے کروڑ ڈالر انعام رکھے، ہمیں اس کے یہ کام اللہ تعالیٰ کی امداد سے مزید ثابت قدم بناتے اور ہمارے یقین میں اضافہ کرتے ہیں۔

میں اپنی بات کو اس قصے پر ختم کرتا ہوں کہ ایک دفعہ عید کے دنوں میں شیخ اسامہ رحمہ اللہ میرے گھر تشریف لائے، تو اللہ تعالی کے احسان سے میری اور میرے بھائیوں کی خوشی کی انتہا نہ رہی، سو جب میں نے ان کو سلام کہا تو میں نے ان کو ان اشعار کے ذریعے خوش آمدید کہا:

میں آپ کے آنے پر صرف آپ کو خوش آمدید نہیں کہتا

کیوں کہ جب آپ سالم ہوں تو سب سلامتی سے ہوتے ہیں

رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا ذُنُوبَنَا وَإِسْرَافَنَا فِي أَمْرِنَا وَثَبِّتْ أَقْدَامَنَا وانصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكَافِرِينَ

وآخرُ دعوانا أن الحمدُ للهِ ربِ العالمين، وصلى اللهُ على سيدِنا محمدٍ وآلِه وصحبه وسلم. والسلامُ عليكم ورحمةُ اللهِ وبركاتُه

☆☆☆☆☆

معین الدین شامی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تمام تعریفیں، بلاشبہ اللہ ہی کے لیے ہیں۔ وہ اللہ جو ہمارا ربّ ہے، ہمارا ہے، ہمارا اللہ ہے۔ اسی نے ہمیں پیدا کیا اور وہی ہمیں موت دیتا ہے اور بلاشبہ اس نے موت وحیات کو اس لیے پیدا کیا کہ وہ دیکھے کہ ہم میں سے کون ہے جو بہترین عمل کرتا ہے؟

مع الاستاذ فاروق، استاذ احمد فاروق کے ساتھ چند ملاقاتیں، ان کی چند یادیں، ان کی قیمتی باتیں، ان کی بعض ایسی باتیں جو مجھے خاص طور پر اچھی لگیں۔ میں استاذ کا محبوب ترین ان کی حیات میں تو شاید نہ تھا لیکن اللہ سے امید ہے کہ ان کی شہادت کے بعد ان شاء اللہ ان کے محبوب ترین لوگوں میں ضرور شامل ہو گیا ہوں گا۔ ہاں ان کی حیات میں ان کے محبوب تر لوگوں میں بہر حال شامل رہا۔ استاذ کی محبت کا حوالہ اس لیے اہم ہے کہ وہ ان شاء اللہ، ہمارے اللہ کے محبوب لوگوں میں سے ایک تھے۔ وہ میرے محبوب تھے اور میں ان کا، اور یہ محبت کی سنہری زنجیر ہے جو ہمارا اللہ کے دربار میں ذکر کا ان شاء اللہ ایک سبب ہے کہ ان شاء اللہ استاذ ہمیں بھولے نہیں ہیں۔

حضرتِ استاذ سے آج تک جتنی ملاقاتیں رہیں، سب کا احوال اور سب کی سب تو یاد نہیں، لیکن جتنی ذہن میں تازہ ہیں سب ہی لکھنے کا ارادہ ہے کہ یہ ان شاء اللہ توشۂ آخرت ہوں گی، مجھ سمیت حضرتِ استاذ کے محبّین کے لیے دنیا و آخرت میں فائدہ مند ہوں گی۔ اللہ تعالیٰ صحیح بات، صحیح نیت اور صحیح طریقے سے کہنے والوں میں شامل فرما لے۔

نوٹ: ان سلسلہ ہائے مضامین میں جہاں بھی 'استاذ' کا لفظ آئے گا تو اس سے مراد شہید عالمِ ربّانی استاد احمد فاروق رحمہ اللہ ہوں گے۔

و صلی اللہ علی نبیّنا محمد و آخر دعوانا ان الحمد للہ ربّ العالمین

بسم اللہ الرحمان الرحیم

ہشام گُل...

وانا کے اس گھر میں جس کا ذکر پچھلی دو تین نشستوں میں آ رہا کی میعاد تقریباً ختم ہونے کو تھی۔ ہمیں غالباً شین ورسک کی جانب ایک مکان کی طرف منتقل ہونا تھا لیکن ابھی اس گھر کی چند باتیں رہتی ہیں۔ شاید راقم اجمالی ذکر کر کے اگلی نشستوں کی جانب بڑھتا لیکن چند ہفتے قبل ایک حادثہ پیش آ گیا جس کے سبب مجلسِ استاذ میں اصحابِ استاذ میں سے ایک ''گُل'' کا ذکر کرنا لازمی ہو گیا ہے۔ بہر کیف...

کفار کے لیے آگ اور لوہا، مگر اپنوں کے لیے حریر و دیباج سے زیادہ نرم۔ معرکے میں جن کی بندوقیں لوہا و سیسہ اُگلیں، اپنوں کی محفل میں ان کے ذہن سے گل و ریحان پھوٹیں۔ ابد سے ازل تک اہلِ ایمان ایسے ہی اوصاف سے متصف رہے ہیں۔ حضرتِ استاذ بھی انہی اہل اللہ میں سے ایک تھے۔

یہ چار فروری ۲۰۱۱ء کی شام اور ۵ فروری ۲۰۱۱ء کی شب تھی۔ ہمارے ہشام بھائی کی صبح شادی تھی۔ امت کے زخموں کو دیکھ کر جو بے چین ہوئے تھے اور ان زخموں پر پھایا رکھنے کو میدانوں میں نکلے تھے... ان دکھی دلوں کی دوا کرنے کو حضرتِ استاذ اپنے گھر سے متصل مجاہدین کے مرکز میں آ تشریف فرما ہوئے۔

ہشام بھائی کی صبح شادی تھی۔ ان کا خاندان یہاں نہ تھا۔ نہ بھائی موجود تھے کہ جو اپنے دولہے کو شانوں پر اٹھاتے۔ نہ ماں قریب تھی کہ جو سر پر سہرا سجاتی۔ ایسے میں اس بھائی کو کسی کی جدائی کا احساس نہ ہو، تو حضرتِ استاذ کی راہنمائی میں دو چار مجاہد ساتھی دل لگی کو جمع ہوئے۔ چودہ صدیوں پہلے بھی مہاجروں کی حالت ایسی ہی تھی۔ کتابوں میں لکھا ہے کہ صحابہ جمع ہوا کرتے اور نکاح کے موقع پر ایک دوسرے کو ہنسی مذاق میں، دل لگی میں کھجوروں کی گٹھلیاں مارا کرتے، خوب خوش ہوتے اور ہنسایا کرتے، رضوان اللہ علیہم اجمعین۔ یہ محفل بھی متبعان و محبّانِ صحابہؓ کی محفل تھی۔

استاذ نے ہمارے ہشام بھائی کو چھیڑا، جیسا کہ دولہے کو چھیڑا جاتا ہے۔ کچھ دیر لطیفے سناتے بھی رہے اور سنتے بھی رہے[1]۔ امام ابنِ سیرین رحمہ اللہ کے بارے میں آتا ہے کہ اہلِ ایمان کے چہروں پر تبسم بکھیرنے کو شائستہ مذاق کرتے اور لطائف سناتے۔ حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ کے خلیفۂ مجاز حضرت خواجہ عزیز الحسن مجذوب رحمہ اللہ ایک روز حضرت تھانویؒ کی غیر موجودگی میں، حضرت کی جگہ تشریف فرما تھے۔ مفتی محمد شفیع صاحب عثمانیؒ فرماتے ہیں کہ خواجہ صاحبؒ نے خوب لطیفے سنائے اور

[1] مراد دائرۂ اخلاق میں مقید لطیفے۔ نہ کہ اس قسم کی زبان جو بدقسمتی سے ہمارے معاشرے میں رائج ہو گئی ہے۔

سب کو خوب ہنسایا۔ اچانک پوچھنے لگے کہ کس کس کو اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کی ذاتِ عالی کا استحضار ہے۔ اس پر کچھ حضرات ذرا شرمندہ ہوئے۔ خواجہ صاحبؒ فرمانے لگے کہ عین ہنسی مذاق کرتے ہوئے بھی میری یہ نیت تھی کہ یا اللہ یہ تیرے بندے ہیں، ان کو خوش کروں گا تو تُو خوش ہو گا۔ خواجہ صاحبؒ نے ہنسی مذاق اور لطیفوں کا بھی محل اور نیت اپنے عمل سے سمجھا دی۔

استاذ بھی کئی بار ساتھیوں کے مابین یوں بیٹھا کرتے۔ مجلس کشتِ زعفران بن جاتی۔ اگر کبھی محسوس کرتے کہ مذاق حد سے بڑھ رہا ہے یا بہت زیادہ وقت سے جاری ہے تو اللہ کے ذکر کی جانب اور سنجیدگی و متانت کی طرف ہدایت کرتے۔ یہ بہت زیادہ مذاق کا وقت بھی حد سے حد آدھ گھنٹہ ہوتا۔ راقم نے کئی بار دیکھا کہ جب زیادہ ہنسی آتی تو منہ پر ہاتھ رکھ لیتے اور اعوذ باللہ یا لاحول پڑھا کرتے۔ ایسا ہی معتدل رویہ استاذ نے ہشام بھائی کے نام کی گئی اس مجلس میں بھی رکھا۔ ہشام بھائی، استاذ کو بعض مرتبہ 'مرشد' کہا کرتے۔ انہی مرشد کے اس مرید کا احوال آج خصوصیت سے محفلِ استاذ کا حصہ ہے۔

صحبتِ استاذ کو اپنی کم مائیگی کے احساس کے ساتھ جب میں نے قلم بند کرنا شروع کیا تو یہ مذاق والی مجلس تو میرے ذہن میں تھی لیکن یہ نہ سوچا تھا کہ جن کے نام یہ مجلس تھی ان پر بھی کچھ لکھنا پڑے گا کہ وہ حیات تھے اور جہادی خدمات سر انجام دے رہے تھے۔ اچانک ایک ماہ قبل دروازہ کھٹکا اور قاصد خبر لایا کہ ہشام بھائی، افغانستان کے صوبے 'میدان وردگ' میں مقیم تھے، چند دن پہلے ان کے گھر پر امریکی و افغانی فوجیوں نے چھاپہ مارا اور ہشام بھائی، اپنے گھر میں شہید کر دیے گئے۔ إنّا لله و إنّا إليه راجعون۔

ہر دل عزیز، خوش طبع و خوش مزاج، تواضع و انکساری کے پیکر ہمارے بھائی کا جہادی نام 'ہشام گُل' تھا۔ اصلی نام سلمان علی اشرف ملک تھا۔ راولپنڈی کے علاقے 'ٹینچ بھاٹا' میں بچپن اور جوانی گزاری۔ آبائی تعلق راولپنڈی کے علاقے 'تھانہ چونترا' سے تھا۔ ان کی قوم کے لوگ 'ملک' اور 'اعوان' کے خطابات[2] اپنے نام کے ساتھ لگاتے ہیں۔ آپ حضرتِ علی کرم اللہ وجہہٗ کی اولاد میں سے تھے۔ اسی نسبت سے 'علوی' کہلاتے اور آپ کے خاندان کے بزرگوں کے پاس حضرتِ علی رضی اللہ عنہ تک لے جاتا شجرۂ نسب بھی محفوظ تھا۔ ہشام بھائی نے سنہ ۱۹۸۴ء میں آنکھ کھولی۔ بچپن میں ان کے والد جنابِ ملک اشرف اعوان صاحب کا انتقال ہو گیا تھا، اللہ پاک ان کی قبر کو بقعۂ نور بنا دے، آمین۔ کچھ سال یتیمی میں گزارے، والدہ نے بہت محبت اور لاڈ کے ساتھ اپنے تینوں بیٹوں میں سے اس بیٹے کی پرورش کی۔ ایف جی ہائی سکول سے پڑھے اور پھر ایک نجی کالج سے انٹر کیا۔ اسی زمانے میں دین کی طرف مائل ہوئے اور بعد ازاں ایک جہادی تنظیم 'لشکرِ طیبہ' کے کارکن بنے۔

انٹر کے بعد آپ نے مرچنٹ نیوی[3] میں شمولیت کا امتحان پاس کیا۔ آپ کا چناؤ کر لیا گیا اور آپ کراچی میں واقع پاکستان مَرین اکیڈمی (Pakistan Marine Academy) میں enroll/ بھرتی کر لیے گئے۔ آپ مرچنٹ نیوی کے معیارات کے مطابق ہر اعتبار سے تندرست تھے، سوائے ایک کے۔ اللہ کی جانب سے colour blindness[4] کی کمزوری آپ کے لیے سامانِ رحمت بنی اور آپ ایک پیشہ ور مرچنٹ نیوی کے پیشہ ور اہل کار بننے سے بچ گئے۔ میری بہت خواہش تھی کہ ہشام بھائی سے گزارش کرتا اور ان کا مرچنٹ نیوی کا یہ تجربہ ضبطِ تحریر میں آ جاتا۔ اللہ کرے کہ جسے اس تجربے کے احوال معلوم ہوں وہ اس کو تحریر کر دے، آمین۔ مرچنٹ نیوی میں شمولیت اور پھر اس سے نکلنے کے بعد آپ اپنے شہر کی طرف لوٹ آئے۔

تعلیمی تخصص کے لیے متصل شہر اسلام آباد کی بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی کا رخ کیا۔ جامعہ میں انہوں نے کمپیوٹر سائنسز کے شعبے کا انتخاب کیا اور تخصص مکمل کر کے سافٹ وئیر انجینئر بنے۔ اخروی نجات اور دنیوی فوز و فلاح کے راستے جہاد فی سبیل اللہ سے آپ پہلے ہی آگاہ تھے، جامعہ کے زمانے میں آپ کو بیسیوں مجاہدین و داعیانِ جہاد کو دعوت دینے والے ایک متقی اور عبقری مربّی ملے (اللہ ان مربّی شیخ کی خصوصی حفاظت فرمائیں، آمین)۔ ان مربّی کے جذبۂ دینی اور صحیح طریق پر، خالصتاً 'فی سبیل اللہ' جہاد کرنے کی دعوت اور راہنمائی نے ہمارے بھائی کے دِل کو موہ لیا اور انہوں نے شعوری طور پر القاعدہ کی دعوت کو قبول کیا۔ القاعدہ کی دعوت اپنی بنائی ہوئی یا تنظیم و جماعت کی طرف دعوت نہیں بلکہ اللہ کے دین پر اللہ کے بتائے ہوئے طریقوں پر عمل کرنے کی دعوت تھی اور ہے۔ چند ملاقاتوں میں 'ملک سلمان علی اشرف اعوان'، 'ہشام گل' بن گئے۔ اسی عرصے میں ہشام بھائی جامعہ سے فارغ ہوئے اور ایک نجی ادارے میں نوکری بھی کرنے لگے۔

---

[2] Title

[3] تجارتی بحریہ

[4] رنگوں میں امتیاز نہ کر سکنے کی کمزوری۔

یہ ۲۰۰۸ء کے اوائل کی بات ہے۔ راستے کی ترتیب بن گئی، کاروانِ اَلجہاد کی ایک ٹولی وزیرستان جارہی تھی۔ 'مربّی' نے انہیں اطلاع دی۔ دوراہا تھا۔ نوکری تھی، روشن امکانات تھے، ان کے ساتھ کے فارغ التحصیل سافٹ ویئر انجنیئر 'نوٹ' چھاپ رہے تھے۔ اس طرح کے نوجوانوں کے سرِ فہرست اہداف جو میں نے خود بعض سے سنے 'یوں تھے: خوب صورت خاتون سے شادی، چمچماتی کار، کوئی لگژری اپارٹمنٹ یا وِلّا[5] اور اچھی شہرت! دوسری طرف ہجرت وجہاد کے راستے کے پہاڑ، دشت، صحرا اور گم نامی۔

یہ دوراہا کوئی نیا نہ تھا۔ کل مصعب بن عمیر، صہیبِ رُومی، ابو دَحدَاح، سعد الاسود رضی اللہ عنہم اجمعین نے اسی دوراہے پر جدید شہروں کی سٹیزن شپ[6] ٹھکرائی تھی۔ انہی اصحابِ عزیمت کے پیروکار اور حضرتِ علی رضی اللہ عنہ کے اس بیٹے نے جنوبی وزیرستان کے صدر مقام وانا کا رختِ سفر باندھ لیا۔

ہشام بھائی کی تدریب[7] وانا سے متصل علاقے 'مانا میں ہوئی اور اس تدریب میں امت کے کئی ہونہار بیٹے شریک تھے۔ انہی ایام میں امیر مجموعہ ڈاکٹر ارشد وحید رحمہ اللہ پر پاکستانی خفیہ ایجنسیوں کی جاسوسی کے سبب امریکی ڈرون طیاروں نے فضائی حملہ کیا جس میں ڈاکٹر صاحب درجن بھر دیگر ساتھیوں سمیت جام شہادت نوش کر گئے۔

ڈاکٹر صاحب کی شہادت کے بعد مرکزی القاعدہ کی قیادت نے حضرتِ استاذ احمد فاروقؒ کو مجموعہ کا اولاً عارضی اور بعد میں مستقل امیر بنادیا۔ اس مجموعے میں پہلے سے ایک اعلام/ میڈیا کا شعبہ فعال تھا، جس کے اولاً نگہدار شیخ المجاہدین انجنیئر احسن عزیز رحمہ اللہ تھے اور بعد میں یہ ذمہ داری استاذ کے ذمہ لگائی گئی۔ جہاد میں شامل ہونے کے تقریباً دو ماہ بعد ہی ہشام بھائی کو شعبۂ اعلام میں شامل کر لیا گیا۔ ہشام بھائی اس شعبے میں شامل ہونے کے بعد گیارہ سال تک مسلسل اعلامی مسئولیت نبھاتے رہے۔

ہشام بھائی نے اپنی سب صلاحیتیں امت کے اعلام کے لیے وقف کر دیں۔ ایک دہائی سے زیادہ گم نام شہسوار رہے۔ صرف گم نام ہی نہیں بلکہ ان کے چہرے پر نقاب بھی ڈلا رہا۔ ہشام بھائی ایک ماہر گرافکس ڈیزائنر، ویڈیو ایڈیٹر، ویڈیو گرافکس ایڈیٹر، ویب ڈیزائنر، ویب ڈویلپر اور کمپیوٹر کی کئی زبانوں؛ C, C++, Java, Html, PHP, Dot Net, JavaScript وغیرہ کے ماہر تھے۔ ہشام بھائی کو خصوصی طور پر Photoshop, Premiere, After Effects, Dreamweaver, 3DMax, Office وغیرہ جیسے سافٹ ویئرز پر عبور حاصل تھا۔

ہشام بھائی دسیوں اعلامی ساتھیوں کے استاد تھے۔ ان کے شاگردوں میں امارتِ اسلامیہ افغانستان کے سمعی وبصری کمیشن سے وابستہ کچھ ساتھی، پاکستانی جہادی مجموعات سے وابستہ اعلامی ساتھی اور خود مرکزی القاعدہ کے 'مؤسسۃ السّحاب' اور اولاً ادارہ السحاب اردو اور بعد میں ادارہ السحاب برِّصغیر سے وابستہ ساتھی ہیں۔ ہشام بھائی کے یہ سب شاگرد باذن اللہ، ان کے لیے صدقۂ جاریہ ہیں۔

ہشام بھائی نے درجنوں اعلامی کاوشوں کی یا تو براہِ راست خود ادارت کی یا ان میں حصہ ڈالا۔ مؤسسۃ السّحاب، السّحاب اردو، ادارہ السّحاب برِّ صغیر، حطّین، نوائے افغان جہاد، مطبوعاتِ دعوت و جہاد (ویب سائٹ)، ملحمہ (ویب سائٹ)، شریعت یا شہادت (سوشل میڈیا منصوبہ) جیسے اداروں میں ان کی شمولیت خصوصاً قابلِ ذکر ہے۔ ہشام بھائی کا اعلامی کاموں میں بھی خاص تخصص جہادی ویڈیو ترانے بنانا تھا۔

امنیاتی۔ تکنیکی اعتبار سے ہشام بھائی نے مجاہدین کے لیے سکیورٹی سافٹ ویئرز بھی ترتیب دیے اور اپنی ساری صلاحیت مجاہدین کے رازوں کو محفوظ بنانے کی خاطر صرف کی۔ اسی طرح کے ایک سکیورٹی سافٹ ویئر پر کام کرتے ہوئے ہشام بھائی رات گئے تک جاگتے رہتے اور جب تک یہ منصوبہ مکمل نہ ہوا وہ مسلسل اپنے آپ کو کھپاتے رہے۔

مرشد قاری اسامہ ابراہیم غوری رحمہ اللہ، ہشام بھائی کے خاص استاد تھے اور ہشام بھائی سے بہت محبت کا تعلق رکھتے تھے۔ مرشد نے ہشام بھائی کو 3D ڈیزائننگ اور ڈویلپمنٹ کا کام سیکھنے کے لیے ایک بار خاص طور پر پاکستان میں ایک میڈیا ہاؤس میں بھیجا۔ ہشام بھائی مرشد کے خاص معتمد ساتھی تھے اور کافی عرصہ ان کے لیے خط وکتابت کے فرائض بھی سرانجام دیتے رہے۔

اتنی صلاحیتوں اور خوبیوں کے ساتھ جس خوبی نے آپ کو مزید بلندی دی وہ آپ کی تواضع تھی۔ بلا شبہ تواضع بلندیٔ اخلاق میں سے ہے۔ اپنی رائے کو قربان کر دینا اسی وصف کی ایک اعلیٰ شاخ ہے اور ہشام بھائی اس سے خوب بہرہ مند تھے۔ ہشام بھائی شعر وشاعری پڑھنے کا بھی ایک خاص ذوق رکھتے اور بعض نظموں اور غزلوں کو اپنے خاص انداز میں گنگنایا بھی کرتے۔

اللہ کا یہ عابد وزاہد بندہ کئی قسم کی آزمائشوں سے گزارا گیا اور ہمارے گمان کے مطابق ان سب میں ہی کامیاب ٹھہرا۔ ہشام بھائی کے دو بچے...ایک بیٹی اور ایک بیٹا نہایت کم عمری

---

[5] Villa

[6] شہریت

[7] Basic Training

میں وفات پا گئے اور آپ اس پر صابر و شاکر رہے۔ آپ کا نکاح ہمارے شہید بھائی مصعب رحمہ اللہ کی ہمشیرہ سے ہوا۔ ہشام بھائی کا اپنی بہن کے لیے مصعب بھائی رحمہ اللہ نے خود انتخاب کیا تھا۔ یہ انتخاب، منتخب ہونے والے اور کرنے والے دونوں ہی کی بلندی پر دلیل ہے۔ مصعب بھائی کا ذکر ان کی شہادت سے منسوب محفلِ استاذ میں ان شاء اللہ آئے گا۔

ہشام بھائی ذکر و اذکار اور تلاوت کے بہت پابند تھے۔ صبح و شام کے اذکار، رات کو سونے کے اذکار کی سختی سے پابندی کرتے۔ ان کا معمول تھا کہ روزانہ صبح سویرے سورۃ یٰسں کی تلاوت کیا کرتے۔ رات کو سونے سے قبل سورۃ الملک کی تلاوت اکثر کیا کرتے۔ جمعے کے دن سورۃ الکہف پڑھنے کا اہتمام کرتے۔ اگر کبھی بوجہ مصروفیت سورۃ الکہف پڑھ نہ پاتے تو اس کی تلاوت سنتے ضرور تھے۔

ہشام بھائی سلفی مسلک پر عمل کرنے والے تھے۔ ان کا عمل ہر مسلک کی اتباع کرنے والے کے لیے نمونۂ عمل ہے۔ وہ فروعی اختلافات کو نزاع بنانے سے صرف بچتے نہ تھے بلکہ کسی اور کو بھی ان اختلافات کے قریب نہ پھٹکنے دیتے۔ ایک دفعہ مجاہدین کے ایک مرکز میں ایک حنفی اور ایک سلفی بھائی کی کسی تصوف کے مسئلے پر بحث ہو گئی۔ اس پر ہشام بھائی جو امیر مرکز بھی تھے فوراً درمیان میں آئے اور کہا کہ بھائیو! کیا اس فروعی مسئلے کے متعلق روزِ قیامت سوال کیا جائے گا؟

یہ سننا تھا کہ فریقین خاموش ہو گئے۔ بلا شبہ فکرِ آخرت اور خانقاہِ جہاد بندۂ مومن کی سمت صراطِ مستقیم کی طرف رکھتی ہے اور ڈگمگانے نہیں دیتی۔ ہشام بھائی اپنے آپ کو علمائے کرام کی اتباع کا پابند رکھتے تھے، ہر گز بھی کہیں خود رائی کا مظاہرہ نہ کرتے۔ بالفرض ان کا فہم اگر کچھ اور کہہ رہا ہوتا اور عالم سے مسئلہ معلوم کرنے پر دوسری بات پتہ چلتی تو فوراً رجوع کر لیتے۔

جہادِ پاکستان میں خاص طور پر ۲۰۱۲ء کے اواخر سے ۲۰۱۴ء کے اواخر تک کچھ اندرونی آزمائشوں کے مہ و سال گزرے جنہیں راقم 'ایامِ فتن' سے منسوب کرتا ہے۔ جہاد آزمائشوں ہی کا راستہ ہے لیکن بیرونی آزمائش میں سرخروئی آسان ہے جب کہ اندرونی آزمائش بندے کو اندر سے ہلا دیتی ہے۔

ان ایام میں حضرتِ استاذ نے ایک روز بتایا کہ میں نے ہشام بھائی سے پوچھا کہ آخر کیا وجہ ہے کہ بعض ساتھی فتنے کا شکار ہو جاتے ہیں۔ اس پر ہشام بھائی نے کہا کہ دراصل بندے کو دوسروں کی بہت سی باتیں محسوس تو ہوتی ہی ہیں اور بندہ ان سے صرفِ نگاہ کرتا ہے۔ لیکن شیطان ان کو جمع کرتا رہتا ہے اور ایک وقت میں یہ سب ہی منفی باتیں اس کو یاد دلا کر ایک آتش فشاں کی طرح پھاڑ دیتا ہے۔ ضرورت اس بات کی ہوتی ہے کہ انسان حقیقتاً صرفِ نگاہ کرتا رہے، آزمائشوں پر صبر کرتا رہے اور شیطان کے سامنے اپنے ہتھیار نہ پھینکے اور اپنے آپ کو پھٹنے سے بچائے اور اللہ سے تعلق مضبوط کرے۔ جس کا جتنا تعلق اللہ سے ہو گا وہ اتنا ہی آزمائشوں میں ثابت قدم رہے گا۔

حضرتِ استاذ نے بعد میں بھائی جان داؤد غوری سے فرمایا کہ سب سے کام کی بات ہشام بھائی نے کی ہے۔ ہشام بھائی مستحق ہیں کہ ان پر طویل مضمون لکھا جائے لیکن محفلِ استاذ اس کا محل نہیں۔ ایک آدھ اور بات کر کے محفلِ استاذ کی طرف لوٹتا ہوں۔

ہشام بھائی تلامذۂ استاذ میں ایک خاص تلمیذ تھے۔ اپنے نام کی طرح گُل تھے، جس کی ملائم پتیاں سب ہی اہلِ ایمان کے لیے احساسِ نرمی ہوں۔ جس گُل کی مہک سارے گلشن کی جان ہو۔ آخرِ کار یہ گُل مالک کا انتخاب ٹھہرا اور عرش تلے لٹکتی ذہبی قندیل میں، ذہبی گُلدان میں جا سجا۔ بہت ہی شقی تھے وہ لوگ جنہوں نے ہشام بھائی جیسے شخص کو شہید کیا، اللہ پاک ہمیں ان کا انتقام لینے والا بنائیں، آمین۔

ہشام بھائی کی ایک کرامت ان کی شہادت کے بعد ظاہر ہوئی۔ یہ کرامت صرف ہشام بھائی کی کرامت نہیں بلکہ ان شاء اللہ، اللہ سبحانہٗ و تعالیٰ کی اس کاروانِ جہاد کی تائید و نصرت کا ثبوت بھی ہے۔

ہوا یوں کہ ہشام بھائی کے پاس بیت المال کی ایک امانت تھی جو انہوں نے دفنا رکھی تھی۔ امریکیوں اور ان کے اتحادیوں کے چھاپے سے قبل انہوں نے یہ امانت بوجوہ نکالی تھی اور پھر اس کو دفنا کر دیگر بھائیوں کو بتانے کا موقع انہیں نہ ملا تھا۔ یا تو عین چھاپے کے دوران یا اس سے قبل انہوں نے یہ امانت اپنے کمرے میں ایک جگہ دفنا دی اور ان کے علاوہ کسی بشر کو اس کا علم نہ تھا۔ یہ ایک خطیر رقم تھی اور بعد از شہادت کسی کو نہ ملی۔ سب ہی پریشان تھے۔ ایسے میں ہشام بھائی کی بیوہ نے خواب میں دیکھا کہ امیر المؤمنین شیخ ہبۃ اللہ اخندزادہ، نصرہُ اللہ تشریف لائے ہیں اور کہتے ہیں کہ میری امانت کہاں ہے؟ اس پر ان کی بیوہ لاعلمی کا اظہار کرتی ہیں۔ اتنے میں ہشام بھائی آ جاتے ہیں، ہماری یہ معزز و محترم بہن ہشام بھائی سے پوچھتی ہیں کہ وہ امانت کہاں ہے؟ اس پر ہشام بھائی ان کو اس جگہ لے جاتے ہیں جہاں انہوں نے امانت دفنائی تھی۔ بعد ازاں ساتھی جب اس جگہ پر پہنچتے ہیں تو امانت کو وہیں پاتے ہیں۔ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يَتَفَكَّرُونَ "بلا شبہ اس میں نشانیاں ہیں سوچنے والے لوگوں کے لیے... غور و فکر کرنے والے لوگوں کے لیے"۔

اللہ تعالیٰ ہشام بھائی پر رحمتوں کا نہ ختم ہونے والا نزول فرمائیں، آمین یا ربّ العالمین۔

دوبارہ موضوع کی طرف لوٹتے ہیں، ہشام بھائی رحمہ اللہ کی شادی کے اگلے پچھلے ایام تھے کہ بھائی داؤد غوری حفظہ اللہ نے استاذ رحمہ اللہ سے ایک سوال پوچھا۔ سوال یہ تھا کہ ہمارے بعض مجاہد بھائی یوں کہتے ہیں کہ ''ہم ہی حق پر ہیں''، تو کیا یہ کہنا درست ہے؟

اس پر میری یادداشت کے مطابق استاذ نے فرمایا کہ یہی بات کہنے کے دو انداز ہیں۔

ایک تو یہ کہ ''ہم ہی حق پر ہیں''۔ یعنی (تواضع کے ساتھ) یہ جاننا کہ جس راستے پر ہم چل رہے ہیں یہی راستہ حق ہے، اسی سے غلبۂ دین حاصل ہو گا، یہی انبیاء علیہم السلام اور سلفِ صالحین رحمہم اللہ کا طریق ہے اور ہم بھی اسی کے داعی ہیں۔ یہ سمجھنا مطلوب بھی ہے کہ اگر ایک بندہ اپنے راستے کے بارے میں ہی شکوک و شبہات کا شکار ہو گا کہ یہ حق راہ ہے بھی کہ نہیں تو یہ اس پر چلے گا کیسے؟ یعنی اپنے منتخب راستے کو صائب سمجھنا اور دیگر راہوں کو بھی باطل نہ سمجھنا۔

جب کہ ایک دوسرا فیصلہ کن انداز ہے کہ ''ہم ہی حق پر ہیں!''۔ یعنی ہم صواب / حق پر ہیں اور باقی سب باطل پر ہیں۔ ان کا طریق و منہج سب باطل ہیں اور محنتیں بے کار ہیں، بس جو ہمارا ہم نوا ہے وہی حق پر ہے تو ایسا سمجھنا ٹھیک نہیں ہے۔

سو سمجھنے کی بات یہ ہے کہ کہ ہم ہی حق پر ہیں اور صرف ہم ہی حق پر نہیں ہیں (اور لوگ بھی ہیں)!

انہی دنوں میں استاذ نے راقم کو بلایا اور معمولات کے متعلق گفتگو فرمائی۔ معمولات بمعنیٔ تلاوت و اذکار پر مختصر سا بیان کیا، مسنون اذکار، سونے جاگنے، اٹھنے بیٹھنے وغیرہ کے متعلق نصیحت کی، خاص کر فرض نمازوں کے بعد کے اذکار اور سنتوں کی بابت ہدایت کی۔ صبح و شام کے اذکار کی نصیحت تو استاذ اکثر ہی کرتے تھے۔ پھر تلاوت کے معمول پر اور مداومت پر بات کی کہ کم از کم دن میں ایک پارہ تلاوت کی جائے۔ ایک نشست میں مشکل ہو تو دن کے مختلف حصوں میں اس کا اہتمام ہو۔

استاذ خود دن میں قرآنِ کریم کے ساتھ کئی محفلیں کیا کرتے۔ مجھے مرشد قاری اسامہ ابراہیم غوری رحمہ اللہ نے بتایا کہ استاذ نے خود سے قرآنِ کریم حفظ کرنا شروع کیا اور ایک بڑا حصہ حفظ کر لیا تھا۔ مرشد نے بتایا کہ استاذ اس طرح دن میں ایک دورِ قرآن حفظ کے ضمن میں کرتے ہیں۔ دو دفعہ تلاوت کے ضمن میں۔ ایک بار تدبر فی القرآن کے ضمن میں اور پانچویں دفعہ تفسیر کے ذیل میں۔ مرشد نے بتایا کہ استاذ پہلے روزانہ تین آیات کی تفسیر پڑھا کرتے تھے۔ بعد میں ان کی انتظامی و دعوتی مصروفیات کے سبب وقت کی قلت تھی تو تین آیتیں مشکل ہو گئیں جس کے سبب بعض دفعہ تفسیر پڑھنے کا معمول نہ رہتا تھا۔ استاذ کو اس پر شیخ ابو یحییٰ حسن قائد اللیبی رحمہ اللہ نے کہا کہ آپ کم از کم ایک آیت کی تفسیر روزانہ پڑھا کیجیے۔ استاذ کا تفسیر پڑھنا عام لوگوں کی طرح نہ تھا کہ بس آیت پڑھی اور پھر مطالعے کے انداز سے تفسیری نکات پڑھ لیے۔ بلکہ استاذ ایک ایک لفظ پر ٹھہرتے، غور کرتے، معنیٰ و مفہوم سمجھتے، مسائل اخذ کرتے، دلائل سمجھتے اور یہ سب بھی خشوع کے ساتھ فرماتے۔ میں نے کئی بار استاذ کو تلاوت کرتے دیکھا۔ آپ تلاوت یوں کرتے گویا اس میں غرق ہوں، اصل بات یہ ہے کہ اس وقت بھی یہ جملے لکھتے ہوئے مجھے سمجھ میں نہیں آ رہا کہ استاذ کی کیفیتِ تلاوت کیسے بیان کروں۔ استاذ کی تلاوت کرتی تصویر اس وقت میرے سامنے ہے مگر میں بیان سے قاصر ہوں۔ اسی طرح اکثر میں نے دیکھا کہ استاذ کسی آیت پر وقف کرتے، پھر پڑھتے۔ رک جاتے۔ آنکھوں سے آنسو رواں ہو جاتے۔ پھر آنسو پونچھتے اور پھر مگن ہو جاتے۔ ایسے لگتا جیسے وہ اپنے سراپے میں ایک جزیرہ ہیں۔ سمندر سی تری میں خشک جزیرہ۔ اپنے اردگرد سے بالکل بے خبر۔ رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ۔

ایک اور روز استاذ نے مجھے بلایا اور معمولِ روز مرّہ اور ادارتِ امور کی طرف توجہ دلائی۔ مجھ سے میرے والد صاحب کے معمولات پوچھے، مجھے بھی بعض چیزوں پر عمل کرنے کی طرف توجہ دلائی اور اپنی ڈائری میں ادارت کے بعض مشورے نوٹ بھی کرتے رہے۔ اس زمانے میں، مَیں نے استاذ کے ساتھ وقت تو گزارا لیکن ایک ہی کمرے میں زیادہ سے زیادہ چند گھنٹے کی ملاقات ہوتی۔ بعد کے ایام میں جب ان کے ساتھ کئی کئی دن گزارنے کا موقع ملا تو میں نے ان کے روز مرّہ معمول اور ادارتِ امور کو دیکھا جو ان شاء اللہ آگے کی نشستوں میں لکھنے کا ارادہ ہے۔ اللہ پاک سے دعا ہے کہ وہ اس سلسلے کو جاری رکھنے کی توفیق عطا فرمائیں، عدل والی بات کہلوائیں اور نافع بات کرنے والا بنائیں، آمین۔ اللہ پاک مجھے استاذ کا صحیح معنیٰ میں شاگرد بنا دیں۔ ورنہ بات یہ ہے کہ شاگردی اور نسبت صرف دعوؤں سے حاصل نہیں ہوتی۔

؏ ہر مدعی کے واسطے، دار و رَسن کہاں؟

و آخر دعوانا أن الحمدللہ ربّ العالمین۔ و صلی اللہ علی نبینا و قرۃ أعیننا محمد و علی آلہ و صحبہ و من تبعھم بإحسان إلی یوم الدین۔

(جاری ہے، ان شاء اللہ)

☆☆☆☆☆

چراغِ راہ

استاد اسامہ محمود حفظہ اللہ

یہ تحریر صوتی دروس کا مجموعہ ہے جو بنیادی طور پر شیخ ابو قتادہ فلسطینی حفظہ اللہ کے کتابچے "درک الهدی في اتباع سبیل الفتی " (نوجوان کے نقش قدم پر حصول ہدایت کا سفر) سامنے رکھ کر دیے گئے ہیں، کتابچے میں شیخ نے اصحاب الاخدود والی حدیث کی شرح کی ہے اور اس میں موجود حکمت کے ان موتیوں کو سمیٹا ہے جو دعوت و جہاد کے راہیوں کے لیے انتہائی اہم اور قیمتی ہیں۔ اللہ یہ اسباق سمجھنے اور ان پر عمل کی توفیق دے، آمین۔

بسم الله الرحمان الرحیم۔الحمد لله رب العالمین والصلوة والسلام علی سید المرسلین

رب اشرح لي صدري ویسّر لي أمري واحلل عقدة من لّساني یفقهوا قولي
سبحانک لا علم لنااِلّا ما علّمتنا إنّک أنت العلیم الحکیم

عزیز بھائیو!

یہ چھوٹی سی کتاب ہے شیخ ابو قتادہ فلسطینی کی،اس کا نام"درک الهداء في اتباع سبیل الفتی" ہے۔وہ حدیث کہ جس میں نوجوان،راہب اور اصحاب الأخدود کا واقعہ بیان ہوا ہے،یہ اُس حدیث کی شرح ہے۔حدیث کی مثال سمندر کی سی ہے،بلکہ کوزے میں بند سمندر کی سی۔اسی لیے حدیث کو 'جوامع الکلم' کہا گیا ہے۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے 'جوامع الکلم' عطا کیے گئے ہیں۔چند الفاظ یا چند جملوں پر مشتمل حدیث ہو گی اور ہر شخص،جو اس سے فائدہ اٹھانا چاہے،اپنے ظرف کے مطابق اس سے فائدہ اٹھا سکتا ہے۔قرآنِ کریم کا بھی یہی معاملہ ہے کہ ہر شخص اپنے ظرف کے مطابق اس سے استفادہ کر سکتا ہے۔خود اس ظرف کا تعلق کس چیز سے ہے؟اس کا تعلق علم کے ساتھ ہے،تقویٰ اور خدا خوفی کے ساتھ ہے،شریعت پر عمل کے ساتھ ہے۔اللہ تعالیٰ کے دین کے لیے کسی نے جتنی زیادہ قربانیاں دی ہیں،جتنا زیادہ اپنے آپ کو کھپایا ہے،اتنا ہی اس کا ظرف بڑا ہوتا ہے اور اتنا ہی اللہ تعالیٰ اس کے علم و فہم میں اضافہ فرماتے ہیں۔اسی وجہ سے کہا جاتا ہے کہ

مَنْ عَمِلَ بِمَا عَلِمَ وَرَّثَهُ اللَّهُ عِلْمَ مَا لَمْ يَعْلَمْ

"جس نے اس علم پر عمل کیا جو اس کے پاس ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو وہ علم عطا فرمائیں گے جو اس کے پاس نہیں ہے"۔

شیخ ابو قتادہ حفظہ اللہ ان علما میں سے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے علم و حکمت میں سے وافر حصہ عطا فرمایا ہے۔اللہ اس میں اضافہ فرمائے اور اللہ ہم مجاہدین اور دیگر سب مسلمانوں کو اس سے استفادے کی توفیق دے،آمین۔الحمد للہ دعوت جہاد کے راستے میں انہوں نے خاصی قربانیاں دی ہیں۔(۱۲ سال سے زیادہ عرصہ اس دعوت کے جرم میں آپ کو برطانیہ نے قید رکھا)تو جب بھی کبھی ان کی کوئی کتاب آپ کے سامنے آئے اور آپ پڑھیں تو آپ دیکھیں گے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں دین کا اچھا فہم عطا کیا ہے۔زیرِ نظر کتاب"**درک الهدی في اتباع سبیل الفتی** "بھی ان کی چند اچھی کتابوں میں سے ایک ہے۔اللہ تعالیٰ انہیں راہِ حق پر ثبات نصیب فرمائے اور ان خدمات پر انہیں ڈھیروں اجر سے نوازے،آمین۔

حدیث کا ترجمہ

مسلم شریف کی حدیث ہے:

"تم سے پہلے ایک بادشاہ تھا جس کے پاس ایک جادوگر تھا۔جب وہ جادوگر بوڑھا ہو گیا تو اس نے بادشاہ سے کہا کہ اب میں بوڑھا ہو گیا ہوں تو تم میرے پاس ایک لڑکے کو بھیج دو تاکہ میں اسے جادو سکھا سکوں۔بادشاہ نے ایک لڑکا،جادو سیکھنے کے لیے جادوگر کی طرف بھیج دیا۔جب وہ لڑکا چلا تو اس کا راستے میں ایک راہب پر سے گزر ہوا۔وہ لڑکا اس راہب کے پاس بیٹھا اور اس کی باتیں سننے لگا جو کہ اسے پسند آئیں۔پھر جب بھی وہ جادوگر کے پاس آتا اور راہب کے پاس سے گزرتا تو اس کے پاس بیٹھتا (اور اس کی باتیں سنتا)۔جب وہ لڑکا جادوگر کے پاس آتا تو وہ جادوگر اس لڑکے کو (دیر سے آنے کی وجہ سے) مارتا۔اس لڑکے نے اس کی شکایت راہب سے کی تو راہب نے کہا کہ اگر تمہیں جادوگر سے ڈر ہو تو کہہ دیا کرو کہ مجھے میرے گھر والوں نے روک لیا تھا اور جب تمہیں گھر والوں سے ڈر ہو تو تم کہہ دیا کرو کہ مجھے جادوگر نے روک لیا تھا۔اسی عرصے میں ایک بہت بڑے درندے نے لوگوں کا راستہ روک لیا۔(جب لڑکا اس طرف آیا) تو اس نے کہا:

"میں آج جاننا چاہوں گا کہ جادوگر افضل ہے یا راہب افضل ہے"،اور پھر ایک پتھر پکڑا اور کہنے لگا اے اللہ!اگر تجھے جادوگر کے معاملہ سے راہب کا معاملہ زیادہ پسندیدہ ہے تو اس درندے کو مار دے تاکہ لوگوں کا آنا جانا ہو (یعنی لوگوں کی آمد و رفت کے لیے رستہ کھل جائے)۔پھر اس لڑکے نے

وہ پتھر اس درندے کو مارا جس کے سبب وہ جانور مر گیا اور لوگ گزرنے لگے۔

اس کے بعد وہ لڑکا راہب کے پاس آیا اور اسے اس (واقعے) کی خبر دی، تو راہب نے اس لڑکے سے کہا:

"اے میرے بیٹے! آج تُو مجھ سے افضل ہے کیونکہ تیرا معاملہ اس حد تک پہنچ گیا ہے کہ جس کی وجہ سے تو عنقریب ایک مصیبت میں مبتلا کر دیا جائے گا۔ پس اگر تُو (کسی مصیبت میں) مبتلا کر دیا جائے تو کسی کو میرا نہ بتانا"۔

(اس واقعے کے بعد) وہ لڑکا مادر زاد اندھے اور کوڑھی کو صحیح کر دیتا تھا بلکہ لوگوں کی تمام بیماریوں کا علاج بھی کر دیتا تھا۔

بادشاہ کا ایک ہم نشین اندھا ہو گیا۔ اس نے لڑکے کے بارے میں سنا تو وہ بہت سے تحفے لے کر اس کے پاس آیا اور اسے کہنے لگا کہ "اگر تم مجھے شفا دے دو تو یہ سارے تحفے جو میں یہاں لے کر آیا ہوں سارے تمہارے!"۔ اس لڑکے نے کہا میں تو کسی کو شفا نہیں دے سکتا، شفا تو اللہ تعالیٰ دیتا ہے۔ اگر تم اللہ پر ایمان لے آؤ تو میں اللہ تعالیٰ سے دعا کروں گا کہ وہ تمہیں شفا دے دے۔ (یہ سن کر) وہ (بادشاہ کا ہم نشین) اللہ پر ایمان لے آیا اور اللہ تعالیٰ نے اسے شفا عطا فرما دی۔ پھر وہ آدمی بادشاہ کے پاس آیا اور اس کے پاس بیٹھ گیا جس طرح کہ وہ پہلے بیٹھا کرتا تھا۔ بادشاہ نے اس سے پوچھا کہ کس نے تجھے تیری بینائی واپس لوٹا دی؟ اس نے کہا: "میرے ربّ نے"۔ بادشاہ نے اس اس سے کہا: "کیا میرے علاوہ بھی تیرا کوئی اور رب ہے؟"۔ اس مصاحب نے کہا: "میرا اور تیرا رب اللہ ہے"۔ (یہ سن کر) بادشاہ نے اپنے اس مصاحب کو پکڑ لیا اور اسے عذاب دینے لگا (جس کے سبب) اس نے بادشاہ کو لڑکے کے بارے میں بتا دیا۔

پھر جب وہ لڑکا آیا تو بادشاہ نے اس لڑکے سے کہا کہ "اے بیٹے! کیا تیرا جادو اس حد تک پہنچ گیا ہے کہ اب تو مادر زاد اندھے اور کوڑھی کو بھی صحیح کرنے لگ گیا ہے اور ایسے ایسے کرتا ہے؟"۔ لڑکے نے کہا: "میں تو کسی کو شفا نہیں دیتا بلکہ شفا تو اللہ تعالیٰ دیتا ہے"۔ بادشاہ نے اسے پکڑ کر عذاب دیا... یہاں تک کہ اس نے راہب کے بارے میں بادشاہ کو بتا دیا۔

راہب آیا تو اس سے کہا گیا کہ "تُو اپنے مذہب سے پھر جا"۔ راہب نے انکار کر دیا۔ پھر بادشاہ نے آرا منگوایا اور اس راہب کے سر پر رکھ کر، اس کا سر چیر کر اس کے دو ٹکڑے کر دیے۔ پھر بادشاہ کے ہم نشین کو لایا گیا اور اس سے بھی کہا گیا کہ تُو اپنے مذہب سے پھر جا۔ اس نے بھی انکار کر دیا۔ بادشاہ نے اس کے سر پر بھی آرا رکھ کر سر کو چیر کر اس کے دو ٹکڑے کروا دیے۔

پھر اس لڑکے کو بلوایا گیا۔ وہ آیا تو اس سے بھی یہی کہا گیا کہ تُو اپنے مذہب سے پھر جا۔ اس نے بھی انکار کر دیا تو بادشاہ نے اس لڑکے کو اپنے کچھ ساتھیوں کے حوالے کر کے کہا کہ "اسے فلاں پہاڑ پر لے جاؤ اور اسے اس پہاڑ کی چوٹی پر چڑھاؤ۔ اگر یہ اپنے مذہب سے پھر جائے تو اسے چھوڑ دینا اور اگر انکار کر دے تو اسے پہاڑ کی چوٹی سے نیچے پھینک دینا"۔ چنانچہ بادشاہ کے ساتھی اس لڑکے کو پہاڑ کی چوٹی پر لے گئے، تو اس لڑکے نے کہا: "اے اللہ! تُو مجھے ان کے مقابلے میں کافی ہے، جس طرح تُو چاہے (مجھے ان سے بچا لے)"۔

اس پہاڑ پر فوراً ایک زلزلہ آیا جس سے بادشاہ کے وہ سارے ساتھی پہاڑ سے گر گئے اور وہ لڑکا چلتے ہوئے بادشاہ کی طرف آ گیا۔ بادشاہ نے اس لڑکے سے پوچھا کہ "تیرے ساتھیوں کا کیا ہوا؟"، لڑکے نے کہا: "اللہ پاک نے مجھے ان سے بچا لیا ہے"۔ بادشاہ نے پھر اس لڑکے کو اپنے ساتھیوں کے حوالے کر کے کہا کہ "اسے ایک چھوٹی کشتی میں لے جا کر سمندر کے درمیان میں پھینک دینا اگر یہ اپنے مذہب سے نہ پھرے"۔ بادشاہ کے ساتھی اس لڑکے کو لے گئے تو اس لڑکے نے کہا: "اے اللہ! تو جس طرح چاہے مجھے ان سے بچا لے"۔ پھر وہ کشتی بادشاہ کے ان ساتھیوں سمیت اُلٹ گئی اور وہ سارے کے سارے غرق ہو گئے اور وہ لڑکا چلتے ہوئے بادشاہ کی طرف آ گیا۔ بادشاہ نے اس لڑکے سے کہا: "تیرے ساتھیوں کا کیا ہوا؟"، اس نے کہا: "اللہ تعالیٰ نے مجھے ان سے بچا لیا ہے"۔ پھر اس لڑکے نے باشاہ سے کہا: "تُو مجھے قتل نہیں کر سکتا جب تک کہ اس طرح نہ کرے جس طرح کہ میں تجھے حکم دوں"۔ بادشاہ نے کہا "وہ کیا؟"، اس لڑکے نے کہا: "سب لوگوں کو ایک میدان میں اکٹھا کرو اور مجھے سولی کے تختے پر لٹکاؤ۔ پھر میرے ترکش سے ایک تیر نکالو، پھر اس تیر کو کمان کے چِلّے میں رکھو اور پھر کہو "اس اللہ کے نام سے جو اس لڑکے کا رب ہے"، پھر مجھے تیر مارو۔ اگر تم اس طرح کرو تو مجھے قتل کر سکتے ہو"۔

بادشاہ نے لوگوں کو ایک میدان میں اکٹھا کیا اور اس لڑکے کو سولی کے تختے پر لٹکا دیا۔ پھر اس کے ترکش میں سے ایک تیر لیا پھر اس تیر کو کمان کے چِلّے میں رکھ کر کہا، "اس اللہ کے نام سے جو اس لڑکے کا رب ہے"، پھر وہ

تیر اس لڑکے کو مارا تو وہ تیر اس لڑکے کی کنپٹی میں جا لگا۔ لڑکے نے اپنا ہاتھ تیر لگنے والی جگہ پر رکھا اور مر گیا۔

اب سب لوگوں (جن کے سامنے یہ واقعہ پیش آیا تھا) نے کہا: ''ہم اس لڑکے کے رب پر ایمان لائے۔ ہم اس لڑکے کے رب پر ایمان لائے۔ ہم اس لڑکے کے رب پر ایمان لائے''۔

بادشاہ کو اس کی خبر دی گئی اور اس سے کہا گیا تجھے جس بات کا ڈر تھا اب وہی بات آن پہنچی کہ لوگ ایمان لے آئے۔ بادشاہ نے گلیوں کے دہانوں پر خندقیں کھودنے کا حکم دیا۔ خندقیں کھودی گئیں اور ان خندقوں میں آگ جلا دی گئی۔ بادشاہ نے کہا ''جو آدمی اپنے مذہب سے پھرنے سے باز نہیں آئے گا تو میں اس آدمی کو اس خندق میں ڈلوا دوں گا''۔ (یہ لوگ ایمان سے باز نہ آئے) انہیں خندقوں میں ڈال دیا گیا یہاں تک کہ ایک عورت آئی اور اس کے ساتھ ایک شیر خوار بچہ بھی تھا، وہ عورت خندق میں گرنے سے گھبرائی تو اس عورت کے اس شیر خوار بچے نے کہا: ''اے امّی جان! صبر کیجیے کیونکہ آپ حق پر ہیں!''۔

پیارے بھائیو!

یہ پورا واقعہ ہے جو حدیث میں بیان کیا گیا۔ ترمذی شریف میں اس واقعے کے بیان سے پہلے ایک اور حدیث بھی ہے، اس کا ذکر بھی شیخ نے اپنی کتاب میں کیا ہے، حدیث ہے:

كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا صَلَّى الْعَصْرَ هَمَسَ وَالْهَمْسُ فِي قَوْلِ بَعْضِهِمْ تَحَرُّكُ شَفَتَيْهِ كَأَنَّهُ يَتَكَلَّمُ فَقِيلَ لَهُ إِنَّكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِذَا صَلَّيْتَ الْعَصْرَ هَمَسْتَ قَالَ إِنَّ نَبِيًّا مِنْ الْأَنْبِيَاءِ كَانَ أُعْجِبَ بِأُمَّتِهِ فَقَالَ مَنْ يَقُومُ لِهَؤُلَاءِ فَأَوْحَى اللَّهُ إِلَيْهِ أَنْ خَيِّرْهُمْ بَيْنَ أَنْ أَنْتَقِمَ مِنْهُمْ وَبَيْنَ أَنْ أُسَلِّطَ عَلَيْهِمْ عَدُوَّهُمْ فَاخْتَارُوا النِّقْمَةَ فَسَلَّطَ عَلَيْهِمْ الْمَوْتَ فَمَاتَ مِنْهُمْ فِي يَوْمٍ سَبْعُونَ أَلْفًا۔

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عصر کی نماز سے فراغت کے بعد آہستہ آہستہ کچھ پڑھا کرتے تھے۔ حدیث میں اس آہستہ آہستہ پڑھنے کے لیے هَمَسَ کا لفظ آیا ہے۔ هَمَسَ کے معنیٰ بعض کے نزدیک اس طرح ہونٹ ہلانا ہے کہ ایسا معلوم ہو کہ کوئی بات کر رہے ہیں۔ عرض کیا گیا: ''یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)! آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے عصر کی نماز جب پڑھی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہونٹوں کو حرکت دے دی''۔ آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: ''ایک نبی کو امت کی کثرت دیکھ کر فخر محسوس ہوا، تو انہوں نے (دل ہی دل میں) کہا کہ ان کا کون مقابلہ کر سکتا ہے؟ اس پر اللہ تعالیٰ نے وحی بھیجی کہ انہیں اختیار دے دیں کہ یا تو خود پر کسی دشمن کا مسلط ہونا اختیار کر لیں یا پھر ہلاکت۔ انہوں نے ہلاکت اختیار کی اور ان میں سے ایک ہی دن میں ستر ہزار آدمی مر گئے''۔

اس حدیث میں ہمارے لیے یہ سبق بھی ہے کہ بڑی تعداد کو دیکھ کر، کہ بہت کثیر تعداد میں ساتھی ہوں، بہت بڑا لشکر ہو اور بہت وسیع زمین بھی قبضہ میں ہو... ہمیں یہ نہیں سوچنا چاہیے کہ بس! ہمارے پاس تو قوت آگئی، اب اس قوت کا زوال نہیں ہو گا۔ نہیں! اپنی قوت پہ نازاں نہیں ہونا چاہیے۔ اللہ کے یہاں افرادی قوت و وسائل سے لیس کثیر لشکر کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ جب کہ اس کے مقابل آپ کے پاس (وسائل کے اعتبار سے) کچھ نہیں ہے لیکن آپ کے پاس حق ہے، آپ کے پاس اللہ تعالیٰ کا پیغام ہے، آپ اللہ تعالیٰ کے احکامات پر عمل کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کے لیے آپ نکلتے ہیں تو پھر آپ کو یہ پریشانی نہیں ہونی چاہیے کہ میرے پاس وسائل کی کمی ہے۔ جہاں اللہ کے لیے یہ آسان ہے کہ بہت بڑے لشکر کو صفر سے ضرب دے دے، ختم کر دے، ایک دن میں ستّر ہزار کو ختم کر دے، تو اللہ تعالیٰ کے لیے یہ بھی آسان ہے کہ آپ کے کلمے میں، اور آپ کی دعوت میں اور آپ کے جہاد میں اللہ تعالیٰ برکت ڈال دے اور آپ کو نصرت سے نوازے۔

حق کے ساتھ منتھی لوازم جاننا ضروری ہے!

اصل موضوع کی حدیث کی طرف آتے ہیں۔ شیخ کہتے ہیں کہ ''اس حدیث میں بہت سے فوائد ہیں، یہ فوائد خاص ان لوگوں کے لیے ہیں جو ہدایت حاصل کرنے کی تڑپ رکھتے ہیں، جو داعی ہیں اور مجاہد ہیں۔ اس لیے کہ جو معاملہ اس لڑکے کے ساتھ ہوا اور جو کچھ اس پہ گزرا، اس قسم کی آزمائشیں اور مصائب و مسائل ہر داعی اور ہر اس مجاہد کو پیش آتے ہیں جو حق راستے کے لیے لڑتا ہے اور حق کی طرف بلاتا ہے''۔

لہٰذا جب معاملہ یہ ہے تو پھر یہ ضروری ہے کہ مجاہد اور داعی کو اُس راستے کی حقیقت کا علم ہو جس راستے پر وہ نکلا ہے اور جس کی طرف وہ لوگوں کو بلا رہا ہے۔ اس لیے کہ یہ جو ہدایت کا راستہ ہے، جہاد کا راستہ ہے، جس کی طرف آپ دعوت دے رہے ہیں، اس کے کچھ لوازمات ہیں، کچھ لازم امور ہیں کہ جو بھی اس راستے کو اختیار کرے گا، اس پر قدم رکھے گا، اس کی طرف دعوت دے گا اور ... جو بھی اس راستے، اس حق اور اس دین کے لیے لڑے گا تو ضرور بالضرور اس کو ان لازمی امور سے واسطہ پڑے گا۔ لہٰذا یہ ضروری ہے کہ ہر مجاہد اور ہر داعی کے ذہن میں یہ حقائق ہر وقت راسخ ہوں۔ اس لیے کہ اگر یہ

حقائق اس کے ذہن میں نہ ہوں، یہ باتیں اس کے دل میں نہ ہوں تو پھر وہ بد گمانی کا شکار ہو سکتا ہے، اس رستے سے ہٹ سکتا ہے اور شیطان اس کو گمراہ کر سکتا ہے۔

شیخ فرماتے ہیں کہ "جو شخص حق کے رستے پر چلتا ہے تو یہ کافی نہیں ہے کہ اس شخص کو صرف حق کا پتہ ہو، محض اس حق کو وہ پہچانے، بلکہ لازم ہے کہ اس حق کے ساتھ جو لوازم ہیں، اس کی جو علامات وصفات ہیں ان کو بھی وہ پہچانے اور ان (علامات وصفات) کا علم رکھنا بھی واجب ہے"۔ یہی وجہ ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف وحی بھیجی گئی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی قوم کو اس کی طرف بلانا شروع کیا، دعوت دینی شروع کی تو اللہ رب العزت مسلسل آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سابقہ تمام انبیاء کے واقعات بتاتے رہے۔ حق تو اللہ رب العزت نے آپ کو بتا دیا، توحید آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کے سامنے اور اپنی قوم کے سامنے رکھ دی، لیکن انبیاء علیہم السلام کے جو قصص تھے، اس راستے کے ساتھ جو نتھی لوازمات تھے، جو لوگ اس راستے پر پہلے گزرے ہیں، ان کے ساتھ جو کچھ پیش آیا ہے وہ بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بتانا ضروری تھا۔ سو کہتے ہیں کہ صرف حق کو نہ پہچانا جائے بلکہ اس کی صفات ولوازمات کو بھی پہچانا جائے۔ اس لیے کہ اس راستے پر جو لوگ پہلے چلے ہیں ان کے ساتھ جو پیش آیا، اُن واقعات کا انہیں بھی سامنا کرنا ہو گا جو آئندہ اس راستے چلیں گے۔

اقرارِ حق: حقانیت کی دلیل

پھر فرماتے ہیں:

> "حق کی جو اقدار ہیں، جو لوازمات ہیں، یہ دلیل ہیں اس کی حقانیت کی۔ اسی طرح باطل کی بھی کچھ اقدار ہوتی ہیں اور وہ اقدار، وہ علامات، وہ آثار دلیل ہیں اس کے باطل ہونے کی"۔

پھر اس کی مثال وہ یوں دیتے ہیں کہ ہرقل جو تھا، جب اس نے ابو سفیانؓ سے (جو اس وقت مسلمان نہیں ہوئے تھے) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں جاننا چاہا تو چند سوالات کیے۔ ہرقل تک جانتا تھا کہ اگر کوئی شخص نبی ہو گا تو اس میں یہ اور یہ صفات ہوں گی۔ حق کے راستے کا جو داعی ہوتا ہے اس کے ساتھ یہ سب معاملات پیش آتے ہیں۔ لہٰذا ہرقل نے ابو سفیانؓ سے پوچھا کہ یہ جو نبی ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں، ان کے پیچھے چلنے والوں میں زیادہ تعداد امرا کی ہے یا فقرا کی؟ پھر پوچھا کہ ان کی اتباع کرنے والے کم ہوتے جا رہے ہیں یا کہ ان کی تعداد میں اضافہ ہو رہا ہے؟ اور ایک اور سوال بھی کیا کہ کیا ان نبی کے آباؤ اجداد میں کوئی بادشاہ گزرا ہے؟ جنگ کا پوچھا کہ ان کے ساتھ جنگیں اگر کبھی ہوئی ہیں تو ان میں کس کا پلڑا بھاری رہتا ہے؟، غدر اور وعدہ خلافی کرتا ہے یا نہیں؟ اب آپ یہ دیکھیں کہ صرف یہ نہیں پوچھا کہ وہ کس چیز کی طرف دعوت دیتے ہیں؟ صرف توحید کا نہیں پوچھا بلکہ کچھ علامات کا پوچھا، کچھ لوازمات کا پوچھا۔ تو یہ لوازمات حق کے ساتھ ایسے ہی نتھی ہیں جیسے جہاں آگ ہوتی ہے وہاں گرمی بھی ہوتی ہے۔ کبھی کسی نے برف کی طرح ٹھنڈی آگ نہیں دیکھی ہو گی۔ اسی طرح جہاں برف ہو گی وہاں اس کی ٹھنڈک بھی ہو گی۔ یہ نہیں ہو سکتا کہ دیکھنے میں تو برف ہو اور چھونے میں آگ۔ لہٰذا ہر چیز کی کچھ خاصیتیں ہوتی ہیں۔

اسی بات کو شیخ اس طرح فرماتے ہیں کہ یہ ضروری ہے کہ انسان حق کو اور اس کے ساتھ جڑے لوازمات کو پہچانے اور تاریخ اس بات پر شاہد ہے کہ جس نے بھی اس حق رستے کو اپنایا ہے، اس کی طرف لوگوں کو دعوت دی ہے اور اس حق کی خاطر لوگوں سے قتال کیا ہے اسے حق کی ان اقدار سے لازماً واسطہ پڑا ہے اور وہ ان سب سے گزرا ہے۔

حق کے لوازمات کیا ہیں؟

حق کے ساتھ جڑے لوازمات کیا ہیں؟ ان میں سے اہم علامت یہ ہے کہ حق کی دعوت دینے والا، اس کے لیے لڑنے والا آزمائشوں سے گزرتا ہے۔ اس پر تکالیف آئیں گی۔ وہ بے شمار قسم کی ایسی تکلیف دہ حالتوں سے گزرے گا کہ جب باقی لوگ اسے دیکھیں گے تو حیران ہوں گے کہ اس کے ساتھ یہ کیا ہو رہا ہے۔ یہ حق کی پہچان ہے۔ حق راستے پر چلنے والے کے ساتھ ہمیشہ یہ سب کچھ ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ورقہ بن نوفل کے پاس لے گئیں اور ورقہ بن نوفل نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں حضرت خدیجہؓ کی باتیں سنیں تو کہا کہ کاش میں اس وقت زندہ ہوتا جب مکے والے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو مکہ سے نکال دیں گے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم حیران ہوئے کیونکہ مکہ والے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت محبت کرتے تھے اور آپ کی بہت عزت کرتے تھے، لہٰذا سوال کیا:

> أوَ مخرجي هُم؟
>
> "کیا یہ مکہ والے مجھے نکالیں گے؟"

اس وقت ورقہ بن نوفل نے ایک بات کہی، کہا:

> لَمْ يَأْتِ رَجُلٌ بِمَا جِئْتَ بِهِ إِلَّا أُوذِيَ
>
> "جو (دعوت) آپ لے کے آئے ہیں، کوئی شخص بھی پہلے اسے نہیں لایا ہے مگر اسے تکالیف دی گئی ہیں"۔

یعنی جو دین آپ صلی اللہ علیہ وسلم لے کر آئے ہیں جو شخص بھی اس دین کی دعوت دیتا ہے اور اس کی نصرت کرتا ہے، اس سے دشمنی کی جاتی ہے۔ پھر اس کو آزمائشوں سے لازمی طور پر گزرنا ہوتا ہے، اسی طرح دربدریاں ہوتی ہیں، اسی طرح اس کو اپنے علاقوں

سے نکالا جاتا ہے اور اپنی محبت کرنے والی قوم، جو کبھی سر آنکھوں پر اسے بٹھاتی تھی پھر اسے دھتکارتی ہے اور نکال دیتی ہے۔

لہٰذا شیخ فرماتے ہیں کہ

''علما کے یہاں داعیانِ دین اور رجال کو پہچاننے کے لیے بھی ایسی ہی نشانیاں ہوتی ہیں۔ انہی اقدار کی کسوٹی پر پرکھ کر ان کے احوال پہچانے جاتے ہیں اور ان کی سچائی یا ان کا جھوٹا ہونا معلوم ہو جاتا ہے''۔

حق سے بھاگنے کا سبب حق سے جڑے لوازمات ہیں!

کہتے ہیں کہ

''یہ بہت زیادہ نافع باب ہے... ان اقدار کو پہچاننا اس لیے ضروری ہے کہ ان کے ذریعے ہی آپ حق کو پہچانیں گے...لوگوں کا جہل ہے کہ وہ حق سے اس لیے بھاگتے ہیں کہ وہ حق کے لوازمات کو قبول نہیں کر سکتے''۔

حق کے ساتھ جو تپش ہے، جو آزمائشیں ہیں، حق کے رستے پر نفس پہ جو مشکلات آتی ہیں ان کی وجہ سے لوگ حق سے بھاگتے ہیں اور در حقیقت یہی ان کا جہل ہے۔ پھر کہتے ہیں کہ

''بعض تو ان میں سے اتنے جاہل ہیں کہ جب وہ اہلِ حق کو دیکھتے ہیں (کہ حق پر چلنے کی وجہ سے ان پر مصائب و تکالیف آتی ہیں، وہ آزمائشوں اور دربدریوں کا سامنا کرتے ہیں، جلا وطنی اور قید و بند کی صعوبتوں سے گزرتے ہیں) تو ان کے ان احوال کی وجہ سے ان سے نفرت کرنے لگتے ہیں''۔

یعنی جب وہ حق کو دیکھتے ہیں، پھر اہل حق کے ساتھ حق کے لوازمات کو بھی دیکھتے ہیں تو لوگوں سے کہتے ہیں کہ ان سے نفرت کرو، ان کے انجام سے ڈرو!۔ دیکھیں جی! یہ قتل ہوتے ہیں، مار کر پھینکے جاتے ہیں، یہ اپنے علاقوں/گھروں میں آرام سے نہیں رہ سکتے، نکالے جاتے ہیں، جیلوں میں ڈالے جاتے ہیں، ان کی عورتوں تک کو اٹھایا جاتا ہے...... تو شیخ کہتے ہیں کہ جن علامات سے یہ لوگوں کو ڈراتے ہیں، یہی تو حق کے لوازمات ہیں، حق انہی علامتوں سے تو پہچانا جاتا ہے!

پھر کہتے ہیں کہ

''یہ کوئی عجیب بات نہیں ہے۔ وجہ یہ ہے کہ جب لوگ کتاب و سنت سے اور سیرتِ صالحین سے دور چلے گئے تو اب حق کو پہچاننے کی جو کسوٹی ان کے پاس ہونی چاہیے تھی اسے چھوڑ کر وہ دوسری کسوٹیوں پر حق کو پرکھنے لگے''۔

آج ہم دیکھیں کہ اس حق کی خاطر، دین کی دعوت کی وجہ سے اور اس حق کے دفاع میں ظالموں اور کافروں کے سامنے کھڑے ہونے کی وجہ سے مجاہدین اور داعیانِ دین پر جب آزمائش آتی ہے تو کتنے ہی ایسے لوگ ہیں جو یہ کہتے ہیں کہ ان کا تو حال ہی برا ہے، ان کی تو کوئی بات ہی نہیں سنتا، یہ تو اپنے گھر میں سکون سے رات بھی نہیں گزار سکتے، اپنے بال بچوں تک کو وقت نہیں دے سکتے، اپنے والدین کی خدمت بھی نہیں کر سکتے، دربدر ہیں، اپنے ملک میں بھی ان کے لیے کوئی جگہ نہیں رہی اور دوسرے ملک جا کر بھی ان کے لیے امن نہیں! تو یہ کہنا لوگوں کا حقیقت میں حق سے جہل ہے۔ تاریخ میں جن لوگوں نے کتاب و سنت پر عمل کیا، حضرت آدم علیہ الصلاۃ و السلام سے لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے لے کر آج تک، ان کی سیرت سے یہ لوگ ناواقف ہیں ، اسی وجہ سے یہ اہلِ حق کی صفات کو قبول نہیں کرتے، حق کے لوازمات کو پسند نہیں کرتے اور اُلٹا حق سے ہی انکار کرتے ہیں۔

محض حق کا نعرہ کافی نہیں!

شیخ فرماتے ہیں کہ آپ کو بعض لوگوں کے یہ نعرے دھوکے میں نہ ڈالیں کہ قرآن و سنت ہی حل ہے اسی کی طرف آئیں۔ دیکھیں! یہ بات بالکل صحیح ہے، آج بھی تمام مشاکل کا حل قرآن و سنت ہے، سفینۃ النجاۃ (نجات کی کشتی) قرآن و سنت ہے۔ خاص صفت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے شیخ فرماتے ہیں، لیکن یہ وہ لوگ ہیں جو حق کی بات تو کرتے ہیں لیکن حق کے ساتھ جو لوازمات ہیں ان سے خود نفرت کرتے ہیں۔ یہ صرف خالی خولی باتوں کو قرآن و سنت سمجھتے ہیں، جبکہ حقیقت یہ نہیں ہے۔ فرماتے ہیں کہ جو بزدل لوگ ہوتے ہیں، عیش و عشرت کے دلدادہ افراد ہوتے ہیں ان میں سے اکثر حق سے اس کے نظریے اور اس کی دعوت کی وجہ سے نہیں بھاگتے ہیں، اس کے معانی و معارف کی وجہ سے بھی نہیں بھاگتے ہیں، بلکہ حق کے لوازمات اور حق سے نتھی آزمائشوں اور صعوبتوں کی وجہ سے بھاگتے ہیں۔

''حق کی جو اقدار ہیں ان کی وجہ سے لوگ زیادہ بھاگتے ہیں بنسبت اس کے معانی، نظریات اور اس کے پیغام کی وجہ کے۔ یہی وجہ ہے کہ جو پہلی نسل گزری ہے صحابہ رضوان اللہ علیہم کی، تابعین کی اور سلفِ صالحین رحمہم اللہ کی، ان کی تربیت حق اور اس کی اقدار دونوں نے کی ہے۔ ان کی تربیت قرآن و سنت نے کی ہے اور قرآن و سنت پر عمل کے بعد جن لوازمات سے سابقہ پیش آتا ہے، جو مصائب و مشکلات آتی ہیں انہوں نے بھی ان کی تربیت کی ہے''۔

پیارے بھائیو! اس موضوع پر سید قطب رحمہ اللہ بھی بہت پیاری بات کہتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ کیمیائی مواد (chemical) کے کیمیائی تعامل کے لیے ایک خاص درجۂ حرارت کی ضرورت ہوتی ہے۔ جب آپ ان کیمیائی مادوں کو عام حالت میں قریب لاتے ہیں تو کچھ عمل نہیں ہوتا۔ عمل (reaction) تب ہوتا ہے جب انہیں خاص درجۂ حرارت دیا جاتا ہے۔ جیسے ہی انہیں مطلوبہ درجۂ حرارت مل جاتا ہے وہ فوراً مرکب میں تبدیل ہو جاتے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ اسی طرح قرآن سمجھنے کے لیے، سیرت سمجھنے کے لیے، شریعت سمجھنے کے لیے بھی ایک خاص ماحول کی ضرورت ہوتی ہے۔ وہ ماحول آزمائش ہے، وہ دشمنانِ دین کے ساتھ جنگ و جدل اور میدان میں ان کے سامنے ڈٹنا ہے، حق کے مخالفت کرنے والوں کے حملوں اور ان کے طعن و تشنیع کے سامنے استقامت دکھانا ہے۔ گویا جب آپ حق لے کر، قرآن و حدیث کی دعوت لے کر کھڑے ہو جاتے ہیں، اس پر آپ عمل کرتے ہیں... اس کے لیے آپ جہاد کرتے ہیں... اور اس کے نتیجے میں اقوام آپ پر ٹوٹ پڑتی ہیں اور آپ کو دنیا میں سر چھپانے کی جگہ کہیں نہیں ملتی ہے، تو ایسی صورت میں پھر قرآن اپنے اسرار و رموز کھول دیتا ہے، پھر آپ کو شریعت سمجھنے میں اور اللہ کے دین کو سمجھنے میں بھی آسانی ہو جاتی ہے اور دین کی حقیقی قدر و منزلت بھی دلوں میں بیٹھ جاتی ہے۔

غلط فہمی!

مگر بھائیو یہاں ایک نکتے کی طرف توجہ دلانا ضروری ہے... بعض لوگ عالَم کفر کی طرف سے مخالفت اور اس کے نتیجے میں تکالیف و مشاکل ہی کو حق کی اصل اور اول کسوٹی سمجھتے ہیں، حالانکہ ایسا قطعاً نہیں ہے۔ شیخ ابو ولید انصاری فک اللہ اسرہ فرماتے ہیں کہ حق کی اصل اور بنیادی کسوٹی 'علمِ شرعی' ہے۔ آزمائش حق کے لوازمات میں سے ایک صفت ضرور ہے مگر یہ اول نہیں بلکہ ثانوی صفت ہے۔ پھر آزمائش کی صورتیں بھی مختلف ہو سکتی ہیں، لہٰذا ظاہر بین لوگ کفر کی طرف سے سختی اور دشمنی کو ہی صرف حق کی کسوٹی نہ سمجھیں، محض یہ دشمنی کسی کے حق ہونے کا فیصلہ نہیں کر سکتی۔ خود کفار کی آپس کی دشمنیاں کیا کچھ کم رہی ہیں؟ ماضی قریب میں قذافی اور صدام حسین کے ساتھ عالمِ کفر کی دشمنی رہی ہے، اب کیا یہ حق پر تھے؟ نہیں، ایسا نہیں تھا۔ آج بھی داعش اور دیگر شرعی علم اور فہم سے آزاد افراد 'شریعت کے احکامات پاؤں تلے روند رہے ہیں، کفار کے ساتھ ساتھ مسلمانوں کا بھی خوب خون بہا رہے ہیں، جہاد اور دین کی بدنامی کا کوئی موقع ضائع نہیں کر رہے ہیں۔ مگر ایسے میں یہ مفسدین یہ کہہ کر اپنے آپ کو حق پر ثابت کرتے ہیں کہ ساری دنیا ان کی دشمن ہے۔ اب ساری دنیا کی مخالفت کوئی دلیل نہیں ہے، دلیل دین اور علم شرعی ہے، جب کہ باقی حق کی اقدار اس اول کسوٹی کے تابع ہیں۔

تربیت کے دو اجزا:

شیخ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ کے یہاں شریعت دو قسم کی ہے۔ ایک وہ جو اللہ تعالیٰ نے وحی کی صورت میں نازل کی ہے اور دوسری تکوینی قوانین و اصول ہیں جو اللہ حالات و واقعات کی صورت میں نازل کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی تربیت ان دونوں سے کرتا ہے۔ قرآن و سنت کے ذریعے تو یہ فرمایا کہ یہ کرو اور یہ نہ کرو۔ جہاد کرو، کفر کے سامنے ڈٹ جاؤ، طاغوت کا انکار کرو، اللہ کے لیے دوستی اور اللہ کے لیے دشمنی کرو، امر بالمعروف و نہی عن المنکر کرو...... یہ وہ شریعت ہے جو اللہ نے وحی کے ذریعے سے نازل کی اور قرآن و سنت کے ذریعے سے عطا کی۔ دوسری ہے تکوینی۔ یہ کیمیائی عمل کا دوسرا جزو ہے۔ اور وہ یہ کہ پھر ماحول اس طرح کا بن جاتا ہے، حالات اس طرح کے ہو جاتے ہیں کہ جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خود اُنہی کی قوم نے برا بھلا کہا، اسی طرح اس داعی اور اس مجاہد کو بھی اس کی اپنی ہی قوم کے ظالم برا بھلا کہنا شروع کر دیتے ہیں۔ اپنی قوم کے مفسدین داعی / مجاہد کے راستے میں کھڑے ہو جاتے ہیں۔ جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اسی قوم نے جو پہلے آپ کو سر آنکھوں پر بٹھاتی تھی، بعد میں مطلوبین کی فہرست میں ڈال دیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سر کی قیمت مقرر کر دی، اسی طرح یہاں بھی یہی ہو گا۔ یہی تکوین ہے، یہ اللہ کی طرف سے ہوتا ہے۔ اسی طرح آج اس داعی و مجاہد کو بھی نکالا جائے گا، جس طرح کل آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ کو قتل کیا گیا اسی طرح آج حق کی دعوت دینے والوں کو، اس کے لیے لڑنے والوں کو بھی مارا جائے گا، قتل کیا جائے گا۔ جس طرح انہیں گرفتار و قید کیا گیا اور جو مصائب و مشکلات ان پر آئیں بالکل اسی طرح کسی بھی دور میں کوئی بھی شخص اللہ کے دین کی نصرت کے لیے جب کھڑا ہو گا، تو بعینہٖ یہی سب کچھ اس کے ساتھ بھی پیش آئے گا۔

پس شیخ کہتے ہیں کہ پرانے دور میں، سلف صالحینؒ کی تربیت دو طریقوں اور دو ذریعوں سے ہوتی تھی۔ ایک الفاظ سے، معانی سے، کلمات سے، یعنی قرآن و سنت سے اور دوسرا حق کی اقدار سے... یعنی آزمائشوں سے، مصائب سے، ہلا ڈالنے والی تکالیف کے ذریعے ان کی تربیت ہوتی تھی۔ تو شیخ کہتے ہیں کہ آج بہت سے لوگ ایسے موجود ہیں جو کہتے ہیں کہ حل قرآن و سنت ہے، قرآن و حدیث کی طرف پلٹنا چاہیے، کہتے ہیں ہم اسلامی نظام چاہتے ہیں۔ یہ لوگ حق کی بات تو کرتے ہیں مگر اس کے لوازمات سے دور بھاگتے ہیں۔ اس لیے نتیجہ پھر آخر کار یہ نکلتا ہے کہ حق پر بھی وہ پوری طرح عمل نہیں کر سکتے ہیں۔ یہ اس حق کے ساتھ لے دے کرتے ہیں اور اس کے معاملے میں مداہنت سے کام لیتے ہیں۔

دین کی نئی صورت:

شیخ فرماتے ہیں کہ

”اِس زمانے کے لوگوں نے یہ گمان کیا کہ صرف الفاظ کا سمجھنا، قیل و قال اور اقوال و روایات یاد کرنا ہی امامت کے حصول کے لیے کافی ہے اور یہ جو حق کے اقدار ہوتے ہیں، حق کے ساتھ جو آزمائش و تکالیف جڑی ہوتی ہیں ان کی ضرورت نہیں ہے“۔

پھر فرماتے ہیں:

”نتیجتاً یہ ہوا کہ وہ دین کی پوری حقیقت، اس کے پورے معانی ہی نہیں سمجھے، دین کی جو پوری سیاست ہے اسی کو وہ نہیں سمجھے۔ پھر ان کی خواہشاتِ نفس نے ایک نیا دین ایجاد کیا۔ دین کی اصل صورت ان کو پسند نہیں آئی (کیونکہ اس اصل صورت کے ساتھ مشکلات نتھی ہیں) تو دین کی ایک اور صورت انہوں نے بنائی۔ اجزا' اس کے وہی ہیں مگر صورت مختلف ہے۔ دین کی وہ صورت جو صحابہؓ نے اپنائی اور اسے قبول کیا، ان لوگوں کو وہ پسند نہیں آئی اور اس سے انہیں مصائب و مشکلات کا شکار ہونے کا خدشہ ہوا تو انہوں نے اُس اصل صورت کو تبدیل کیا اور اپنی خواہشات کے مطابق ایک نئی صورت بنالی۔ ان کی مثال اس شخص کی سی ہے جو اپنے گھر کے دروازے سے کوئی چیز اندر داخل کرنا چاہتا ہے مگر وہ چیز اندر داخل نہیں ہو پاتی تو یہ شخص اس چیز کے ٹکڑے ٹکڑے کر کے اس کا حلیہ بگاڑ دیتا ہے اور پھر اسے گھر میں داخل کر کے دوبارہ (بے ڈھنگے طریقے سے) جوڑتا ہے، اس سے اس چیز کی اصل افادیت باقی نہیں رہتی۔ پس ان لوگوں نے بھی دین کے سر کو پاؤں کی جگہ رکھ دیا اور دین کے قلب کو نکال باہر کیا“۔

پس آج توحید کہاں چلی گئی؟ فکرِ آخرت 'دین کا سر ہے، یہ اس کا دل ہے، یہ فکرِ آخرت کہاں چلی گئی؟ اللہ کے لیے دوستی اور اس کے لیے دشمنی کہاں ہے؟

چونکہ دین کے جو لوازم انہیں پسند نہیں آرہے تھے، وہ تو انہوں نے ہٹا دیے لہٰذا اب اپنی ضرورت پوری کرنے کے لیے انہوں نے اس کے ساتھ ایک اور سر لگا دیا۔ اصلاحِ اقتصادیات اور ترقی و خوش حالی کو بطورِ سر لے آئے کہ ہم ایک بہترین انتظام کے ساتھ ملک کو انتہائی اچھے انداز میں چلائیں گے...... یہ سب کچھ تو وہ لے آئے لیکن دین کی جو اصل تھی...... توحید، اللہ کے لیے دوستی اور دشمنی کا عقیدہ، امر بالمعروف و نہی عن المنکر...... ان تمام امور کو انہوں نے چھوڑ دیا۔ کیوں چھوڑ دیا؟

”اس وجہ سے کہ دینِ حق کی جو تکالیف ہیں، اس کی جو آزمائشیں ہیں یہ ان کو برداشت نہیں کر سکتے۔ لہٰذا انہوں نے اس دین کی قطع و برید کی یہاں تک کہ اس کی روح نکل گئی اور جو صورت باقی رہ گئی اسے یہ دین تو کہتے ہیں مگر وہ بس خالی ڈبہ ہی ہے، جس سے صرف ان کی خواہشات پوری ہو رہی ہیں۔ لہٰذا دین کی اقدار کے ساتھ ساتھ اس کی فاعلیت بھی ختم ہو گئی“۔

دین آیا تھا جاہلیت کے خاتمے کے لیے، انسانوں کو انسانوں کی غلامی سے نکالنے اور انسانوں کے رب کی بندگی میں داخل ہونے کے لیے، آج حال یہ ہو گیا کہ خود یہ دین اور اہلِ دین ہی غلام بن گئے۔ جہالت کو ختم کرنے کے لیے جو دین آیا تھا وہ جہالت کے سائے میں رہنے لگا۔ جو دین دنیا کو روشنی دینے آیا تھا اس کے داعی خود ہی اندھیروں میں گم ہو گئے۔ ظاہر ہے، دین میں قطع و برید کرنے والوں کے اعمال کا یہی نتیجہ بر آمد ہونا تھا۔ اور پھر کہتے ہیں کہ

”اس کے صرف دو اسباب ہیں: پہلا سبب یہ ہے کہ دین کی اصلی صورت میں رد و بدل کی گئی جس کی وجہ سے دین کے اجزا تو موجود ہیں مگر اصل صورت باقی نہیں رہی۔ اور دوسرا سبب یہ ہے کہ امتحان اور جہاد والا جو دین ہے اس کو چھوڑ دیا گیا۔ اس سب کے بعد یہ ممکن ہی نہیں ہے کہ دین اپنی اصل شکل میں بر قرار رہتا“۔

پھر فرماتے ہیں کہ

”اب اس کے بعد یہ تعجب کی بات نہیں ہے کہ اسلام خادم بن گیا، غلام بن گیا۔ اسلام کو جاہلیت (وطنیت و جمہوریت) کے سائے تلے رہنے پر مجبور کیا گیا“۔

وطنیت و جمہوریت کے (باطل) شعارات زندہ ہیں اور اصل دین اور اس کے شعارات کہیں نظر نہیں آتے۔

کیا مطلوب ہے؟

”اب اگر کوئی داعی یا کوئی عالم یہ چاہتا ہے کہ وہ اپنے دین کی خدمت کرے، اپنے فرض کو نبھائے اور اس دین کو غالب کرے تو سب سے پہلے وہ بیماری کے اصل سبب کو دور کرے (یعنی وہ حق کو اس کے لوازم، آزمائشوں اور تکالیف کے ساتھ قبول کرے)۔ اور اگر وہ ایسا نہیں کرتا تو اس کی مثال ایسی ہی ہے جیسے نجاست سے بھری نالی میں پڑے سونے کو گندگی ہی میں رکھ کر صاف پانی سے دھونا شروع کر دے۔ ایسا کرنے سے وہ سونا کبھی صاف نہیں ہو گا“۔

کہتے ہیں کہ

”حقیقت یہ ہے کہ آج صالحین کی کمی نہیں ہے (نیکوکار لوگ بہت ہیں) لیکن اصلاح کرنے والے مصلحین کی آج کمی ہے“۔

آج معاشروں کی حالت دیکھیں تو یہ واضح نظر آتا ہے کہ نیک اور صالح لوگ تو موجود ہیں مگر مصلحین نہیں ہیں۔ وہ جو حقیقی معنوں میں داعی اور مجاہد ہیں، جو لوگوں کو دین کی اصل کی طرف بلاتے ہیں اور اس کی اصل صورت سے عوام کو روشناس کراتے ہیں، وہ رجال کار آج نظر نہیں آتے۔

''اور اگر پوچھیں تو اس کا سبب صرف یہ ہے کہ لوگ سمجھتے ہیں کہ حق ہونا چاہیے مگر حق کے لوازمات کے لیے وہ تیار نہیں ہوتے''۔

پھر آگے فرماتے ہیں کہ

''یہ حدیث (مومن لڑکے کے بارے میں) جو ابھی ہم نے پڑھی، پڑھنے والے کو حق کے ساتھ جو قدر ہے، ہدایت کی طرف بلانے والوں کے ساتھ جو آزمائشیں وابستہ ہوتی ہیں ان کا بتاتی ہے اور واجباتِ شرعیہ کے ساتھ جو مصائب اور مشکلات آتی ہیں ان کا مقابلہ بھی سکھاتی ہے۔ یہ حدیث تعمیر کی بنیاد رکھنے کا طریقہ بتاتی ہے، یہ بنیاد ''ابتلاء'' ہے، یہ شہادت ہے، گواہی ہے، صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے حق کی اس قدر کو سمجھا اور حق کی گواہی دی''۔

پھر یہ شہادت جو دشمن کے ہاتھوں زندگی کے ختم ہونے سے ملتی ہے، اس کا معنیٰ بہت وسیع ہے۔ اس کا معنیٰ یہ ہے کہ انسان اپنے معاشرے، اپنی قوم، اپنی امت اور پوری انسانیت کے سامنے یہ گواہی دے کہ حق یہی ہے جس کا اس نے جھنڈا اٹھایا ہے اور یہ گواہی اس حد تک بھی دے کہ جب لوگ اسے قتل کریں تو یہ اپنا قتل کیا جانا برداشت کرے، یوں اس کا خون پھر یہ شہادت دے کہ جس اصولِ حیات اور مقصدِ زندگی کی طرف یہ دعوت دیتا تھا وہی حق ہے اور وہی سچ ہے۔

عزیز بھائیو!

صحابہ رضی اللہ عنہم کو صرف حق کی پہچان نہیں کرائی گئی بلکہ حق کے ساتھ اس کے لوازم کا علم بھی انہیں دیا گیا تھا۔ وہ حضرت خبابؓ والی حدیث یاد کیجیے جب وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور کہا کہ یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! کیا آپ ہمارے لیے دعا نہیں کرتے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ مبارک سرخ ہو گیا اور فرمایا تم سے پہلے جو لوگ تھے انہیں آروں سے چیرا گیا مگر پھر بھی انہوں نے حق کو نہیں چھوڑا، اللہ کی قسم! یہ دین غالب ہو کر رہے گا یہاں تک کہ مدینہ سے حضر موت تک ایک سوار اکیلے، تنہا جائے گا اور اسے اللہ کے سوا کسی کا خوف نہیں ہو گا (گویا دین کو غلبہ ملے گا تو تب ہی عدل اور امن قائم ہو گا!)...وَلَكِنَّكُمْ تَسْتَعْجِلُونَ لیکن تم لوگ جلد بازی سے کام لیتے ہو۔ فرماتے ہیں کہ

''صحابہ رضی اللہ عنہم کی جو نسل گزری ہے تو ان کی خصوصیات یہ تھیں کہ وہ اپنے آپ کو اس دین کی خاطر فنا کرتے تھے، اپنے آپ کو اس دین کی خاطر قتل کراتے تھے تاکہ ان کے بعد آنے والی نسلیں زندہ رہیں۔ اور یہ سب اس لیے ممکن ہوا کہ ان کا یقین آخرت پہ تھا، اللہ تعالیٰ کے ساتھ ملاقات پر ان کا یقین تھا، اللہ کے سامنے کھڑا ہونے اور روزِ جزا اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہونے والی عطا پر انہیں یقین تھا''۔

جب تک یہ یقین نہ ہو تب تک انسان صبر نہیں کر سکتا۔ حق کی لوازمات، ان آزمائشوں پر صبر تبھی ممکن ہے جب آخرت کا یقین ہو۔ یہی وجہ ہے کہ جب اللہ رب العزت نے بنی اسرائیل کے بارے میں فرمایا کہ میں نے ان کو امامت دی تو حصول امامت کے دو شروط بھی ساتھ بیان فرمائیں: ایک یقین اور دوسرا صبر۔

وَجَعَلْنَا مِنْهُمْ أَئِمَّةً يَهْدُونَ بِأَمْرِنَا لَمَّا صَبَرُوا وَكَانُوا بِآيَاتِنَا يُوقِنُونَ

''ہم نے ان میں سے امام بنایا، جو ہمارے اوامر کی روشنی میں چلتے، جب انہوں نے صبر کیا''۔

کس چیز پر صبر کیا؟ حق کے لوازمات پہ، حق کے ساتھ نتھی تکالیف پہ صبر کیا۔ اور ان مصائب و مشکلات پر یہ صبر تبھی ہو سکتا ہے جب انسان کو یہ یقین ہو کہ یہی حق ہے اور اسے یقین ہو کہ یہ میری دربدریاں، ضعف، آزمائشیں، تکالیف، خوف یہ سب یونہی رائیگاں نہیں چلا جائے گا بلکہ اللہ اس ایک ایک لمحے پر مجھے اجر دے گا اور اُس دن دے گا جب اجر و ثواب اور انعامات و اکرام کو کوئی دنیا و مافیہا کے بدلے بھی خرید نہیں سکے گا۔

وَكَانُوا بِآيَاتِنَا يُوقِنُونَ

''اور وہ اللہ کی آیات و نشانیوں پر یقین رکھنے والے تھے''۔

اللہ تعالیٰ ہمیں حق کے راستے پر چلنے والا، اس کی نصرت کرنے والا اور اس راہ میں آنے والی آزمائشوں پہ صبر کرنے والا بنائے اور اللہ تعالیٰ ہمیں وہ یقین عطا فرمائے جس کے ساتھ ہم حق کے اقدار و لوازمات پر صبر کر سکیں۔ اللہ ہمیں ان سب باتوں پر عمل کرنے والا بنائیں اور ان سب باتوں کو ہم سب کے لیے نافع بنا دیں، آمین۔

(جاری ہے انشاء اللہ)

☆☆☆☆☆

قاری ابو عمارہ

بلخ کی مہم کے بعد قندھار کے معرکے میں اورنگ زیب کو شریک ہونے کا حکم ملا۔ یہ قلعہ پہلے شاہجہاں نے ایران سے چھین لیا تھا مگر کچھ عرصے بعد یہ دوبارہ صفویوں کے قبضے میں چلا گیا۔ چنانچہ شاہجہاں نے سعد اللہ خاں وزیر اعظم کو لاہور سے فوج دے کر روانہ کیا تا کہ قندھار کو واپس لیا جائے۔ اورنگ زیب کو ملتان سے کوچ کا حکم ملا۔ انہوں نے قندھار کے مضافات کو توفتح کر لیا مگر قلعہ کا فتح ہونا باقی تھا کہ سردی شروع ہوگئی اور جنگ کا جاری رکھنا ممکن نہ رہا، چنانچہ افواج کو واپسی کا حکم ملا۔

اس معرکے میں جو کامیاب لڑائیاں ہوئیں ان کی خوشی میں شاہجہاں نے شرکا کو انعامات دیے نیز اورنگزیب کو بھی خصوصی انعام سے نوازا۔ اورنگزیب نے واپس آتے ہی افواج تیار کرنی شروع کر دیں اور بہار کے موسم میں شاہجہاں کا حکم ملتے ہی کوچ کر دیا۔ اس کے بعد سعد اللہ خاں بھی لاہور سے قندھار پہنچ گیا۔ شاہجہاں نے محاصرے کی کمان لاہور اور دہلی میں رہ کر خود اپنے ہاتھ میں رکھی۔

عالمگیر موقع پر موجود تھا اور حالات کے مطابق اقدامات کی تجویز دیتا تھا مگر جو تجویز وہ دیتا تھا اس کے اُلٹ احکامات دربار شاہی سے موصول ہوتے تھے۔ اس زمانے میں جبکہ زمانہ جدید کی سہولیات میسر نہ تھیں اس خط و کتابت میں بہت وقت لگتا تھا پھر حکم بھی ایسا ملتا تھا جو صورت حال کے بالکل الٹ ہوتا تھا۔ عالمگیر نے ہر حکم کی پوری تعمیل کی مگر ضرورت اور موقع کے خلاف جو احکامات ہوں ان کا حشر ایسا ہی ہوتا ہے جو محاصرہ قندھار کا ہوا۔ شاہی دفتر پر دارا کا تسلط تھا اور وہ شاہجہاں کا چہیتا بھی تھا۔

معلوم یوں ہوتا ہے کہ دارا کی کوشش یہی رہی کہ وہ عالمگیر کو کامیاب نہ ہونے دے۔ چنانچہ شاہجہاں سے ایسے احکامات جاری کروائے گئے جو فتح کی بجائے پسپائی کی وجہ بن گئے۔ شاہجہاں خود قندھار جانا چاہتا تھا مگر دارا کی مخالفت کی وجہ سے نہ گیا۔ پھر شہزادہ شجاع کو بنگال سے بلوایا گیا کہ وہ اورنگزیب کے ساتھ محاصرہ قندھار میں شرکت کرے مگر دارانے یہ کہہ کر کہ ان دونوں کے تعلقات اچھے نہیں ہیں، شجاع کو بھی قندھار جانے سے روک دیا۔

پھر شاہجہاں کو اس قدر مایوس اور بد دل کیا کہ اس نے صرف دو ماہ بعد قندھار کا محاصرہ اٹھانے کے احکامات سعد اللہ خاں کو بھیج دیے جو اس مہم کا اصل جرنیل تھا۔ پھر اس ناکامی کا ذمہ دار اورنگ زیب کو ٹھہرا کر اس قدر معتوب اور ذلیل کیا کہ اس سے ملنا بھی گوارانہ کیا بلکہ اس کو واپس دکن بھیج دینے کے احکامات جاری کر دیے۔ حالانکہ قندھار کی مہم کی کمان خود شاہجہاں کے ہاتھ میں تھی اور اورنگزیب کی حیثیت ماتحت کماندار کی تھی جو شاہجہاں کے احکامات کا منتظر اور سعد اللہ خاں کی رائے کا پابند تھا۔[8]

یہ وہ وقت تھا جب شاہجہاں، اورنگ زیب کی جانب سے مکمل بد گمان ہو گیا تھا۔ اس کے بعد شاہجہاں نے اورنگزیب کی کسی صفائی اور دلیل کو نہیں سنا بلکہ الٹا اس کی نکتہ چینی بڑھتی ہی گئی جیسا کہ آئندہ تفصیل سے معلوم ہو گا۔ اس ساری صورت حال میں اورنگ زیب کی جانب سے کوئی شکوہ یا احتجاج سامنے نہیں آتا بس اپنی بڑی بہن کے نام خط میں وہ ایک بلیغ اشارہ کرتا ہے

گر تو اے گل گوش بر آواز بلبل مے کنی

کار مشکل مے شود بر بے زبانان چمن[9]

دارا کا خیال تھا کہ اورنگزیب کو ناکام کر کے وہ خود کوشش کرے گا اور فتح کا سہرا اپنے سر باندھ لے گا۔ چنانچہ اگلے سال اس نے خود شاہجہاں سے درخواست کر کے یہ مہم اپنے ہاتھ میں لی اور فوج اور سامان جنگ کے ساتھ قندھار پہنچ گیا۔ فوج اور سامان جنگ اس سے دو گنا تھا جو عالمگیر کو ملا تھا۔ وہاں پہنچ کر دارانے کوشش بھی کی مگر اس کو کامیابی نہ ملی تو اس نے جادو ٹونے کا سہارا لینے کی کوشش کی۔ محمد جعفر دوپشمینہ (کمبل) پوش فقیروں کو لے کر آیا، دارانے ان کو عزت و احترام سے باریاب کیا اور نذرانہ دیا۔ مراقبہ کے بعد ایک نے کہا کہ

"میں سیر کرتا ہوا اصفہان پہنچا تو دیکھا کہ شاہ ایران کے انتقال کا سوگ منایا جارہا ہے اور اس کو سپرد خاک کر دیا گیا ہے"۔

یہ سنتے ہی سارے درباری ایک دوسرے کو مبارک باد دینے لگے اور خوشی کے نقارے پیٹنے لگے۔ پھر محمد جعفر ایک حساب داں کو لے کر آیا جو جنات کو مسخر کرنے کا دعوے دار تھا۔ اس نے کچھ چیزیں منگوائیں اور ایک چلہ کرنا شروع کیا جس کے مکمل ہونے پر قلعہ کا

---

[8] رقعات عالمگیری کے مقدمے میں اس محاصرے کی پوری روداد موجود ہے۔

[9] اے پھول اگر تو بلبل کی آواز پر ہی کان لگالے گا تو چمن کے بے زبانوں پر اپنا کام دشوار ہو جائے گا۔

فتح ہونا لازمی تھا۔ مگر چالیس دن پورے ہونے پر بھی قلعہ فتح نہ ہوا تو یہ حساب داں چپکے سے فرار ہو گیا۔

یہ حماقتیں یا تو شاہجہاں کے علم میں نہیں آئیں یا شاہجہاں ' دارا کی محبت میں سب کچھ نظر انداز کر تا رہا۔ بہر حال جو مہم اورنگ زیب سے سر نہ ہو سکی وہ دارا سے بھی سر نہ ہوئی، نہ دارا اس سطح کا جرنیل تھا کہ قندھار جیسی مہم اس کے بس کی بات ہوتی۔ مگر دونوں کے انجام میں فرق یہ ہے کہ اورنگ زیب کو ماتحت ہونے کے باوجود ذلیل کیا گیا مگر دارا کو خود مختار ہونے کے باوجود کچھ نہ کہا گیا، الٹا اس کے منصب میں اضافہ کر دیا گیا۔ تعجب ہوتا ہے کہ بیدار مغز شاہجہاں ' اورنگزیب کے معاملے میں اتنا تہی دماغ کیوں ہو گیا تھا؟

جب اورنگ زیب قندھار کی مہم پر تھا تو اس کا صوبہ ملتان اور سندھ ' دارا کی نگرانی میں دے دیا گیا تھا۔ دارا نے اپنے نائب کے حوالے سے شکایت کی کہ اورنگزیب کے آدمیوں نے ملتان کا شاہی محل لوٹ لیا ہے اور اس کے پتھر اور کواڑ تک بیچ ڈالے ہیں۔ اس معاملے کی چھان بین ہوئی تو معلوم ہوا کہ ملازمانِ عالمگیر کے روانہ ہونے کے بعد دارا کے ملازموں نے اس جانب توجہ نہیں کی اور مقامی اُٹھائی گیروں نے موقع پا کر شاہی محل کو لوٹ لیا۔ اس سلسلے میں بہت سی اشیاء برامد بھی کی گئیں اور جن سے وہ چیزیں نکلیں ان کو سزائیں بھی دی گئیں بہر حال اورنگ زیب اس معاملے میں بے قصور ثابت ہوا مگر یہ ساری کارگزاری شاہجہاں تک پہنچنے ہی نہیں دی گئی اور اس کی بدگمانی کو انتہائی ہوشیاری کے ساتھ بر قرار رکھا گیا۔

مہم قندھار کے بعد اورنگ زیب کو دوبارہ دکن کی نظامت سونپی گئی۔ یہی وہ دور ہے جس کی انتہا جنگِ برادران اور شاہجہاں کی معزولی پر ہوئی۔ دارا کی رقابت اور حسد سے اس کا ہر بھائی حصہ پا رہا تھا مگر دارا کو اصل خطرہ اورنگ زیب سے تھا اسی وجہ سے اس کے حسد اور رقابت سے سب سے زیادہ حصہ بھی اورنگ زیب نے پایا۔ دکن کی دوسری نظامت میں یہ چپقلش اپنی انتہا کو پہنچ گئی۔

مہم قندھار سے واپسی پر اورنگ زیب اور شجاع دونوں آگرہ آئے ہوئے تھے۔ ان کی واپسی کی مکمل ترتیب ان کے حوالے کی گئی اور ان کو الگ الگ رخصت کر دیا گیا۔ دارا کی کوشش یہ تھی کہ دونوں بھائیوں کا آپس میں اتصال نہ ہو۔ شجاع پہلے روانہ ہوا اور دو دن بعد اورنگ زیب روانہ ہوا۔ شجاع کو اکبر آباد میں طبیعت کی خرابی کی وجہ سے رکنا پڑ گیا۔ اسی دوران اورنگ زیب بھی اکبر آباد پہنچ گیا۔ اس طرح دونوں بھائیوں کی ملاقات ہوئی۔ کئی دنوں یہ ملاقاتیں جاری رہیں۔ ہر ایک بھائی کی نظر میں دارا 'ملحد اسلام دشمن اور سب بھائیوں کا بدخواہ تھا۔ نظریہ کی یکسانیت ایک اتحاد کی بنیاد بن گئی۔ اس کے بعد اورنگ زیب کی ملاقات شاہزادہ مراد سے ہوئی جو گجرات سے آگرہ جا رہا تھا۔ یہاں بھی وہی نظریہ مشترک تھا۔ چنانچہ تینوں بھائیوں کے درمیان اس امر پر اتفاق ہو گیا کہ سب بھائیوں کو اپنی قوت محفوظ رکھنی چاہیے اور جب شاہجہاں کے لیے امر ناگزیر آئے تو متحد ہو کر اس دشمن دین وملت کا مقابلہ کرنا چاہیے۔ اور اگر دارا کسی ایک بھائی پر حملہ کرے تو دوسرے بھائیوں کو اس کی امداد کرنی چاہیے۔

اورنگ زیب دس سال بعد دکن واپس آ رہا تھا۔ اس عرصے میں یکے بعد دیگرے چھ ناظمین اس صوبے میں آئے اور چلے گئے مگر دکن کی صورت حال ناگفتہ بہ ہی رہی۔ آئے دن کے نئے انتظامات نے جن میں صوبہ داروں کی اغراض پرستیوں اور بدمزاجیوں کا دخل تھا ایک طرف تو مقامی افسروں کو بادشاہ کی خفگی سے محفوظ کر رکھا تھا دوسری جانب رعایا کا حال برا تھا زراعت مردہ تھی اور نظام مردہ تھا۔ انتہا یہ کہ وہی صوبہ جس کی آمدنی تین کروڑ باسٹھ لاکھ تھی ایک کروڑ کی آمدنی پر آ گیا۔

پہلے ہی عالمگیر کا شاہی خزانے پر دس لاکھ کا مطالبہ تھا۔ اب اس کے حوالے یہ تباہ حال صوبہ کیا گیا۔ بار بار کی درخواستوں پر جاگیریں دی گئیں مگر شاہی دفتر پر چونکہ دارا کا تسلط تھا اس لیے اس نے ان جاگیروں کی آمدنی کو اصل سے دوگنا قرار دیا اور خود شاہی محصولات ان جاگیروں پر اتنے رکھ دیے کہ آمدنی ان محصولات میں ہی صرف ہو جائے۔ یہ معاملہ بہت زیادہ متنازع رہا حتیٰ کہ شاہجہاں نے شجاع کو ایک خط میں لکھا کہ اورنگ زیب دکن کا انتظام اچھی طرح نہیں کر سکا۔ یہ معاملہ شاہجہاں کی بدگمانی میں مزید اضافے کا سبب بن گیا۔

مغلوں کا دستور یہ تھا کہ صوبہ دار یا نواب اپنے ملازمین کا تقرر خود کرتا تھا البتہ رسمی طور پر بادشاہ کی منظوری لینا لازمی تھا۔ کسی صوبہ دار کی سفارش کو رد کر دینا گویا اس پر بداعتمادی کا اظہار کرنا تھا۔ رقعاتِ عالمگیری کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ عالمگیر اس تیر کا بار بار نشانہ بنایا گیا۔ قلعہ اسیر دارا کے بیٹے مراد بخش کے پاس تھا جب اورنگ زیب کو جاگیر دی گئی تو یہ قلعہ بھی اس میں شامل تھا۔ اورنگ زیب نے وہاں اپنے اعتماد کا حاکم رکھنا چاہا تو اس

کی سفارش رد کر دی گئی۔ عالمگیر جن الفاظ میں اپنی بہن جہاں آرا سے اس کا شکوہ کرتا ہے اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ اس کا اپنا تاثر کیا تھا۔[10]

اس زمانے کا ناظم خود مختار نواب ہوتا تھا۔ وہ اپنی ملی ضرورت کے ساتھ ساتھ افواج کا سپہ سالار بھی ہوتا تھا۔ بادشاہ کی طرح اس کو بھی معتمدین کی ضرورت ہوتی تھی۔ اس لیے ملازمین کی تربیت کی جاتی تھی تاکہ وہ ضرورت کے وقت کام آئیں۔ کسی ناظم یا نواب کے معتمد آدمیوں کو اس سے لے لینے کا مطلب یہ تھا کہ اس کو بے یار و مددگار چھوڑ دیا جائے۔ عالمگیر دکن میں جس طرح کے حالات میں پھنسا ہوا تھا اس کو زیادہ سے زیادہ قابل اعتماد افسران اور ملازمین کی ضرورت تھی۔ مگر چونکہ عالمگیر کو لاچار اور بے بس کرنا ہی مقصد تھا اس لیے عالمگیر کے ملازموں کو شاہی عہدوں کی لالچ دے کر آگرہ طلب کیا جانے لگا۔ اگر یہ چال کامیاب ہو جاتی تو عالمگیر کی تباہی میں کوئی کسر باقی نہیں رہ گئی تھی۔ یہ شکوہ بھی عالمگیر نے اپنی بہن سے اسی خط میں کیا ہے۔

شاہجہاں کی بدگمانی اتنی بڑھی کہ اس نے ایسی نکتہ چینیاں بھی شروع کر دیں کہ جو شاہی متانت کے بھی خلاف تھیں۔ یہ بجائے خود ایک تفصیلی موضوع ہے۔ مگر اس قسم کی نکتہ چینیاں دیکھنے کے بعد یوں محسوس ہوتا ہے کہ کوئی سازشی ذہن کا آدمی ان بدگمانیوں سے یہ چاہتا تھا کہ اورنگ زیب بغاوت کر دے اور شاہجہاں کی زندگی میں ہی اس سے چھٹکارا حاصل ہو جائے یقینی طور پر یہ دارا ہی تھا۔ وہی شاہجہاں کے مزاج میں اتنا دخیل تھا کہ اس قسم کی شکایتوں کو شاہجہاں کی زبان سے ادا کروا دے۔ یہاں ہمیں اورنگ زیب کے ضبط، تحمل اور متانت و فراست کی داد دینی پڑتی ہے کہ وہ ہر تلخی کو شہد سمجھ کر پیتا رہا۔

دکن کی صورت حال میں دارا کی فتنہ انگیزیاں بھی عالمگیر کے لیے ایک دردِ سر تھا۔ اس کی کچھ مثالیں یہاں پیش کی جاتی ہیں کہ کس طرح اورنگ زیب کو بغاوت پر مجبور کیا جا رہا تھا۔

1. دکن میں مرہٹے ایک طاقت بنتے جا رہے تھے۔ یہ بنیادی طور پر لٹیرے تھے اور گوریلا جنگ کے ماہر تھے۔ دکن کے جنگلات اور پہاڑیوں کو یہ اپنے حق میں استعمال کرتے تھے۔ کسی بھی باقاعدہ جنگ کی صورت میں یہ دشمن سے لڑنے کی بجائے پیچھے ہٹ جاتے تھے۔ ان کی اس حکمت عملی کو اورنگ زیب نے اچھی طرح جانچ لیا تھا اور اس کا توڑ بھی نکال لیا تھا۔ اس کی کارروائیاں چونکہ شاہجہاں کے احکام پر ہوتی تھیں اس لیے اس نے کروڑوں روپیہ اور ہزاروں جانیں صرف کر کے کامیابی بھی حاصل کر لی تھی مگر خود شاہجہاں کا رویہ اس کے لیے پریشان کن تھا کیونکہ مرہٹے دارا کی حمایت حاصل کر کے شاہجہاں کو یقین دلا دیتے تھے کہ اورنگ زیب کے وہ مطالبات جو شاہجہاں کی جانب سے پیش کیے گئے تھے مان لیے گئے ہیں مگر اورنگ زیب اپنے ذاتی مطالبات کی وجہ سے مہم کو جاری رکھے ہوئے ہے چنانچہ اورنگ زیب کو واپسی کا حکم مل جاتا اور اس کی تمام کوشش بیکار ہو جاتی۔

2. قطب الملک، گولکنڈہ کا فرماں روا اور مغلوں کا باج گزار تھا۔ اس کا وزیر اعظم میر جملہ تھا اور میر جملہ کا بیٹا محمد امین اسی حکومت کا افسر تھا۔ میر جملہ اور اس کے بیٹے نے درخواست کی کہ وہ شاہجہاں کی ملازمت میں آنا چاہتے ہیں۔ یہ درخواست منظور ہوئی اور قطب الملک کو حکم ہوا کہ میر جملہ اور اس کے بیٹے کو شاہی دربار میں بھیج دیا جائے۔ اسی دوران محمد امین نے قطب الملک سے بدتمیزی کی جس پر قطب الملک نے اس کو گرفتار کر کے سزا دینی چاہی۔ شاہجہاں کو اس گرفتاری کا علم ہوا تو اس نے اورنگ زیب کو حکم دیا کہ قطب الملک سے مخصوص شرائط منوائی جائیں نہ ماننے کی صورت میں اس پر چڑھائی کی جائے۔ قطب الملک نے شرائط ماننے سے انکار کر دیا۔ اورنگ زیب نے اس پر حملہ کر کے اس کی فوجی قلعہ بندیاں تباہ کر دیں اور گولکنڈہ کا محاصرہ کر لیا۔ قطب الملک نے کوئی راستہ نہ پاتے ہوئے اپنی ماں کو اورنگ زیب کے پاس بھیجا اور اس ذریعے سے شرائط تسلیم کر لیں اور اپنی لڑکی کی شادی محمد سلطان پسر اورنگ زیب سے کرنا منظور کر لیا۔ ادھر یہ سب ہو رہا تھا مگر اچانک شاہجہاں کا حکم پہنچا کہ اورنگ زیب قطب الملک کا علاقہ اس کو واپس کر کے اپنے صوبے میں پہنچ جائے۔ اس حکم کی وجہ یہ تھی کہ قطب الملک کے سفیر عبد الصمد نے دارا تک رسائی حاصل کر کے اس کو یقین دلایا کہ شاہجہاں کی پیش کردہ شرائط مان لی گئی ہیں مگر اورنگ زیب نے نہ صرف قیمتی تحائف قطب الملک سے حاصل کیے ہیں بلکہ مزید وصولی کے لیے وہ گولکنڈہ میں رکا ہوا ہے جس کی اطلاع بادشاہ کو نہیں کی گئی۔ بس پھر کیا تھا بغیر کسی تحقیق کے حکم ہوا کہ جو کچھ مال غنیمت حاصل ہوا ہے نقد و جنس سب شاہی خزانے میں داخل کیا جائے۔ حقیقت یہ ہے کہ اگر شاہجہاں کا کوئی دوسرا بیٹا اس موقع پر ہوتا تو اس سے یہ

---

[10] رقعات عالمگیری رقعہ نمبر ۲۷ جلد ا میں یہ تفصیل موجود ہے۔

ذلت برداشت نہ ہوتی۔ خود عالمگیر کے لیے یہ وقت انتہائی نازک تھا اور اس نے اپنی بہن کو اس کی شکایت بھی لکھی۔ مگر یہ اس کا کلیجہ تھا کہ اس انتہائی نازک موقع پر بھی اس نے نہایت خندہ پیشانی سے شاہی احکامات کی تعمیل کی۔ بہت گھبر اجاتا ہے تو اپنی بہن کو ہی لکھتا ہے۔

"شاید شبے ماہم سحرے داشتہ باشد"[11]

قطب الملک کے ساتھ جنگ میں عادل خاں والی بیجاپور نے قطب الملک کی امداد کی تھی۔ یہ اگرچہ مغلوں سے صلح کیے ہوئے تھا مگر اس کی کوششیں مغلوں کے خلاف تھیں، مرہٹوں کا سردار شیواجی اسی کا ملازم تھا۔ عادل خاں نے شیواجی کو مغلوں کے سرحدی مقامات پر حملہ کرنے کی ترغیب دی۔ اور شیواجی کے باپ سادھوجی بھونسلہ کو کرناٹک پر حملہ کرنے کے لیے اُکسایا جو میر جملہ کی جاگیر تھی۔ اسی دوران عادل خاں کا انتقال ہو گیا اور اس کالے پالک علی عادل خاں بادشاہ کی مرضی کے خلاف بیجاپور کا حاکم بن گیا۔

شاہجہاں نے نہایت سختی کے ساتھ اورنگ زیب کو بیجاپور پر حملہ کرنے کا حکم دیا۔ ساتھ ہی میر جملہ اور شائستہ خاں کو بھی اورنگ زیب کی مدد کے لیے بھیجا۔ اورنگ زیب کو کہا گیا کہ وہ میر جملہ کا انتظار کرے اور اس کے بغیر روانہ نہ ہو۔ شائستہ خاں کو دکن میں اورنگ زیب کا قائم مقام بنایا گیا۔ اس کے علاوہ بہت سے امرا کو اورنگ زیب کی مدد کے لیے بھیجا۔ اورنگ زیب گولکنڈہ کے واقعات سے متاثر ضرور تھا مگر اس نے ایک سعادت مند بیٹے اور فرماں بردار ناظم کی طرح احکامات کی تعمیل کی اور شاہی افواج بیجاپور کی فوج کو شکست دیتی ہوئی آگے بڑھ رہی تھیں، بیجاپور کا سارا علاقہ اورنگ زیب کے سامنے کھلا پڑا تھا۔ مگر اسی دوران میں اس کو شاہجہاں کا حکم ملا کہ جنگ ختم کر کے واپس اپنے صوبے میں لوٹ جائے۔ اس کے ساتھ ہی تمام صوبیداران جو اس کی مدد کے لیے آئے تھے ان کو بھی واپسی کا حکم ملا۔ یہ افواج اورنگ زیب سے رسمی اجازت لیے بغیر ہی واپس چلی گئیں۔ سرکش مرہٹوں، نو مفتوح گولکنڈہ اور سرگرم پیکار بیجاپور کے درمیان گھرا ہوا اورنگ زیب... ایسا لگتا ہے کوئی خون کا پیاسا چاہتا تھا کہ اورنگ زیب ان طاقتوں میں گھر کر ختم ہو جائے۔ اگرچہ یہ احکامات شاہجہاں نے جاری کیے تھے مگر اس کا سبب بھی دارا ہی تھا جو بیجاپور کے ساتھ مل کر اورنگ زیب کا خاتمہ چاہتا تھا۔

[11] شاید میری رات کی بھی کبھی صبح ہو گی۔

۷ ذی الحجہ ۱۰۶۷ھ بمطابق ۶ دسمبر ۱۶۵۷ء وہ دن تھا جب اورنگ زیب کو موقع ملا کہ وہ اپنے نیستاں سے نکل کر دارا کی روباہ مزاجی کا خاتمہ کر دے۔ یہ وہ دن تھا جب دارا نے شاہجہاں کو معزول کر کے قید کر لیا تھا اور تینوں بھائیوں کے وکلا کو نظر بند کر دیا تھا۔ مزید براں راستوں کو بھی بند کر دیا گیا تھا تاکہ دار الحکومت کی خبریں باہر نہ جانے پائیں۔ اورنگ زیب کے وکیل عیسیٰ بیگ کا گھر لوٹنے کے احکامات جاری کیے گئے جن پر عمل بھی ہوا۔ ان اقدامات سے پورے ملک میں بے چینی پھیل گئی۔ اور مشہور ہو گیا کہ شاہجہاں کا انتقال ہو گیا ہے۔ شاہزادہ مراد نے اپنے علاقے سے بڑھ کر سورت پر قبضہ بھی کر لیا جو جہاں آرا بیگم کی جاگیر تھا۔ مراد کے جاسوسوں کی اطلاع یہ تھی کہ درشن جھروکہ میں ایک شخص کو بٹھا دیا جاتا ہے جو شاہجہاں کا ہم شکل ہے درحقیقت شاہجہاں کا انتقال ہو چکا ہے۔

تینوں بھائیوں کے وکلا کو نظر بند کر دینا درحقیقت اعلان تھا کہ اب وہ تینوں اپنے علاقوں کے ناظم نہیں رہے بلکہ وہ بادشاہ جس نے ان کو مقرر کیا تھا وفات پا گیا ہے۔ حیرت انگیز بات یہ ہے کہ اس زمانے میں دارا نے جو احکامات جاری کیے ان پر شاہجہاں کے دستخط ہیں۔ یا تو شاہجہاں خود ان فرامین پر دستخط کر رہا تھا یا دارا نے اس کے خط کی مشق کر لی تھی۔ بہر حال ان فرامین کے ذریعے دارا نے شجاع سے مونگیر، مراد سے مالوہ اور اورنگ زیب سے برار واپس لینے کی کوشش کی تھی۔

اورنگ زیب ابتدا میں متردد رہا مگر اس کو یقین ہو گیا کہ شاہجہاں کا انتقال نہیں ہوا مگر وہ معزول ضرور کر دیا گیا ہے۔ چنانچہ اس نے ایک خط میں مراد کو یہ بات لکھی ہے۔ بعد میں مراد کے جاسوسوں نے بھی تصدیق کی کہ شاہجہاں زندہ ہے مگر اس کے پاس اختیار نہیں رہا۔ جہاں آرا بیگم جو اورنگ زیب اور مراد کو دارا سے جنگ کرنے سے باز رکھنا چاہتی ہے اپنے مکتوب میں اس بات کا اعتراف کرتی ہے کہ شاہی اختیارات دارا نے اپنے ہاتھ میں لے لیے تھے اور شاہجہاں سے صرف دستخط کرائے جارہے تھے جبکہ بعض فرامین کے وجود سے بھی وہ باخبر نہیں جیسے جاگیروں کی واپسی کا فرمان اس کے لیے حیرت انگیز ہے۔[12]

اب تک ساری تحقیق خبروں کی صورت میں تھی مگر اب ضروری ہو گیا تھا کہ خود جا کر تحقیق کی جائے۔ چنانچہ اورنگ زیب باپ کی مزاج پرسی کرنے کے لیے دکن سے آگرہ روانہ ہوا، ساتھ ہی مراد گجرات سے چل پڑا۔ ان کے پاس جواز موجود تھا کہ جب وہ بہن

[12] مکتوبات جہاں آرا بیگم بنام اورنگ زیب و مراد۔ تاریخ ہندوستان۔ مراد کے خطوط بنام اورنگزیب اور شجاع میں بھی اس کا ذکر کیا گیا ہے۔

کی مزاج پرسی کے لیے جاسکتے ہیں تو باپ کی مزاج پرسی تو بدرجہ اولیٰ ضروری ہے۔ دارا کی کوشش یہ تھی کہ دونوں بھائی آگرہ نہ آئیں چنانچہ اس نے جہاں آرا بیگم کو خط لکھنے پر مجبور کیا۔ مگر اورنگ زیب نے اس کو رد کر دیا اور لکھا کہ باپ کی مزاج پرسی سے روکنے کے دو ہی مطلب ہو سکتے ہیں یا تو وہ زندہ نہیں ہیں یا معزول کر دیے گئے ہیں۔ شاہزادہ مراد نے جہاں آرا بیگم کے خط کے جواب میں زیادہ سخت الفاظ استعمال کیے ہیں۔ وہ لکھتا ہے:

"ایسی صورت میں جب پدرِ والا قدر بیمار ہیں اور سارا اختیار اس ملحد اور ملحد کی اولاد (مراد دارا اور اس کے بیٹے ہیں) کے پاس ہے تو عقلی اور شرعی دونوں طرح اپنی حفاظت اور شر کو دور کرنا ضروری ہے"۔

یہاں مراد کے الفاظ ذہن میں رہیں کہ وہ دارا کو ملحد لکھتا ہے۔ اس کے بعد اس نے خود دارا کو خط لکھا اور یہ خط سب سے بڑا ثبوت ہے کہ شاہجہاں کو اورنگ زیب نے نہیں بلکہ دارا نے معزول کیا تھا۔ مراد نہایت طنزیہ انداز میں لکھتا ہے:

"زہے خلف الصدق سعادت مند کہ پدر عالی قدر کہ جن کی توجہات اور احسانات کے طفیل میں خدمات سلطنت کے قابل ہوا اُسی کو قید میں ڈال کر جانی دشمن کی طرح عزیز بھائیوں کی جاں ستانی اور ہلاکت پر کمر باندھی ہے"۔[13]

چند سطر بعد لکھتا ہے:

"چونکہ پدر والا قدر کی رہائی ہمارا سب سے بڑا مقصد ہے اس لیے پنبۂ غفلت کانوں سے نکال کر سامان جنگ فراہم کر لو اور جنگ کے لیے تیار ہو جاؤ اور ہم کو اعانتِ دینِ محمدی اور پدرِ والا قدر کی بازیابی کے لیے وقت کے کندھوں پر سوار اپنے سر پر پہنچا ہوا سمجھو"۔

اس اعلان جنگ کے الفاظ قابل توجہ ہیں: "اعانتِ دینِ محمدی اور پدر والا قدر کی بازیابی"۔ دارا کے مذہب پر بہت بحث کی جاتی ہے اور اس کو صوفی اور مرشد باصفا گردانا جاتا ہے مگر تینوں بھائیوں کی نظر میں وہ ملحد ہے۔ جنگ کے بعد کے ایک خط میں مراد لکھتا ہے:

"چونکہ ہمارا مقصد دینِ محمدی کی اعانت تھا اس لیے یقین تھا کہ نصرتِ الٰہی ہمارا ساتھ دے گی"۔[14]

مورخین کا بیان ہے کہ جب دارا نے اورنگ زیب اور مراد کے مقابلے پر افواج روانہ کیں تو شاہجہاں نے اس کی مخالفت کی مگر دارا نے اس مخالفت کی پرواہ نہ کی۔ اس سے قبل اس کا لڑکا سلیمان شکوہ، شجاع کو شکست دے چکا تھا اس کامیابی نے اس کا حوصلہ بڑھا دیا تھا۔ شاہجہاں کا ارادہ تھا کہ وہ اپنا خیمہ دارا اور اورنگ زیب کے لشکر کے درمیان لگوا دے مگر دارا نے یہ بھی نہ ہونے دیا۔

اب صورت حال یہ تھی کہ دارا ایک جانب شجاع پر حملہ کر کے اس کو شکست دے چکا تھا دوسری جانب تینوں بھائی متفق تھے کہ دارا، اسلام دشمن اور ملحد ہے۔ اگر وہ تخت کا مالک بن گیا تو ہندوستان سے اسلام رخصت ہو جائے گا۔ تیسری جانب ہم ثابت کر آئے ہیں کہ شاہجہاں کو اورنگ زیب نے نہیں بلکہ دارا نے معزول کیا تھا۔ چوتھی جانب اورنگ زیب اور مراد باپ کی مزاج پرسی کرنے کے لیے آگرہ روانہ ہو چکے تھے۔ آگرہ کی آب و ہوا شاہجہاں کے لیے نامناسب تھی اس لیے طبیبوں نے اس کو دلی جانے کا مشورہ دیا تھا مگر معزولی کی بنا پر وہ سفر نہیں کر سکتا تھا۔ اس ساری صورت حال میں کوئی بھی اورنگ زیب پر یہ الزام نہیں لگا سکتا کہ وہ کسی بھی طرح باپ کی معزولی یا اس کی نظر بندی میں شریک تھا۔ الٹا اس کے سفر کا مقصد اور جنگ کی وجہ شاہزادہ مراد کے خط سے واضح ہو جاتی ہے۔

مندرجہ بالا وجوہات واضح کرتی ہیں کہ جنگِ برادرن کی اصل وجوہات دارا کی اسلام دشمنی اور شاہجہاں کو معزول کرنا تھیں۔ اس جنگ کی تفصیل مراد نے اپنے ایک خط میں بیان کی ہے۔

اسی جنگ کے بعد اورنگ زیب نے شاہجہاں کو خط لکھا ہے جس میں دارا کی فرد جرم تفصیل کے ساتھ بیان کی ہے:

"اسی دوران معاملات بندوبست ملکی و مالی حضرتِ والا کے ہاتھ سے نکل کر شاہزادہ کلاں کے اختیار میں پہنچ گئے۔ جس نے امورِ سلطنت کے بست و کشاد میں وہ اقتدار حاصل کر لیا جو احاطۂ تحریر سے باہر ہے۔ یہ قدرت و تسلط پاتے ہی اس نے اپنے بھائیوں کے استیصال کو اپنا اولین مقصد بنا لیا۔ شہزادہ شجاع کے سر پر اپنے نوعمر فرزند سلیمان شکوہ کو مسلط کیا۔ شجاع کی ۳۲ سالہ خدمات کی کوئی وقعت نہیں کی اور اس کو حد سے زیادہ ذلیل کیا گیا۔ اپنی نفسانی خواہشات اور اور صرف خواہشات کی بنا پر اس نیاز مند (مراد خود اورنگ زیب ہے) کی حد سے زیادہ تذلیل اور تذلیل کی جدوجہد

---

[13] مکتوب مراد بنام دارا شکوہ تاریخ ہندوستان۔
[14] مکتوب مراد بنام شجاع۔ تاریخ ہندوستان۔

کرتا رہا۔ منافع اور آمدنیوں کے راستے اس نیاز مند کے لیے بند کرتا رہا۔ اور طرح طرح کے نقصانات پہنچاتا رہا۔ اور ہمیشہ وہ کام کرتا رہا جو دین و ملت کے خلاف اور بندگانِ خدا اور انسانی آبادیوں کو برباد کرنے کے مترادف تھے"۔

اس کے بعد مہمات دکن اور دارا کی دشمنی کا حال تفصیل سے لکھنے کے بعد لکھتا ہے:

"اگر فضلِ الٰہی ہی شامل حال نہ ہوتا تو دارا کی اس عاقبت نااندیشانہ حرکت کے بعد سلطنت انہی فرماں روایانِ دکن کے ہاتھوں برباد ہو گئی ہوتی یہ حرکات اس نے اپنی ذاتی اغراض کے باعث کی تھیں جن میں وہ اتنا اندھا ہو گیا تھا کہ خود سلطنت کی بربادی کا بھی خیال نہ کیا۔ پھر اپنی اسی مخالفت اور خصومت کی بناپر جس کی شہرت ایران و توران تک ہو چکی ہے یہاں تک ہی قناعت نہیں کی بلکہ مجھ جیسے نیاز مند سے صوبہ برار چھین کر ایک ایسے شخص کے حوالے کرنا چاہی جو ہمیشہ حکومت کا مخالف رہا اور جس کی غداری طشت از بام ہے۔ پھر خوشامدیں کر کے راجہ جسونت سنگھ کو میری سرکوبی کے لیے روانہ کیا مقصود یہ تھا کہ جس طرح بھی ہو وہ مختصر سا علاقہ جو حضرتِ والا نے مجھ کو مرحمت فرمار کھا ہے چھین کر مجھے بے کسی اور غربت میں فنا کر دیا جائے۔ علاوہ ازیں خوشامدیں اور چاپلوسی کر کے حضرت والا کے مزاج پر اتنا قبضہ جما لیا ہے کہ جو کچھ وہ کہے حضرت والا اس کو بلا تحقیق و تفتیش درست سمجھتے ہیں اور اس کی رائے پر عمل فرماتے ہیں اور جملہ ملکی اختیارات اس کے حوالے کر دیے ہیں۔

اندریں حالات اس کے سوا کوئی صورت نہیں رہی تھی کہ بندگانِ نیاز مند خود حاضر ہو کر اصل حقائق عرض کریں اور بارگاہِ سلطانی میں اپنی مظلومیت کا اظہار کر کے عدل و انصاف کے طالب ہوں۔ چنانچہ جب یہ خیر خواہ مسافت طے کر کے اجین کے قریب پہنچا تو جسونت سنگھ جو شاہزادہ کلاں کے اشارے سے اس خیر خواہ کی ایذا رسانی کے لیے مامور تھا 'سنگِ راہ بن گیا۔ اور کسی حقوق و آداب کا لحاظ کیے بغیر اس نے دیدہ دلیری کے ساتھ مجھے واپس جانے کا حکم دیا، اگرچہ اس نیاز مند کے سنجیدہ پیغامبروں نے اس کو سمجھایا کہ صرف حضرتِ والا کی مزاج پرسی کے لیے جانا مقصود ہے مگر اس نے کسی سنجیدہ بات پر کان نہ دھرا اور واپسی کی بات پر اڑا رہا۔ اور اپنے لشکر و قوت کے غرور میں آمادہ جنگ ہو گیا۔ ایسی صورت میں ہر ذی ہوش کا کام تھا کہ اس گستاخ کو راہ سے ہٹا کر اس کے غرور و تکبر کا مزہ چکھائے۔ اگر خدمت اقدس میں حاضری کے علاوہ کوئی اور مقصد ہوتا تو لازم تھا کہ اس لشکر کو شکست دینے کے بعد مفرورین کا تعاقب کیا جاتا اور ان کو قتل یا قید کر لیا جاتا، مگر چونکہ فدوی کا مقصد صرف راستہ حاصل کرنا تھا اس لیے اس سے گریز کیا گیا۔ اب شاہزادہ دارا شکوہ خود دھولپور تشریف لائے ہیں اور دریائے چنبل کے تمام گھاٹوں پر توپخانہ اور فوجی دستے متعین کر کے میرے لیے دریا کا عبور کرنا ناممکن بنا دیا تھا۔ مگر اس ناممکن کو یہ نیاز مند ممکن بنا چکا ہے۔ اور دریائے چنبل سے پار ہو کر حضور والا کی قدم بوسی کا ارادہ کیے ہوئے ہے۔ اب سنا ہے کہ خود شاہزادہ دارا شکوہ مجھ سے معرکہ کارزار گرم کریں گے۔ یہ ان کی بزرگانی شان کے بھی خلاف ہے اور مجھ جیسے کارآزمودہ جنگ جُو سے بازی لے جانا بھی ان کے لیے ناممکن ہے۔ لہٰذا بہتری اسی میں ہے کہ وہ اس ارادہ کو ترک کر کے اپنے علاقہ پنجاب میں تشریف لے جائیں اور کچھ دن اس نیاز مند کو اعلیٰ حضرت کی خدمت میں باریابی کا موقع دیں"۔

مگر دارا پر کسی بات کا کوئی اثر نہ ہوا اور ۷ رمضان ۱۰۶۸ھ کو اس نے اورنگ زیب کا راستہ روکنے کی کوشش کی، مگر اس کو شکست ہوئی۔ غروب آفتاب کے بعد وہ آگرہ پہنچا اور شاہجہاں سے ملے بغیر اپنے بیوی بچوں کے ساتھ خزانہ لے کر آگرہ سے دہلی کی جانب نکل گیا۔ اس کے بعد اس نے پنجاب گجرات وغیرہ میں رہ کر ایک سال تک اورنگ زیب کو شکست دینے کی کوشش کی مگر اس کی یہ کوشش لاحاصل رہی۔ سندھ کے علاقوں میں اس کو گرفتار کر لیا گیا۔ اور ۱۰۶۹ھ میں گرفتار کر کے دہلی لایا گیا۔ اور اسی سال کے آخری دن اس کو الحاد اور ارتداد کے جرم میں تختہ دار کا آویزہ بنا دیا گیا۔[15]

(جاری ہے)

☆☆☆☆☆

[15] اس تفصیل کی ضرورت اس لیے پڑی کہ سیکولرازم جس سیاسی ماحول کو استعمال کر کے غلبہ پانا چاہ رہا تھا اس کو واضح کر دیا جائے ورنہ مغلوں کی تاریخ لکھنا مقصد نہیں تھا نہ اورنگ زیب کی سوانح لکھنا۔

اے میرے بھائی! اے میرے دوست!

حنظلہ فاروقی

اے میرے بھائی اے میرے دوست... میری نصیحت مانئے!

دو ہی قیدیں ہیں! ایک دنیا کی قید جو مسلمان، مومنین، موحدین اور مجاہدین کے لیے ہے جو کہ چند پل کی قید ہے' اس قید میں ربّ کی نصرتیں ساتھ ہوتی ہیں، حدود اللہ کو پھلانگنا نہیں پڑتا، آزمائشوں پہ ڈٹ جانا پڑتا ہے اور صبر کرنا پڑتا ہے... دوسری آخرت کی قید جو مشرکین و کفار، مرتدین اور باغیوں کے لیے ہے۔ دنیا کی قید سے کروڑوں گنا زیادہ درد ناک، بھیانک مشکل ترین اور ہمیشہ رہنے والی، ذلت سے پُر دھکتی آگ، ہمیشگی کی رسوائی، ربّ کی ناراضی کا ثمر...

بس میری نصیحت مان لیجیے! میرے آنسوؤں سے دھلے الفاظ کی لاج رکھ لیں! میری التجاؤں کی قدر کر لیں! میرے درد کو ذرا دِل سے سمجھ لیں! میرے الفاظ کی دستک کو دِل و دماغ میں جگہ دیں... بس تم دنیا کی قید کو ہی ترجیح دے دو... اس قید میں آزمائشیں ہیں لیکن چند ہی پل کی، اس قید میں مشقتیں ہیں لیکن بڑی لذتوں والی، اس قید میں عاجزی ہے انکساری ہے، غریبی ہے، پر تمہیں استقامت دکھانی ہو گی... روح کے بلندیوں کی طرف اُڑ جانے تک...

اے میرے بھائی! ربّ نے حدود قائم کر دی ہیں، دنیا میں مومنین کے لیے! پس تم نے انہی حدود میں ہی رہنا ہے روح کے نکلنے تک... خبر دار! ان حدود اللہ سے آگے تم نے نہیں بڑھنا ہے، بس تمہیں ربّ کے قرآنِ مقدّس کو گلے سے لگا کر خود کو اس دور کے اندھے فتنوں سے بچانا ہے، ربّ کی توحید کی نصرت کرنی ہے، طواغیتِ وقت کا انکار کرنا ہے... پس تم نے اللہ کے لیے محبتیں بانٹنی ہیں... اللہ ہی کے لیے مشرکین، کفار، ملحدین مرتدین و منافقین سے نفرتیں کرنی ہیں...

اے میرے بھائی! تم نے اللہ تعالیٰ اور اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبّت کو سب سے مقدّم رکھنا ہے چاہے اس کے لیے سب کچھ وارنا پڑے وار دینا، رشتے توڑنے پڑیں توڑ دینا، ماں باپ کو چھوڑنا پڑے چھوڑ دینا، اولاد و بیوی کی محبت قربان کرنی پڑے تو کر ہی دینا... اللہ کی قسم! تجھے کیسے بتاؤں چند ہی پل کی یہ آزمائش ہو گی تیرے لیے دنیا میں لیکن اس کا اجر آخرت میں اتنا اعلیٰ اتنا ارفع اور اتنا بلند ہے کہ ہم تم تصور ہی نہیں کر سکتے...

اے میرے بھائی! کیا یہ کم ہے تجھے اس چھوٹی سی آزمائش کے بدلہ میں انبیاء صدیقین و شہدا کی محفلیں مل جائیں اور ان کے ساتھ تو نکل پڑے ربِّ رحمن کا دیدار کرنے!...

اے میرے محبوب! اے میرے دوست! اے میرے مجاہد! اے میری دعاؤں میں اپنی خاص جگہ رکھنے والے! بس تم دنیا کے جھوٹے خداؤں، دجالوں، کذابوں، منافقوں اور ایجنسیوں کے خوف کو دیوار پہ مار کر فقط اپنے محبوب ربّ سے ڈرو! تقویٰ اختیار کرو، ربّ پہ انتہا درجے کا توکل اپنی رگوں میں بھر دو، آزمائشوں پہ صبر کرو اور استقامت کے ساتھ ڈٹ جاؤ... قریب ہے کہ تمہاری روح کو لینے ربّ کے فرشتوں کے لشکر بڑے سج دھج کر آئیں گے، تیرے حور و غلمان کے لیے منتظر ہوں گے، ربّ تجھے اپنے دیدار کی تجلّی دکھائے گا، ربّ تجھے دیکھ کر مسکرائے گا... کیا یہ عزت اور بلندی کم ہے؟ آہ! کیا ہی مبارک مہمان نوازی، اکرام و احترام ہو گا تمہارا...

... ...

اے غفلت کی نیند میں ڈوبے میرے بھائی! اپنی ماں کی محبت پہ، اپنی بیوی کی محبت پہ، اپنی اولاد کی محبت پہ، اپنی نوکری کی محبت پہ، اپنی دکان کی محبت پہ، اپنے بزنس کی محبت پہ، اپنی پراپرٹی کی محبت پہ، اللہ تعالیٰ کی توحید کی سربلندی کے حکم جہاد فی سبیل اللہ کی محبت کو مقدّم رکھنا تجھ پہ فرضِ عین ہے!

آہ! یہ دنیا کا مال و محبتیں تو ختم ہی ہونے والی چیزیں ہیں، اصل ہمیشہ کے لیے رہنے والے تو اعمالِ صالح ہیں، اصل رہنے والا عمل تو نصرتِ دین ہے، ربّ کی توحید کی سربلندی کے لیے اپنے مال و جان سے کی گئی نصرتیں ہیں، اصل باقی رہنے والا تو وہ ثمر ہے، وہ اجر ہے جو آزمائشوں اور صبر کے بعد ملے گا ربّ کی طرف سے۔

اے میرے بھائی! سبھی عیاشیاں، عشرتیں، سبھی الفتیں و محبتیں ربّ کے لیے فنا کر دیں۔ اس زمین و آسمانوں کی وسعتوں سے کئی گنا زیادہ وسیع جنتوں کی طرف لپکیں!

بس تمہیں دنیا میں ایک اہم ترین ذمہ داری دی گئی ہے اللہ ربّ العالمین کی طرف سے... سوچ لو اگر تم نے یہ ذمہ داری قبول کر ہی لی اور اس میں سرخرو ہو گیا تو اللہ کی قسم! تم کامیاب ترین شخص ہو گے۔

انبیاء علیہم السلام کی طرح اور اصحابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح... تمہیں سند ہی مل جائے کامیابی کی، تمہیں سبھی جنتوں کی چابیاں مل جائیں گی، تمہیں پل پل ربّ کے دیدار کی تجلیاں دکھائی جائیں گی، تمہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دستر خوان پہ بٹھایا جائے گا...

سبحان اللہ! تمہیں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی محفل کی زینت و رونق بنا دیا جائے گا۔ عزتیں، عظمتیں بلندیاں، سبھی رونقیں، سارے حُسن تمہارے نام کر دیے جائیں گے، تمہارے سامنے سبھی غموں کو ذبح کر دیا جائے گا، موت کو تیرے سامنے مار دیا جائے گا، دماغ تصور ہی نہیں کر سکتا کیا کچھ ملے گا!

اے میرے دوست! اے میرے ہم نوا! اے میرے بھائی! اے میری منزل کے راہی! بس دیر کیسی؟ یہ فیصلہ کر ہی جائیں! تن من دھن مال ومتاع لٹا ہی دیں! ربّ کے اجنبی دین کی نصرت کے لیے، توحید کی سربلندی کے لیے، قرآن کی حکمرانی اقتدار کے محلات تک لانے کے لیے اپنا سب کچھ وار ہی جائیں! بس یاد رکھیے یہ ربّ کا سخت ترین حکم:

قُلْ اِنْ كَانَ اٰبَآؤُكُمْ وَ اَبْنَآؤُكُمْ وَ اِخْوَانُكُمْ وَ اَزْوَاجُكُمْ وَ عَشِيْرَتُكُمْ وَ اَمْوَالُ اقْتَرَفْتُمُوْهَا وَ تِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَ مَسٰكِنُ تَرْضَوْنَهَآ اَحَبَّ اِلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ جِهَادٍ فِيْ سَبِيْلِهٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ ؕ وَ اللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ (التوبۃ: ۲۴)

"اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! فرما دیجیے کہ اگر تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے، اور تمہارے بھائی، اور تمہاری بیویاں اور تمہارے عزیز و اقارب اور تمہارے وہ مال جو تم نے کمائے ہیں، اور تمہارے وہ کاروبار جن کے ماند پڑ جانے کا تم کو خوف ہے اور تمہارے وہ گھر جو تم کو پسند ہیں، تم کو اللہ اور اس کے رسول اور اس کی راہ میں جہاد سے عزیز تر ہیں تو انتظار کرو یہاں تک کہ اللہ اپنا فیصلہ تمہارے سامنے لے آئے، اور اللہ فاسق لوگوں کی رہنمائی نہیں کیا کرتا"۔

... ...

اے بھائیو! اے میری منزل کے راہیو!

ربّ کعبہ کی قسم ربّ کی جنتیں برحق ہیں، ربّ کے دیدار کی تجلیاں برحق ہیں، ربّ کی جنتوں کی مہک، ان کی منوّر و معطّر روشنیاں برحق ہیں، ان کی عزتیں وبلندیاں، ان کی رونقیں، ان کے اعلیٰ وارفع حسن سے پُر درجات فردوس، ماویٰ وعدن برحق ہیں... ان کو رونقیں بخشنے والی خوب صورت حوریں، ان کو زینت بخشنے والے موتی جیسے خدام 'برحق ہیں... آہ! ایسا حُسن ایسا حسن، ایسی رونقیں ایسی رونقیں، ایسی عیش وعشرت جن کا تصور بھی ہم نہیں کر سکتے!

بس اے میرے ہمنوا! اے میرے محبوب!

اخلاص کے ساتھ طواغیتِ وقت کا انکار کیجیے اور ربّ کی توحید کی ایسی گواہی دیجیے جیسی حبیب نجّار غریب ترکھان نے دی تھی، شرک وارتداد سے نفرت کیجیے اور توحید کے لیے کٹ مریئے، موحدین ومجاہدین کو سینے سے لگائیے، ایک دوسرے کے لیے سراپائے خیر "رُحماء" بن جائیے، الولاء والبرا کی منوّر روشنی میں... پس ربّ پر توکل ایسا کیجیے کہ جیسے اصحابِ کہف 'طاغوتی حاکمِ وقت سے بے زار ہو کر ربّ پہ انتہا درجے کا توکل کر کے نکل پڑے تھے جنگلوں پہاڑوں کی طرف، بغیر اس خوف کے کہ رزق کہاں سے ملے گا!

فقط ربّ ہی سے ڈریے! طاغوتی فوجوں، خفیہ اداروں، ڈرون اور ٹیکنالوجی سے بے خوف ہو کر نصرتِ دین کیجیے... اپنی جان ومال سے، اپنے ہنر سے، اپنے پاک لہو سے... پس تقویٰ اختیار کیجیے، تنہائی میں روئیے، سجدوں میں آنسو بہائیے تا کہ کل محشر کے دِن لہو کے ساتھ ساتھ آنسوؤں کا وزن بھی تولا جائے... ربّ کی توحید کی فکر میں، ربّ کے دین کی سربلندی کے لیے اور اپنی مظلوم محبوب امّت کے لیے بہنے والے ایک ایک آنسو کی قیمت زمین و آسمان کی وسعتوں سے زیادہ ہو گی آنے والے مشکل ترین محشر کے دِن میں!

اے میری منزل کے ساتھیو! اے ربّ کی رضا کی جستجو کرنے والو!

الفاظ دِل کے دروازوں کو کھٹکھٹا رہے ہیں، پس اپنی آنکھیں ذرا بند کیجیے، آنسو بہائیے، تڑپیے، سوچیے، غور وفکر کیجیے! اے میرے محبوب! زندگی ایک بار ہی ملی، دنیا دارالعمل ہے، اپنی توانائیاں کھپا دیجیے! ربّ کے دین کی نصرت کے لیے... اپنی طاقتیں صرف کر دیجیے ربّ کی توحید کی سربلندی کے لیے! کل محشر کے دِن ایک ایک نیکی کی بھی ضرورت ہو گی... بھاگتے پھریں گے لیکن اپنے محبوب ماں باپ بھی ایک نیکی دینے کے لیے تیار نہ ہوں گے... پس مسلسل کوشش کیجیے! اعلیٰ سے اعلیٰ عمل کو ترجیح دیجیے، اپنے اعمال میں انتہا درجے کا اخلاص پیدا کیجیے، اتنا کچھ کر کے جائیے کہ تمہارے ہمارے ماں باپ کل محشر کے دِن فخر سے سر اُٹھا کر چلیں... انبیاء علیہم السلام اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ! تا کہ ان کے کفارے ادا ہو جائیں اور سبھی اپنے مخلصین ورشتہ داروں کو محشر کے سخت ترین دِن عرش کا سایہ نصیب ہو جائے!

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اخلاص کے ساتھ اپنے کہے الفاظ کا حق ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے، اپنے ہی فضل سے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق عطا فرمائے اپنے ہی فضل سے کہ ہم اپنی نذر پوری کر کے شہید ہو کر زمین کے نیچے پہنچیں... آمین یا ربّ!

اے میرے بھائی! یہ مضمون پڑھئے! دِل سے اور اپنی آنکھیں بند کر لیجیے اور سوچیے پھر سوچیے... یہ سودا بڑا ہی سستا ہے، بڑا ہی آسان ہے... اگر یقینِ آخرت کامل ہو، ربّ پہ توکل انتہا درجے کا ہو۔ اے میرے بھائی! بس وار دیجیے سب کچھ! یہی سب سے بڑی کامیابی ہے کامرانی ہے... یہ کامیابی کی اک ایسی سند ہے کہ جس کے بعد کوئی ناکامی نہیں ہو گی، بڑی اعلیٰ وارفع عزتیں وبلندیاں، عیش وعشرتیں آگے منتظر ہیں انہی آزمائشوں کے بدلے میں... واللہ! بس میری نصیحت کو سمجھ دل سے جان سے روح سے... اور نکل پڑیں ربّ کے اجنبی دین کی نصرت کے لیے، ربّ کی توحید وشریعت کی سربلندی کے لیے!

☆☆☆☆☆

کیا پاکستان ... ایک اِسلامی ریاست ہے؟

قانون سازی کا حق، حقِ تشریع، آئین سازی صرف اور صرف اللہ کی ذات کو ہے!

مفتی حمید اللہ جان

کہنے کو سپریم لاء قرآن وسنت لیکن نظامِ معیشت اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے جنگ یعنی سود!

استاد اسامہ محمود

قراردادِ مقاصد کتاب میں اور سطروں میں بہت معزز اور مہذب، بہت محترم لیکن عمل کی دنیا میں اسلام کس حد تک نافذ ہو سکا؟

مفتی نظام الدین شامزئی

یہ کیسی اسلامی ریاست ہے جس کے لیے امریکہ کا فرنٹ لائن اتحادی ہونا پسند کر لیا گیا؟

مولانا مثنیٰ حسان

کفار کا ساتھ دینا اسلام سے بغاوت ہے۔

ڈاکٹر اسرار احمد

ختمِ نبوت کے دشمن قادیانی: جرنیل بھی ہیں، سیاست دان اور بیوروکریٹ بھی!

حافظ صہیب غوری

لاکھوں عزتوں، جانوں اور مالوں کی قربانیاں دینے کے بعد جو پاکستان وجود میں آیا

کیا وہ پاکستان ایک اسلامی ریاست ہے؟

دیکھیے دستاویزی فلم: 'پیغامِ اِسلام' کا تیسرا حصہ

#PaighameIslam



ادارہ السّحاب، برِّصغیر

As-Sahab Media (Subcontinent)

ذاکر موسیٰ... ایک عزم، ایک تحریک!

مسلمانانِ کشمیر کے مجاہد قائد ذاکر موسیٰ رحمۃ اللہ علیہ کی شہادت پر

القاعدہ برِّصغیر کے مرکزی قائد استاد اسامہ محمود حفظہ اللہ کا بیان

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله رب العالمين والصلاة والسلام على رسوله الكريم

رَبِّ اشْرَحْ لِي صَدْرِي وَيَسِّرْ لِي أَمْرِي وَاحْلُلْ عُقْدَةً مِنْ لِسَانِي يَفْقَهُوا قَوْلِي

برِّصغیر اور بالخصوص کشمیر کے میرے محبوب مسلمان بھائیو!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

اللہ ربّ العزت کا فرمان مبارک ہے:

مِنَ الْمُؤْمِنِينَ رِجَالٌ صَدَقُوا مَا عَاهَدُوا اللَّهَ عَلَيْهِ

مؤمنین میں سے کچھ مردِ میدان ایسے ہیں جنہوں نے اللہ کے ساتھ اپنا وعدہ سچا کر دکھایا

فَمِنْهُم مَّن قَضَىٰ نَحْبَهُ

پس ان میں سے بعض نے اپنا عہد پورا کر دیا

وَمِنْهُم مَّن يَنتَظِرُ

اور ان میں سے بعض انتظار کر رہے ہیں

وَمَا بَدَّلُوا تَبْدِيلًا

اور وہ اپنے عزائم میں ذرہ برابر تبدیلی نہیں لائے۔

آج جہادِ کشمیر کی مبارک تحریک کو ایک اور بطلِ عظیم نے اپنے پاکیزہ خون سے سیراب کر دیا، راہِ حق کا یہ شہسوار، ہمت ویقین کا یہ پیکر، حق پرستی وحقیقت پسندی کا یہ نمونۂ عمل اور غیرتِ ایمانی سے سرشار یہ مردِ مجاہد ذاکر موسیٰ رحمہ اللہ ہے۔ آپ رمضان المبارک کے بابرکت ایام میں مشرک ہندوؤں کے ساتھ ایک جھڑپ میں شہید ہوگئے۔ انا لله وانا اليه راجعون!

ذاکر موسیٰ بھائی کی شہادت کی اس اندوہناک خبر نے یہاں افغانستان میں ہم سب مجاہدین کے دلوں کو غم سے بھر دیا ہے، ہم اس موقع پر اپنے کشمیری بھائیوں کے غم میں برابر کے شریک ہیں اور یہ دعا کرتے ہیں کہ اللہ ذاکر موسیٰ بھائی کی شہادت قبول فرمائے، کشمیری قوم کو سیکڑوں، ہزاروں ذاکر موسیٰ نصیب کرے اور کشمیر سمیت پورے برِّ صغیر کے مسلمانوں کو ذاکر موسیٰ، برہان وانی اور افضل گورو جیسے قائدین کا پیغام آگے بڑھانے کی توفیق دے۔

غیرت ایمانی سے سرشار کشمیر کے میرے عزیز بھائیو!

ذاکر موسیٰ ایک پیغام ہے، ایک دعوت ہے، ایک تحریک اور ایک عزم کا نام ہے۔ آپ شہید ہوئے، آپ زندۂ جاوید ہیں ان شاء اللہ، اپنے رب کا رزق حاصل کر رہے ہیں۔ مگر سچ یہ ہے کہ جو شخص اللہ اور صرف اللہ کی غلامی کی دعوت بن کر مارا جائے، جو فرد کفر و ظلم سے آزادی کا پیغام بن کر قتل ہو جائے، وہ قتل ہو کر بھی ختم نہیں ہوتا، وہ زندہ ہی رہتا ہے، اُس کی وہ دعوت اور اُس کا وہ پیغام کبھی مرتا نہیں ہے جس کی حقانیت اور افادیت پر اپنی قیمتی ترین متاع، متاعِ زندگی اس نے قربان کی ہو۔ اُس کے گرے ہوئے خون کا ایک ایک قطرہ اس کی سچائی اور اخلاص پر گواہی دیتا ہے۔ شیخ عبد اللہ عزام رحمہ اللہ نے شہید سید قطب رحمہ اللہ کے یہ جو کلمات کہے ہیں آج یہ ہمارے ذاکر موسیٰ بھائیؒ کی شہادت پر بھی صادق آتے ہیں، فرماتے ہیں:

> ”ہمارے الفاظ شمع کی لو کی مانند ہیں (یعنی یہ ہلکا اثر رکھتے ہیں)، مگر جب ہم اپنے مبنی بر حق موقف اور سچے مقصد پر ڈٹ جاتے ہیں اور اس کے راستے میں قتل ہو جاتے ہیں تو ہمارے ان مردہ الفاظ میں پھر جان پڑ جاتی ہے اور وہ زندہ الفاظ پھر لوگوں کے دلوں کو حرارت بخشتے ہیں۔“

عزیز بھائیو!

راہِ حق میں اپنی جانیں لٹانے والے رجال پر اللہ نے یہ خاص کرم کیا ہے کہ جب ان کے جسم کی قربانی قبول کی جاتی ہے تو ان کے اقوال کے لیے بھی زمین والوں میں پھر قبولیت رکھی جاتی ہے اور وہ اقوال صداقت پسند لوگوں کو حق راستے کی طرف کھینچتے چلے آتے ہیں۔

اللہ کے اذن سے ذاکر موسیٰ کی دعوت اِن کی شہادت کے بعد اب زیادہ حدّت کے ساتھ ابھرے گی، اِن کا موقف اِن کا خون گرنے کے بعد اب مزید طاقت حاصل کرے گا، اِن کا پیغام پہلے بھی مدلل تھا، یہ لاجواب تھا، سچ پر مبنی تھا مگر اب یہ پہلے سے زیادہ مؤثر ہو گیا

ہے۔ ذاکر موسیٰ بھائی ایک روشن ستارہ تھے، وہ ستارہ جو جموں و کشمیر کے افق پر نمودار ہی اس لیے ہوا تھا کہ مسلمانانِ کشمیر آزادئ کشمیر کا صحیح راستہ پہچانیں، وہ اُن بھول بھلیوں سے نکل آئیں کہ جن کے اندر ظالم خائنوں نے ان کی مبارک تحریک کو پھنسا رکھا ہے۔ آج بلاشبہ وہ تاب ناک ستارہ ایک کہکشاں میں تبدیل ہو گیا ہے، ایسی کہکشاں جس میں برہان مظفر وانیؒ اور افضل گوروؒ سے لے کر امیر المؤمنین ملا محمد عمرؒ، شیخ اسامہ بن لادنؒ اور مولانا عبد الرشید غازیؒ جیسے بے شمار ستارے جگمگا رہے ہیں۔

آج اس کی روشنی میں کشمیر کے مظلوم مسلمان حق و باطل اور اپنوں اور پرایوں کے بیچ فرق پہلے سے کہیں زیادہ اچھی طرح پہچانیں گے۔ تاروں کا یہ جھرمٹ مجاہدینِ کشمیر کو آزادئ کشمیر کا وہ مبارک راستہ دکھاتا ہے جہاں اللہ کی نصرتیں اُترا کرتی ہیں، آزادی کی منزل کی طرف جہاں فاصلے بڑھتے نہیں، گھٹتے ہیں اور جس راستے پر کوئی خائن خفیہ ایجنسی، کوئی کفریہ عالمی طاقت یا کوئی عالمی طاغوتی ادارہ مسلمانانِ کشمیر کی عظیم قربانیوں کو ضائع نہیں کر سکے گا۔

عزیز بھائیو!

ذاکر موسیٰ رحمہ اللہ منفرد تھے، آپ سیلاب کی رو میں بہنے والے نہیں تھے کہ وہ خائن ایجنسیوں کو جہادِ کشمیر کی مبارک تحریک سے کھلواڑ کرتا دیکھتے اور خاموش تماشائی بنے رہتے، وہ ہوا کے رخ میں ایسا ایک قدم لینا بھی اپنے ایمان کی توہین سمجھتے تھے جس کے رُخ بہ منزل ہونے کا انہیں یقین نہیں ہوتا۔

آپ نے جہادِ کشمیر کے نشیب و فراز اور اتار چڑھاؤ کے اسباب سمجھے، انہیں نظر آیا کہ یہ پاکستانی خفیہ ایجنسیاں ہی ہیں جو اس جہاد کو اپنے ماتحت رکھ کر پیش قدمی سے روکتی ہیں اور یہ پاکستان کے جرنیل ہی ہیں جو مظلوم کشمیری قوم کی عظیم قربانیاں محض اپنے مذموم مفاد کی خاطر استعمال کرتے ہیں۔

شہید افضل گوروؒ اور غازی بابا شہیدؒ جیسے اصحابِ نظر کے افکار سے بھی آپ کا نظریۂ جہاد قوی ہو گیا، امارت اسلامی افغانستان سے لے کر یمن و مالی اور صومالیہ تک کے گرم محاذوں اور ان سے اٹھتی پکاروں نے بھی آپ کو تحریک جہاد کی سمت سمجھانے میں مدد دی۔ آپ کو شریعت کی یہ بنیادی تعلیم قبول کرنے میں دیر نہیں لگی کہ جہاد فی سبیل اللہ وہ ہے جس کا مقصد اللہ کی عبادت، اقامتِ دین، شریعتِ الٰہی کا نفاذ اور مظلوم انسانوں کی مدد و نصرت ہو، آپ کو اس نتیجے تک پہنچنے میں بھی دشواری نہیں ہوئی کہ اصل آزادی کیا ہے اور وہ نام نہاد 'آزادی' فی الحقیقت کیا چیز ہے جس کے نام پر تعاون کے جھوٹے وعدے کیے جا رہے ہیں۔

آپ کو یقین ہو گیا کہ جہادِ کشمیر اگر پاکستانی خفیہ ایجنسیوں کے ماتحت رہا، تو قربانیوں کا یہ سلسلہ چاہے ہزار سال بھی چلے، وہ آزادی کبھی حاصل نہیں ہو گی جس کا خواب کشمیری مسلمانوں نے اپنی آنکھوں میں بسا رکھا ہے۔

کشمیر کے میرے عزیز بھائیو!

ذاکر موسیٰ بھائی سچے تھے، راست گوئی اور حق پرستی میں پکے تھے، اُن میں دورنگی نہیں تھی، یہ اُن کے لیے ناممکن تھا کہ وہ آزادی کا راستہ تو پہچانیں، اپنی آنکھوں سے کامیابی کی طرف چڑھنے والے زینوں کا مشاہدہ تو کر لیں مگر محض اس وجہ سے ان پر قدم نہ رکھیں کہ اِن پر چڑھنا آسان نہیں ہے۔ اُن کے سامنے چناؤ مشکل یا آسانی کے بیچ نہیں تھا، آپشن آزادی اور غلامی کے درمیان تھا، خود شناسی یا خود فریبی کا سوال تھا، حقیقتِ حال دیکھ کر صحیح رخ پر قدم بڑھانے یا آنکھیں بند کر کے بے سمت حرکت جاری رکھنے میں انتخاب کا سوال تھا۔

پس آپ نے وہ راستہ چنا جو آپ کے ضمیر کو حق نظر آیا اور جس پر چل کر اپنی قوم کے دکھوں کے مداوے کا یقین انہیں ہوا۔ اللہ کی زمین پر اللہ کی شریعت نافذ کرنے اور نجس ہندوؤں کے تسلط سے آزادی کا جھنڈا آپ نے اٹھایا، 'شریعت یا شہادت' کا عظیم نعرہ آپ نے بلند کیا اور یہ عہد کر لیا کہ بس اسی کے لیے لڑا جائے اور اس دعوت ہی پر قربان ہوا جائے کہ یہی مطلوبِ شریعت ہے، یہی جہاد فی سبیل اللہ ہے اور صرف یہی آزادی کا راستہ ہے، انہیں کھلی آنکھوں کے ساتھ واضح دکھائی دیا کہ اس راستے کے سوا ہر دوسرا راستہ، ہر دوسرا نعرہ اور آزادی کی ہر دوسری کوشش خود فریبی ہے، ایسی بے رحم خود فریبی کہ جس سے اپنی مظلوم قوم کے زخموں میں مزید اضافہ تو ہو گا مگر یہ زخم مندمل کبھی نہیں ہوں گے! اس نوجوان قائد نے جو حق سمجھا تو اس کے حق ہونے کی برملا گواہی بھی دی اور اس شان سے یہ گواہی دی کہ علامہ اقبال رحمہ اللہ کے یہ اشعار اگر ان کی تعریف میں کہے جائیں تو ان شاء اللہ مبالغہ نہیں ہو گا:

؎ ہے وہی تیرے زمانے کا امامِ برحق

جو تجھے حاضر و موجود سے بے زار کرے

موت کے آئینے میں تجھ کو دِکھا کر رُخِ دوست

زندگی تیرے لیے اور بھی دشوار کرے

دے کے احساسِ زیاں تیرا لہو گرما دے

فقر کی سان چڑھا کر تجھے تلوار کرے

پھر عزیز بھائیو! یہ بھی ذاکر موسیٰ بھائیؒ پر اللہ کا فضلِ عظیم تھا کہ نفاذِ شریعت کا نعرہ، محض ایک نعرے کے طور پر آپ نے نہیں لیا، خود شریعت کے سامنے جھکنا اور اس پر عمل کرنا بھی آپ نے اپنا ہدفِ اول بنایا اور جہادی معاملات میں علمائے جہاد سے حکم شرعی جاننا اپنا طریقہ رکھا۔

اس نیک سیرت قائد کی یہ خوبی بھی بہت پیاری تھی کہ آپ نے نیک جذبات کے تحت کی ہوئی کسی غیر موزوں بات پر کبھی اصرار نہیں کیا، بلکہ آئے دن آپ کی دعوت اور جہاد میں نکھار آتا گیا، یہ آپ کی عظمت اور بالغ نظری ہی تھی کہ داعش جیسے مسلمانوں کے قاتل ٹولے کی چکاچوند سے بھی متاثر نہیں ہوئے، آپ نے داعش کی مخالفت کر کے کشمیر میں اس فساد کا راستہ روکا اور یہ واضح کر دیا کہ نفاذِ شریعت اور آزادی کشمیر کے لیے جہاد جہاں فرض ہے، تحریکِ جہادِ کشمیر کو لٹیروں اور رہزنوں سے محفوظ کرنا جہاں لازم ہے، وہاں مسلمان عوام کے ساتھ محبت و نصرت کا تعلق نبھانا اور ان کی جان، مال اور عزتوں کی حفاظت کرنا بھی برابر فرض ہے۔

کشمیر کے ہمارے محبوب اور عزیز بھائیو!

آج ہم کشمیر کے تمام مجاہدین اور سب مسلمانوں کے ساتھ تعزیت کرتے ہیں اور انہیں مبارک باد بھی دیتے ہیں کہ اس قوم میں ذاکر موسیٰؒ جیسے پہاڑوں سے ٹکرانے والوں کی کمی نہیں ہے، ہندو فوج کی بے شمار رکاوٹوں کے باوجود ذاکر موسیٰ بھائیؒ کے جنازے میں چالیس ہزار سے زائد کی تعداد میں مسلمانانِ کشمیر کی یہ حاضری اس بات کا ثبوت ہے کہ یہ قوم ذاکر موسیٰؒ کے عظیم موقف کی حمایت کرتی ہے اور یہ قوم کامیابی کے اُس راستے پر چلنے کے لیے تیار ہے جس کی نشاندہی موسیٰ بھائیؒ نے اپنے خون سے کی ہے۔ ذاکر موسیٰ بھائیؒ محض کسی خاص جماعت کے فرد نہیں ہیں، وہ کشمیر کے ہر مجاہد اور ہر کشمیری ماں، بہن اور بھائی و بزرگ کے خیر خواہ تھے لہٰذا ہم کشمیر کے ہر مسلمان اور بلا کسی جماعتی تفریق کے ہر مجاہد سے یہ التجا کرتے ہیں کہ ذاکر موسیٰؒ کا پیغام اپنے سینے سے لگا لیجیے، اس پیغام پر لبیک کہیے، اللہ کی حاکمیت قائم کرنا، شریعت کی اتباع کرنا، قوم پرستی اور وطنیت کے بتوں کو پاؤں تلے روندنا اور ایک امت کا تصور اجاگر کرنا، مظلوموں کی مدد و نصرت، ظلم و کفر کے ہر تسلط سے آزادی، ہر تعصب سے سینوں کو پاک کر کے اللہ کے لیے دوستی اور اللہ ہی کے لیے دشمنی، عدل و احسان کا فروغ اور تحریکِ جہادِ کشمیر کی باگ ڈور مکمل طور پر اپنے ہی ہاتھوں میں رکھنا یہ سب امور اللہ کے دین کے مطالبات ہیں اور ان پر عمل کرنا ہی ذاکر موسیٰ رحمہ اللہ کا پیغام ہے۔

اس پیغام پر لبیک کہیے، اس کے لیے متحد ہو جائیے، دنیا کی کسی خفیہ ایجنسی کو اپنے راستے میں رکاوٹ مت بننے دیں اور نجس ہندوؤں کے خلاف اس جہاد میں اُس اللہ پر توکل کیجیے کہ جس کے ہاتھ میں تمام ایجنسیوں اور تمام اربابِ اقتدار کی جان ہے۔

یہاں یہ بھی عرض کروں کہ بی جے پی کی یہ حالیہ فتح ثابت کرتی ہے کہ ہندوستان کی اکثریت، کشمیری مسلمانوں پر بالخصوص اور ہندوستانی مسلمانوں پر بالعموم ظلم ڈھاتے رہنے پر جہاں متفق ہے وہاں یہ بھی حقیقت ہے کہ پاکستانی فوج اور یہاں کی منافق حکومتیں مسلمانانِ کشمیر کا کب کا سودا کر چکی ہیں اور ان کی نام نہاد سیاسی تائید کا یہ ڈرامہ بھی اب زیادہ عرصہ نہیں چل پائے گا۔

ایسے میں آپ کی جرأتِ ایمانی کا امتحان ہے، آپ صرف اللہ پر بھروسہ کیجیے، موقع پرست اور خود غرض جرنیلوں کی طرف بالکل مت دیکھیے، مسلمان عوام اور مجاہدین کو اپنا دوست رکھیے اور انہی کے تعاون سے اپنا یہ مبارک جہادی سفر کو آگے بڑھائیے، وہ رب ذوالجلال اس پر قادر ہے کہ وہ آپ کی مدد اُس صورت میں کرے جس کی آپ کو توقع بھی نہ ہو۔

وَاللّٰهُ غَالِبٌ عَلَىٰٓ أَمْرِهٖ وَلٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ

و آخر دعوانا ان الحمدللہ ربّ العالمین

والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

☆☆☆☆☆

شباب ہے جس کا بے داغ، ضرب ہے کاری!

ذاکر موسیٰ رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں میرے احساسات

معین الدین شامی

نور پورہ:

۱۹۹۴ء کے جولائی کی ۲۴ تاریخ ہے۔ میرے کشمیر کے ضلع پلوامہ میں انجنئیر عبد الرشید بھٹ کے یہاں ایک چاند طلوع ہوا ہے۔ جس قصبے میں چاند اُترا ہے اس کا نام ترال اور گاؤں کو نور پورہ کہتے ہیں۔ نور پورہ کا نام نور پورہ نجانے کیوں پڑ گیا تھا... لیکن اب سمجھ میں آتی ہے کہ وہاں ذاکر رشید بھٹ کی پیدائش ہونا تھی۔ جہاں ذاکر جیسے پیدا ہوتے ہیں اس کو نور پور ہی کہا جاتا ہے اور یہ تو تھا ہی نور پورہ!

نور پورہ سے انجنئیرنگ یونیورسٹی اور وہاں سے جامعۃ الجہاد تک:

ذاکر رشید بھٹ بھی مستقبل کے خواب آنکھوں میں بسائے نور پورہ سے چندی گڑھ کی انجنئیرنگ یونیورسٹی پہنچا تھا۔ وہ یہاں سن گلاسز[1] لگا کر جینز[2] پہنتا، ہیوی بائیکس پر گھومتا اور جدید سمارٹ فونز استعمال کرتا تھا۔ یہ لائف سٹائل آسانی سے آگے بڑھ سکتا تھا لیکن اسے یتیم بچے، اجڑے سہاگ، ماتم کرتی مائیں اور جھیل ڈل میں عصمت دری اور پھر بہیمانہ قتل کے بعد پھینکی گئی کسی بہن کی تیرتی لاش نظر آئی۔ یہاں زندگی کا پہلا بڑا انتخاب اس کے سامنے آیا۔ سِول انجنئیرنگ پڑھ کر دنیا کی عمارتوں، سڑکوں اور پُلوں کی تعمیر کرے یا جامعۃ الجہاد[3] میں جا کر وہ کیمیا گری... وہ انجنئیرنگ پڑھے جس سے دنیا کی تنگیاں، دنیا اور آخرت کی وسعتوں میں بدل جاتی ہیں۔ انجنئیرنگ کی تعلیم حاصل کرتا رہے یا حمیت... جرأت... غیرت... صداقت... شجاعت... عدالت... اخوت اور امامت کا سبق پڑھے؟

پھر وہ اپنی اور اپنے مسلمان نوجوانوں کی سیرتوں کی تعمیر کے لیے جامعۃ الجہاد میں داخل ہو گیا۔ وہ کمال قوتِ فیصلہ رکھنے والا شخص تھا!

موسیٰ علیہ السلام کا متبع... محمد بن قاسم کا جانشین:

کم سنی میں جہاد میں آیا۔ محمد بن قاسم خیر القرون کے قریب سترہ برس کی عمر میں فاتحِ سندھ و ملتان بنا۔ ذاکر رشید بھٹ بھی اٹھارہ انیس سال کا تھا جب اس نے راجہ داہر کے وارثوں کو کشمیر و برِّ صغیر پر قابض دیکھا۔ فرعونوں کے لیے موسیٰ پیدا ہوا کرتے ہیں اور داہروں کے لیے ابنِ قاسم۔ موسیٰؑ و ابنِ قاسمؒ کا راستہ جہادِ فی سبیل اللہ تھا۔ ذاکر رشید بھٹ بھی اسی راستے کی اتباع کرتے ہوئے ذاکر موسیٰ بن گیا۔

موسیٰ علیہ السلام سے نام کی نسبت یہ پائی کہ ذاکر موسیٰ حق کو جان کر اور باطل کو دیکھ کر خاموش و بے عمل نہ رہ سکا۔ اپنوں کا ساتھ دیا اور جب معلوم ہو رہا کہ اپنے کچھ خطا پر کھڑے ہیں تو حق سے مزید چمٹ گیا۔ را اور آئی ایس آئی کی کرسیوں پر براجمان فرعونوں کی طاقت سے نہ ڈرا۔ اپنی قوم کے 'مصلحت' والے مشوروں پر عامل نہ ہوا۔ موسیٰ علیہ السلام کی پیروی میں اپنی قوم کو موسیٰ علیہ السلام ہی کے الفاظ میں صبر کی نصیحت اور اللہ کے تقوے کے ساتھ اللہ ہی سے امید رکھنے کی وصیت کر تا سنائی دیا[4]:

قَالَ مُوسَى لِقَوْمِهِ اسْتَعِينُوا بِاللّهِ وَاصْبِرُوا إِنَّ الأَرْضَ لِلّهِ يُورِثُهَا مَن يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِينَ (سورۃ الاعراف:۱۲۸)

"موسیٰ (علیہ السلام) نے اپنی قوم سے کہا: اللہ سے مدد مانگو اور صبر سے کام لو۔ یقین رکھو کہ زمین اللہ کی ہے، وہ اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے اس کا وارث بنا دیتا ہے۔ اور آخری انجام پرہیز گاروں ہی کے حق میں ہوتا ہے۔"

بات میں سادہ... سب سے جدا... سب کا رفیق:

اس کو پڑھنے سننے والے جانتے ہیں کہ وہ کوئی صاحبِ طرزِ ادیب یا شعلہ بیان مقرر نہ تھا۔ وہ مشکل الفاظ بولنے والا نہ تھا۔ اس کی گفتگو مسجع و مقفیٰ[5] نہ تھی۔ اس کی باتیں تکلف سے پاک اور سادہ تھیں۔

سب کا ساتھی تھا اور اپنی دعوت میں سب سے جدا بھی۔ اقبالؒ کی زبان میں:

انجمن میں بھی میسّر رہی خَلوت اس کو
شمعِ محفل کی طرح سب سے جدا، سب کا رفیق

---

[1] کالے چشمے/ Sun glasses

[2] Jeans

[3] University of Jihad

[4] بیان از امیر ذاکر موسیٰ: 'کشمیر بنے گا دار الاسلام'

[5] ہم آواز و ہم قافیہ الفاظ کا مجموعہ۔

مثلِ خورشیدِ سحر فکر کی تابانی میں
بات میں سادہ و آزادہ، معانی میں دقیق
اُس کا اندازِ نظر اپنے زمانے سے جُدا
اُس کے احوال سے محرم نہیں پیرانِ طریق

شباب جس کا ہے بے داغ ضرب ہے کاری:

نجانے کب سے میں نے اقبالؒ کے چند اشعار اپنے 'ذخیرۂ اشعار' میں محفوظ کر رکھے تھے۔ شاید یہی موقع ہے کہ ان کو لکھ دیا جائے۔ اقبال کی زبان ذرا مشکل ہے، سو اپنی لغت سے دیکھ کر چند مشکل الفاظ و اشعار کا ترجمہ و تشریح نما نیچے لکھ رہا ہوں۔ عارفینِ اقبال میری خطاؤں سے در گزر کریں۔

وہی جواں ہے قبیلے کی آنکھ کا تارا
شباب جس کا ہے بے داغ ضرب ہے کاری
اگر ہو جنگ تو شیرانِ غاب سے بڑھ کر
اگر ہو صلح تو رعنا غزالِ تاتاری
عجب نہیں ہے اگر سوز اس کا ہے ہمہ سوز
کہ نیستاں کے لیے بس ہے ایک چنگاری [۲]
خدا نے اس کو دیا ہے شکوہِ [۳] سلطانی
کہ اس کے فقر میں ہے حیدری و کراری
نگاہِ کم سے نہ دیکھ اس کی بے کلاہی کو
یہ بے کلاہ ہے سرمایۂ کلہ داری [۴]

[۱] یعنی اگر جنگ ہو تو جنگل کے شیروں سے بڑھ کر جنگ کرنے میں بہادر و نڈر اور اگر صلح کا زمانہ ہو تو خوبصورت و حسین انداز سے چلنے والے بے ضرر ہرن سے بھی بڑھ کر۔

[۲] یعنی اگر اس کا درد اور اس کے دل کی جلن سراسر تپش ہے تو اس پر کوئی حیران نہ ہو کہ یہ تپش سر چڑھے بانسوں اور سرکنڈوں کے لیے ایک چنگاری ہے جو ان خود سروں کو ایک ہی پل میں بھسم کر دے۔

[۳] دبدبہ و ہیبت۔

[۴] یعنی اس کے سر پر اگر ظاہری عزت و عظمت کا تاج یا پگڑی نہیں ہے تو اس پر کوئی اسے حقارت سے نہ دیکھے کہ یہ بے تاج شخص ہی دراصل تاجوں اور پگڑیوں والوں کا سرمایہ بلکہ ان پگڑیوں اور تاجوں والوں کی پگڑیاں اور تاج اسی کے سبب محفوظ ہیں۔

ذاکر موسیٰ = ٹیپو سلطان!

ٹیپو سلطان اور ذاکر موسیٰ میں دو قدریں مشترک ہیں۔ ایک یہ کہ دونوں کی نعشیں ایک جیسی حالت میں ملیں۔ لڑتے لڑتے جامِ شہادت نوش کر گئے۔ دوسری یہ کہ ٹیپو سلطان نے کہا: ''شیر کی ایک دن کی زندگی گیدڑ کی سو سالہ زندگی سے بہتر ہے!''۔ اسی پیغام کے ساتھ ذاکر موسیٰ بھی دنیا سے کوچ کر گیا، ذاکر نے تو یہ بات اپنی زبان سے بھی شاید نہ کہی تھی بلکہ اس نے اپنے عمل سے اس کو ثابت کر دیا۔

کافر غم کھائیں اور مومن خوشیاں منائیں:

کشمیر میں صرف دو تین برس میں دو مجاہد قائدین کی شہادتیں کافروں کے لیے غم اور مومنوں کے لیے خوشیوں کا پیام ہیں۔

اللہ نے برہان مظفر وانی کو کھڑا کیا... وہ شہید ہوئے... تحریک نے ایسی فکری اور عملی انگڑائی لی جس کی مثال جہادِ کشمیر کی تاریخ میں نہیں... اللہ نے ذاکر موسیٰ جیسا شیر بیدار فرمایا جس نے جہادِ کشمیر کے دریا میں نئی طغیانی پیدا کر دی۔

زلزلے جس سے شہنشاہوں کے درباروں میں تھے
بجلیوں کے آشیانے جس کی تلواروں میں تھے
اک جہانِ تازہ کا پیغام تھا جس کا ظہور
کھا گئی عصرِ کہن کو جس کی تیغِ ناصبور[6]

جس اللہ نے برہان کے بعد ذاکر دیا وہ اللہ 'ذاکر کے بعد اب کس کو لانے والا ہے، اسی اشتیاق و امید سے اہلِ ایمان کے دل گلزار اور اہلِ کفر و نفاق کے دل جہنم زار بنے ہوئے ہیں۔ اہلِ ایمان کو یہ خوشیاں مبارک ہوں!

و اللہ غالب علیٰ أمرہ و لکن اکثر الناس لا یعلمون

و صلی اللہ علی النبی

☆☆☆☆☆

---

[6] ناصبور: بے قرار۔ اقبال کے اشعار میں ذرا تصرف کے ساتھ۔

کشمیر کے محسن...

عامر سلیم خان

یہ تحریر ایک غیرتِ ایمانی رکھنے والے، افواجِ پاکستان سے وابستہ ایک سیکیورٹی اہلکار کی ہے، جنہوں نے ایمان کی پکار پر لبیک کہا اور افواجِ پاکستان کو ترک کر کے کاروانِ جہاد میں شمولیت اختیار کی۔ اللہ پاک آپ کے ایمان و جان کی حفاظت فرمائیں، آمین۔ (ادارہ)

پاکستان کی افواج میں کس کو اس بات سے غرض ہے کہ ذاکر موسیٰ کون ہے؟ کس فوجی کی آنکھ ذاکر موسیٰ کی شہادت پر نم ہوئی ہو گی؟ فوج کے کس یونٹ کے کسی میس (mess) میں ذاکر موسیٰ کا تذکرہ ہوا ہو گا؟ کس فوجی اجتماع / muster میں ذاکر موسیٰ کی شہادت پر تعزیت کی گئی ہو گی؟ کیا آئی ایس پی آر کی کسی پریس ریلیز میں ذاکر موسیٰ کا نام تک لیا گیا ہے؟ کیا کسی جرنیل کے منہ سے آپ کو اس واقعے کا ادنیٰ سا بھی ذکر سننے کو ملا ہے؟

نہیں... بالکل نہیں! خود میں نے فوج میں رہتے ہوئے کسی بھی فوجی افسر یا سپاہی سے کشمیر کے بارے میں، کشمیر میں ہونے والے ظلم کے بارے میں یا کسی کشمیری بھائی کی شہادت پر، غم و تعزیت تو دور کی بات... کبھی ان کو ان جیسے معاملات پر تبصرہ کرتے ہوئے تک نہیں پایا۔ ان کی محفلوں میں تو صرف الاؤنسز / Allowances کی باتیں ہوتی ہیں۔ ان کے ٹی وی رومز میں تو صرف انڈیا کے چینلز چلتے ہیں۔ ان کے بی او کیوز (Bachelor Officers Quarters) میں انڈین گانوں کی آوازیں گونجتی ہیں۔ ان کی میس نائٹس اور پارٹیوں میں تو صرف پروموشن کی باتیں ہوتی ہیں۔ ان کا آئی ایس پی آر تو اس لیے پبلک کے سامنے آتا ہے کہ فوج کے اپنے عوام کو قتل کرنے کا کوئی جواز یا justification پیش کر سکے۔

جیسا کہ حالیہ میرانشاہ-بنوں روڈ پر مظاہرہ کرنے والے مظلوم قبائلی عوام کے ساتھ کیا گیا۔ اور سب سے بڑھ کر ان کے جرنیل جو کھلے عام اس بات کا اعلان کرتے ہیں کہ ملک کی کشمیر کے بارے میں پالیسی ملکی مفاد سے وابستہ ہے۔ جب ملکی مفاد میں ہو تو کشمیر کاز کا ساتھ دینا ہے جیسا کہ جنرل اسد درانی اپنی کتاب میں لکھتا ہے کہ

> ”ہم نے بھارت پر دباؤ ڈالنے کے لیے کشمیر کی جنگ آزادی کا ساتھ دیا لیکن بعد میں سارے معاملات اور لوگ (افضل گورو، غازی بابا اور برہان وانی وغیرہ) ہمارے کنٹرول میں نہ رہ سکے۔“

جب ملکی مفاد اس تحریک کے حق میں نا ہو تو کشمیر اور اہلِ کشمیر کو پھر اکیلے چھوڑا جاتا ہے جیسے کہ جنرل اشفاق پرویز کیانی کہتا ہے:

> ”نائن الیون نے پیمانے بدل دیے ہیں اب ہم کشمیر کے جہاد کو جنگ آزادی نہیں کہہ سکتے“۔

ان کی نظر میں اب یہ بھی دہشت گردی ہے۔ اور اسی فوج کا چیف (پرویز مشرف) ہی تو تھا جس نے سرحد پر باڑ لگانے کی اجازت دی تھی۔ اگر کل ملکی مفاد اس تحریک کو ختم کرنا ہو جائے تو آپ کیا سمجھتے ہیں کہ یہ کشمیریوں کا کچھ لحاظ کر لیں گے؟ ہر گز نہیں! جس فوج نے اپنے ملک میں سوات سے لے کر وزیرستان و بلوچستان تک ہزاروں مسلمانوں کا خون بہایا ہو، جس ملک کی فوج کی تاریخ میں حمود الرحمان کمیشن رپورٹ جیسی دستاویز ہو، جس نے سیکڑوں مسلمانوں کو امریکہ کے حوالے کیا ہو، اسے ایک کشمیری مسلمان کو قتل کرنا، اس کو انڈیا کے حوالے کرنا کیا مشکل ہے؟

اور ہاں یہ قومی مفاد بھی ہمیں پتہ ہونا چاہیے... اس کا دوسرا نام ہے ڈالر! تو اگر آج طاغوتِ اکبر امریکہ کو کولیشن سپورٹ فنڈ کی خاطر یہ خدمات دی جاسکتی ہیں تو کل طاغوتِ اصغر کو یہ خدمات دینا ان کے لیے کون سی بڑی بات ہے؟ اس کے باوجود بھی یہ فوج 'جہادِ کشمیر کی محسن کیسے ہو سکتی ہے؟ اس کی سادگی پر کیا کہنا جو اب بھی اس فوج کو اہلِ کشمیر کا ہمدرد سمجھے۔

ایک طرف بھارت کا ظلم دیکھیے اور ظلم پر خوش ہندو قوم کا اس ظلم کو جاری رکھنے کے لیے دوبارہ پہلے سے بھی زیادہ مینڈیٹ کے ساتھ بی جے پی کا انتخاب دیکھیے۔ تو دوسری طرف اعلیٰ ہمت اور پُر عزم کشمیری عوام کا حوصلہ و استقامت۔ اس کے برعکس پاکستانی جرنیلوں اور حکمرانوں کے کرتوت کیا ہیں؟ جہاں کشمیریوں کے عزم کے ساتھ خود بھی پُر عزم ہو کر بھارتی ظلم و ہٹ دھرمی کا جواب دینا تھا وہاں ہماری فوج نے بھارت کو 'ابھی نندن' تحفے میں دے دیا۔ جہاں مودی کے دوبارہ منتخب ہونے پر ہندو قوم کی اسلام دشمنی کا جواب دینا تھا وہاں ہمارا کٹھ پتلی وزیرِ اعظم عمران خاں، ہندو انتہا پسندوں اور ہندو فرعون (مودی) کو مبارک باد دیتے ہوئے کبھی ٹویٹ کرتا ہے تو کبھی فون کال۔ پھر بھی یہ کشمیر کے محسن کہلائیں گے؟!

ان حکمرانوں اور جرنیلوں کا اصل چہرہ اب الحمدللہ کسی سے ڈھکا چھپا نہیں۔ تبھی تو مجاہدینِ کشمیر میں جہادِ کشمیر کو آئی ایس آئی سے آزاد کرنے کی لہر پھوٹ پڑی ہے۔ یہاں تک کہ یہی بات سمجھاتے ہوئے شہید برہان وانی نے خلافت کے قیام تک جہاد جاری رکھنے کا واضح راہِ عمل تحریک کے سامنے رکھا۔ اور اس کے بعد اس کے جانشین شہید ذاکر موسیٰ نے بھی ”شریعت یا شہادت“ کے اس پاکیزہ نعرے کی اپنے خون سے آبیاری کر کے جہادِ کشمیر کو ایک اہم موڑ پر لا کھڑا کیا ہے۔ گو کہ یہ راستہ مشکل ہے لیکن یقین جانیے کہ یہی راستہ منزل تک پہنچنے کا واحد راستہ ہے۔ ورنہ تو لاکھوں لوگوں کی قربانی کے بعد نام نہاد آزادی تو

ہم پاکستانی مسلمانوں کو بھی ۱۹۴۷ء میں ملی تھی۔ لیکن آج تک ہم اسلامی نظام کو ترستے ہیں۔

آزادی کیا ہے کہ گورے کی جگہ کالے نے لے لی ہے بس! نظام وہی، قانون وہی اور فوج بھی اسی گورے کی جس سے ہم نے آزادی حاصل کی۔ عجیب بات ہے ۱۳/ اگست تک جس فوج سے آزادی لینی تھی ۱۴/ اگست کو وہ محافظ بن گئی؟! یہی وہ آزادی ہے جس کی حقیقت ذاکر موسیٰؒ سمجھ گئے تھے۔ اور انہوں نے ہر قسم کے طاغوت کے اثر سے آزاد جہادی تحریک کی باقاعدہ طور پر بنیاد رکھی ورنہ اس حقیقت سے تو مجاہدینِ کشمیر جیسے شہید افضل گوروؒ اور غازی باباؒ پہلے سے واقف تھے۔ اللہ نے ذاکر موسیٰؒ سے انہی قائدین کی اس عظیم فکر کو عملی جامہ پہنانے کا کام لیا۔ یہاں تک کہ رمضان کے مبارک مہینے میں ہندو فوجیوں سے لڑتے ہوئے اللہ نے اس مردِ مجاہد، تمام اہلِ ایمان کے ہر دِل عزیز اور کشمیریوں کے دلوں کی دھڑکن ''موسیٰ موسیٰ... ذاکر موسیٰ'' کو شہادت کی عظیم نعمت سے نوازا۔ نحسبه كذلك والله حسيبه۔

یہاں میں ایک سابقہ فوجی کی حیثیت سے اہلِ کشمیر سے انتہائی احترام کے ساتھ چند باتیں عرض کرنا چاہتا ہوں۔

اے میرے مسلمان کشمیری بھائیو!

مجھے فوج اور مجاہدین دونوں کے ساتھ رہنے کا موقع ملا۔ یقین کیجیے آپ کے اصل محسن، آپ کے اصل غم خوار یہ مجاہدین ہیں جو آپ کے غم کو اپنا غم سمجھتے ہیں۔ افغانستان میں مقیم یہ غریب الدیار مہاجر و انصار مجاہدین خود اگر ڈرون حملوں، جٹ طیاروں کی بمباریوں اور رات میں امریکی فضائی چھاپوں کا مقابلہ کر رہے ہیں تو دوسری طرف ان کی نظریں کشمیر کی مبارک جہادی تحریک پر ہیں۔ یقین کیجیے کشمیر کی کوئی ایک بھی غم کی خبر جب یہ بے سروسامان مجاہدین سنتے ہیں تو اپنے پہاڑ جیسے غم بھی بھول جاتے ہیں۔

میں نے پاکستانی فوجیوں کو بھی دیکھا جن کو اپنی کیریئر بلڈنگ سے فرصت نہیں اور ان مجاہدین کو بھی دیکھا جو اپنا کیریئر اور اپنا سب کچھ داؤ پر لگا کر امت کے غم کو اپنا غم بنائے ہوئے ہیں۔ یہاں القاعدہ برِّ صغیر کا ہر مجاہد اس بات کے لیے تڑپ رہا ہے کہ کب ہم اپنے کشمیری مجاہد بھائیوں کے ساتھ ایک ہی صف میں جا کھڑے ہوں گے؟! کب افضل گوروؒ، برہان وانیؒ، سبزار احمد بھٹؒ، عابد لونؒ اور ذاکر موسیٰؒ کی طرح شریعت کی خاطر، مظلوم کشمیری عوام کی خاطر اور حقیقی آزادی کی خاطر ہمارا خون بھی کشمیر کی سرزمین پر گر کر اس مبارک جہادی تحریک کی آبیاری کرے گا۔ یہاں کے مجاہدین، کشمیر کو بھارتی ظلم سے آزادی دلانے اور وہاں شریعت کی بہاریں لانے کے لیے قربانی دینے کو بے چین ہیں۔ یہ ہیں کشمیر کے اصل محسن جو کشمیر کی آزادی کے لیے کٹ مرنے کو تیار ہیں۔

جموں و کشمیر پولیس میں تعینات کلمہ گو اہل کاران!

میں ذاکر موسیٰؒ کی شہادت کے موقع پر جموں و کشمیر پولیس میں تعینات ان اہل کاروں کو بھی مخاطب کرنا چاہوں گا جو مسلمان ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں۔ آپ ذرا سوچیے آپ کس کی صف میں کھڑے ہیں؟ کیا ہندوؤں کے ساتھ مل کر مسلمانوں کے خلاف لڑنے کے بعد بھی آپ سمجھتے ہیں کہ آپ کا ایمان سلامت رہ پائے گا؟ کیا آپ اتنے بڑے مسئلے کو نظر انداز کر لیں گے؟ کیا آپ ہندو کی غلامی کو رب کی رضا پر ترجیح دیں گے؟ حالانکہ آپ کے سامنے مسلمانوں کی ایسی کئی مثالیں موجود ہیں جنہوں نے ان طواغیت کی افواج میں رہ کر ان کے خلاف جہاد کے عَلَم کو بلند کیا ہے۔ خود کشمیر کے مجاہد 'کھوکھر رحمہ اللہ' ہندوستانی فوج کو چھوڑ کر مجاہدین سے آملے اور شہادت سے سرفراز ہوئے۔ یہاں افغانستان میں آئے روز ایسے واقعات دیکھنے کو ملتے ہیں کہ افغانی فوجی امریکیوں کو لقمۂ اجل بنا کر مجاہدین سے آملتے ہیں۔ خود امریکی فوج میں بھی 'نضال حسن' اُٹھ کر ظلم کے خلاف جہاد کرتا ہے۔ تو آپ کیوں ہندوستانی فوجیوں کو نشانہ نہیں بنا سکتے جب کہ وہ آپ کی آنکھوں کے سامنے ہر روز مسلمانوں پر ظلم کے پہاڑ توڑتے ہیں؟ اٹھیے! ایمان کی پکار پر لبیک کہیے... ابھی بھی وقت ہے عمل کا... دیکھیے کہیں دیر نا ہو جائے...

افواجِ پاکستان کے اہلکاران!

آخر میں، مَیں نام نہاد 'محسنینِ' کشمیر، پاکستانی افواج کے اہلکاروں کو مخاطب کروں گا۔ کیا سات لاکھ آرمی، تیس ہزار نیوی اور پینتالیس ہزار ایئر فورس کی نفری میں ایک بھی شخص ایسا نہیں جس کا دل اپنے کشمیری بھائیوں کی شہادتوں اور ان پر برپا ظلم و جبر پر غمگین ہو؟ کیا اتنی بڑی فوج میں کسی ایک شخص میں وہ ایمانی غیرت نہیں جو بھارتی فوج سے اس ظلم کا بدلہ لے سکے؟ آپ یہ کیسے کر سکتے ہیں جب آپ کے جرنیل خود بھارت کے وفادار اور کشمیر کے جہاد کے سوداگر ہوں؟ آپ کو تو پہلے ان جرنیلوں سے نمٹنا ہو گا جنہوں نے کشمیر سے غداری کی۔ آج اہلِ کشمیر کے قتلِ عام میں ایک بڑا کردار ان دین دشمن پاکستانی جرنیلوں کا ہے۔ کیا اس پوری فوج میں کوئی نہیں جو ان غدار جرنیلوں کو اس طرح اپنی گولیوں کا نشانہ بنائے جس طرح غزنی کے فدائی 'ذبیح اللہ ابو دجانہ' نے امریکیوں کے خاص اتحادی، ظالم جنرل عبد الرزاق کو قندھار میں اسی فوج کی دی گئی M16 رائفل سے نشانۂ اجل بنایا تھا۔ ہاں جب آپ ایسا کر لیں تو پھر خوب سینہ ٹھوک کے، دعوے سے کہیے گا کہ 'آپ بھی کشمیر کے محسن ہیں'۔

اللہ پاک ہمیں بہترین بات کرنے والا، بہترین کام کرنے والا اور بہترین لوگوں کا ساتھی بنا دے، آمین یاربّ العالمین۔

و آخر دعوانا ان الحمدللہ ربّ العالمین۔

☆☆☆☆☆

شریعت یا شہادت

علی بن منصور

ایل او سی یعنی مقبوضہ و آزاد کشمیر کی سرحد پر ایک چھوٹا سا گاؤں ہے جسے 'داؤ خاں' کے نام سے جانا جاتا ہے۔ یہ اس علاقے میں پاک فوج کی آخری پوسٹ ہے۔ اس سے آگے ایک دو پہاڑوں کے فاصلے پر انڈین آرمی کی پوسٹ ہے جو کہ بھارتی مقبوضہ کشمیر کے علاقے کی شروعات کی علامت بھی ہے۔ سن ۲۰۰۶ء کی بات ہے، انتہائی پیچیدہ و پر خطر راستہ طے کر کے جب ہم اس گاؤں پہنچے تو پہلی چیز جو نوٹ کی وہ اس گاؤں کے خوبصورت رنگا رنگ قسم کے گھر تھے۔ گاؤں کے مکینوں نے اپنے گھروں پر مختلف رنگوں سے رنگے ہوئے تھے۔ قریب سے دیکھنے کا موقع نہیں تھا، شام ہو رہی تھی اور کسی ٹھکانے تک پہنچنا ضروری تھا۔ سو گاڑی گاؤں کی حدود سے نکلتی ہوئی پہاڑ کی چوٹی پر بنی پوسٹ اور اس سے ملحقہ ریسٹ ہاؤس کی جانب بڑھ گئی۔

ریسٹ ہاؤس پہنچے تو استقبال کے لیے کوئی موجود نہ تھا۔ بندہ نہ بندے کی ذات۔ پوری عمارت بند پڑی تھی۔ والد صاحب افسر تھے۔ انہوں نے پوسٹ میں موجود سپاہیوں میں سے ایک کو ریسٹ ہاؤس کے منتظم کی تلاش میں روانہ کیا۔ مغرب کا وقت ہوا چاہتا تھا۔ ہم سب بہن بھائی یونہی اِدھر اُدھر پھر رہے تھے اور گرد و پیش کا معائنہ کر رہے تھے جب ریسٹ ہاؤس کی بالائی منزل پر بنے برآمدے میں کھڑی امّی نے ہمیں متوجہ کیا۔ زینہ چڑھ کر اوپر پہنچے تو ایک نہایت حسین منظر ہمارا منتظر تھا۔ یہ ریسٹ ہاؤس پہاڑ کی چوٹی پر بنا ہوا تھا۔ یہاں سے دور دور تک کا منظر صاف نظر آتا تھا۔ ریسٹ ہاؤس کے ایک جانب، پہاڑ کے دامن میں 'داؤ خاں' کا گاؤں تھا، اور دوسری جانب ایک چھوٹی سی خوبصورت جھیل تھی۔ جھیل کے دوسرے کنارے پر وہ پہاڑ تھا جس پر انڈین آرمی کی پوسٹ تھی۔ اس وقت اس جھیل میں ڈوبتے سورج کی شعاعیں عجیب رنگ بکھیر رہی تھیں۔ آج بھی ذہن میں وہ منظر تازہ ہے۔ آسمان پر بکھرے گلابی رنگ کے مختلف شیڈز/shades، اور جھیل میں ان کا عکس... جو ہلکورے لیتے پانی پر ایسے تیر رہے تھے جیسے کسی دُھن پر رقص کر رہے ہوں۔

اتنا خوب صورت آسمان... اور اتنی خوب صورت زمین... شہر سے چھٹیاں گزارنے آئے ہم شہری بابوؤں نے کہاں دیکھی تھی یہ خوب صورتی۔ سو آسمان پر نظریں ٹکائے، ہم بہن بھائی اس ریسٹ ہاؤس میں ادھر ادھر یوں گھوم رہے تھے جیسے کسی نئے اور اچھے زاویے سے دیکھا تو مزید بھی کچھ نظر آجائے۔ شاید آسمان سے اترتی پریاں دِکھ جائیں۔ یونہی گھومتے پھرتے ہم چھوٹے بھائی کے ہمراہ، ریسٹ ہاؤس اور پوسٹ کے درمیان موجود، منڈیر نما دیوار پر چڑھ کر بیٹھ گئے۔ ریسٹ ہاؤس کی نسبت فوجی پوسٹ قدرے نیچے بنی ہوئی تھی۔ سو ریسٹ ہاؤس کی جانب سے بے حد چھوٹی محسوس ہونے والی یہ دیوار دوسری جانب سے کافی اونچی تھی۔ ہم دونوں اس دیوار پر بیٹھے ربّ کی صناعی پر حیرت زدہ تھے جب ہماری حیرت اور خوشی دیکھتے ہوئے ایک سپاہی قریب آیا اور ہم سے باتیں کرنے لگا۔

"یہ تو کچھ بھی نہیں ہے، تم صبح دیکھنا جب سورج نکلتا ہے، پوری زمین جیسے چمک اٹھتی ہے... اور پہاڑ کے اُس طرف جو وادی ہے، وہ تو اور بھی خوبصورت ہے..."۔ شام گہری ہو رہی تھی، ہم جانے لگے تو اس سپاہی نے ہم سے کہا۔ ہم اگلے دن اس سپاہی سے ارد گرد کا ٹور/tour کرانے کا وعدہ لے کر ریسٹ ہاؤس کی جانب آگئے، جو اَب کھل چکا تھا۔

اگلے دن ہم بہن بھائی علاقے کا دورہ کرنے نکلے تو تھوڑی دیر اِدھر اُدھر گھوم پھر کر دوبارہ ریسٹ ہاؤس اور پوسٹ کی درمیانی دیوار پر آ ٹکے۔ اِدھر اُدھر دیکھا، کوئی نظر نہ آیا۔ دیوار کافی چوڑی بنی ہوئی تھی۔ اتنی کہ ہم گرنے کا خطرہ مول لیے بغیر بآسانی اس پر چل سکتے تھے۔ کوئی روکنے ٹوکنے والا موجود نہیں تھا، سو ہم دیوار پر چلتے چلتے پوسٹ کی دائیں جانب آ گئے۔ یہاں ایک احاطہ نما بنا ہوا تھا۔ اس احاطے کے عین درمیان میں ایک چبوترہ تھا، جو زمین سے چند فٹ اونچا تھا۔ اس چبوترے پر چمکتی دمکتی ایک بڑی سی توپ رکھی تھی۔ ہمارے کل والے سپاہی 'انکل' وہیں موجود اس توپ کو مزید چمکانے اور صاف کرنے میں مصروف تھے۔

'انکل! یہ چلتی ہے کیا؟'، چھوٹے بھائی نے انتہائی اشتیاق سے پوچھا۔ اس احمقانہ سوال پر انکل نے سر اٹھا کر ہماری طرف دیکھا، پہلے تو دیوار پر چڑھنے اور اس طرف آنے پر تھوڑا سا ڈانٹا، مگر پھر خود ہی دیوار سے اترنے میں مدد کرائی اور توپ کو ذرا قریب سے دیکھنے کی اجازت بھی دے دی۔ بشر طیکہ ہم کسی چیز کو ہاتھ نہ لگائیں۔

'کیوں نہیں چلتی، بالکل چلتی ہے'، سپاہی انکل بولے۔

'کون چلاتا ہے انکل؟ آپ؟'، بھائی نے اگلا سوال داغا۔

'نہیں میں نہیں چلاتا'۔

'پھر کون چلاتا ہے؟'۔

'کوئی بھی نہیں چلاتا'۔

'کوئی بھی نہیں چلاتا؟! تو کیا یہ چلتی نہیں ہے؟'، وہ حیرت آمیز معصومیت سے بولا، کہ اسے توپ کے نہ چلنے پر شدید صدمہ پہنچا تھا۔

'چلتی تو ہے، چلانے کی ضرورت نہیں پڑتی'، اس کی مایوسی محسوس کر کے انکل نے قدرے وضاحت سے کہا۔

'کبھی بھی نہیں چلاتے پھر اس کو؟'، اس نے ایک بار پھر پوچھا۔

'نہیں، کبھی کبھی تو چلاتے ہیں۔ جب وہاں سے گولے آتے ہیں تو جواب میں ہم بھی ایک دو فائر کرتے ہیں'، سپاہی انکل نے انڈین پوسٹ کی جانب اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

'وہاں سے وہ لوگ گولے پھینکتے رہتے ہیں؟ یعنی جنگ ہوتی ہے؟'، بھیا نے اشتیاق سے پوچھا۔

'ارے نہیں بیٹا! بس کبھی کبھار جیسے عید وغیرہ پر، ایک آدھا فائر وہ کرتے ہیں تو ایک آدھا فائر ہم بھی کر دیتے ہیں، لیکن دور دور سے کرتے ہیں، تا کہ کسی کو لگ نہ جائے'۔

'مگر پھر کیا فائدہ؟'، ہم حیرت سے چلّا اٹھے۔'اگر جنگ نہیں کریں گے تو پھر ہم ان سے کشمیر واپس کیسے لیں گے؟'۔

اس سوال کے جواب میں انکل نے محض مسکرا کر ہماری 'بے وقوفی' پر ہمیں دیکھا۔

'انکل کیا آپ لوگوں کے پاس اسلحہ نہیں ہے؟'، ہم نے پوچھا۔

'اسلحہ بہت ہے'۔

'فوجی بھی ہیں؟'

'ہاں وہ بھی ہیں'۔

'ان سے زیادہ ہیں یا کم؟'، ہم نے انڈین پوسٹ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے پوچھا۔

'زیادہ نہیں ہیں مگر کم بھی نہیں ہیں'۔

'کیا ہم لوگ وہ پوسٹ فتح کر سکتے ہیں؟'

'نہیں'۔

'کیوں انکل؟ ہم ان کو جنگ میں نہیں ہرا سکتے کیا؟'

'جنگ میں تو ہرا سکتے ہیں، مگر ہم ان سے لڑائی نہیں کر سکتے'۔

'مگر کیوں انکل؟'، ہم نے مچل کر پوچھا۔

'آرڈر نہیں ہے'۔

'مگر پھر کشمیر کیسے آزاد ہو گا؟'، ہم نے یوں پوچھا جیسے ہم یہاں سیر سپاٹا نہیں کشمیر آزاد کرانے ہی آئے ہوں۔

'بیٹا جب تک آرڈر نہیں ہو گا، تب تک کچھ نہیں ہو گا'، انکل نے زِچ ہو کر جواب دیا۔

'انکل لیکن ہم وہاں جا تو سکتے ہیں ناں؟ یونہی سیر کے لیے؟'، چھوٹے بھائی نے دریافت کیا۔

'نہیں بھئی! جھیل کے اس طرف ان کا علاقہ ہے'، انکل نے کہا۔

'مگر انکل کشمیر تو ہمارا ہے ناں...'، وہ عجیب حسرت آمیز لہجے میں بولا۔

'فی الحال تو اُنہی کا ہے'، انکل کا لہجہ جذبات سے بالکل عاری تھا۔

اتنے میں والد صاحب بھی اس طرف نکل آئے اور اس سپاہی کے ساتھ باتوں میں مصروف ہو گئے تو ہم دونوں ہٹ گئے۔ انکل کی باتوں سے ہمیں کافی مایوسی ہوئی تھی۔ آخر جب اسلحہ، فوج، ''ایمان''...... سب کچھ موجود تھا، تو کشمیر آزاد کرانے میں کس چیز کا انتظار تھا۔

'یہ لوگ تو کبھی کشمیر آزاد نہیں کرائیں گے، ان کا آرڈر کبھی نہیں آئے گا'، اچانک چھوٹے ۱۰ سالہ بھائی کی بات پر ہم نے چونک کر اسے دیکھا، 'ہاں ناں، یہ مجاہد تھوڑا ہی ہیں، یہ تو فوجی ہیں'۔

'بے وقوف! یہ پاک فوج کے فوجی ہیں، وہ مجاہد ہی ہوتے ہیں'، ہمارے ابو بھی فوجی تھے، ہمیں چھوٹے بھائی کی بات توہین معلوم ہوئی اور ہم نے اسے سمجھایا۔

'کتنے عرصے سے اسے نہیں چلایا؟'، اتنے میں والد صاحب کی آواز ہمارے کان میں پڑی، وہ توپ کی طرف اشارہ کر کے پوچھ رہے تھے۔'پچھلے پندرہ سال سے سنجیدہ کشمکش کی نوبت نہیں آئی سر! بس کبھی کبھار عید بقر عید پر معمولی فائر کر دیتے ہیں۔ یہاں تو بالکل امن ہے'، انکل کے لہجے سے جھلکتا تفاخر ہمیں مزید حیران و پریشان کر گیا۔

وقت گزرتا گیا۔ جیسے جیسے بڑے ہوئے فوج اور سرکاری ایجنسیوں سے وابستہ امیدیں ایک ایک کر کے دم توڑتی گئیں۔ یہاں تک کہ سپہ سالارِ اعلیٰ کا بیان ہم نے سنا کہ 'ہم نے کشمیر کاز کو ترک کر دیا ہے، کیونکہ یہی ہمارے قومی مفاد میں ہے'۔ انتہائی بے حیائی سے کی گئی اس بے وفائی پر ہم پاکستان اور پاکستان فوج سے اپنے تعلق پر شرماتے تھے۔ وہ فوج جسے ساری عمر ہم نے ان مجاہدین سے تعبیر کیا جو اقصیٰ آزاد کرانے کے لیے تیاری کر رہے تھے، وہ اپنے بغل میں موجود کشمیر سے اس لیے نگاہیں پھیر رہے تھے کہ یہ ان کے 'قومی مفاد' کا تقاضا تھا۔ ہزاروں عصمتیں، لاکھوں جانیں، نجانے کتنے معصومین کا خون اس 'قومی مفاد' پر قربان ہو گیا۔ مگر یہاں کس کو پروا تھی۔ پاکستان کا قومی مفاد ہر شے سے بالا، ہر چیز سے فوق تھا۔ اسلام اور رشتۂ مسلمانی...اور اس رشتے سے وابستہ تقاضے...ترجیحات کی فہرست میں کہیں بھی نہ تھے۔

فوج سے مایوس ہوئے تو ہم نے بعض تنظیموں سے امیدیں وابستہ کر لیں، کہ انہیں تو اسلام کی بنیاد پر استوار، کشمیریوں سے ہمارے تعلق کا پاس ہے، سو وہ کشمیر آزاد کرائیں گی۔ مگر کتنے ہی جوانوں کو ہم نے کشمیر آزاد کرانے کے لیے جاتے دیکھا، مگر ۳۰ سال بیت گئے، اور کشمیر آزاد ہوتا دکھائی نہ دیا۔ افغانستان میں اللہ نے طالبان کو عزت عطا کی اور وقت کی

سپر پاور کو خاک چٹا دی۔ لیکن میرا کشمیر، ہندو بنیے کی مضبوط گرفت میں، آج بھی سسک رہا تھا۔ پھر جن سے امیدیں تھیں، انہوں نے ہمیں سمجھایا کہ دراصل ابھی مصلحت کا یہی تقاضا ہے کہ کشمیر کو چھوڑ دیا جائے ہم کشمیریوں کو کشمیر دلانے میں مدد تو کرنا چاہتے ہیں، مگر ابھی آرڈر نہیں ہے۔ ابھی آرڈر یہی ہے کہ یونہی چلنے دو جیسے چل رہا ہے۔ ۷۰ سال سے جو خون بہہ رہا ہے، اسے ابھی بہنے دو۔ پیلٹ گنیں جن کی بینائی لوٹ رہی ہیں، انہیں ابھی لٹنے دو۔ ابھی جھیل ڈل میں لاشیں تیرنے دو... کیونکہ ابھی مصلحت کا یہی تقاضا ہے۔

مصلحت اور قومی مفاد... ان کے تقاضے تو سب بحسن و خوبی پورے کرنے پر کمربستہ ہیں، لیکن کیا کسی کو پروا نہیں کہ کشمیر میں مسلمان کٹ رہے ہیں؟ مسلمان بہنیں لُٹ رہی ہیں؟ مسلمان بچے ذبح ہو رہے ہیں؟ اور کشمیر تو ہمارا ہے، تو آخر اتنے سالوں سے جو چیز ہماری ہے، وہ ہم نے بزدل بنیے کو اتنی اعلیٰ ظرفی سے کیوں دے رکھی ہے؟ یہ جانتے ہوئے بھی کہ وہ ہمارے کشمیر کو اپنے نجس وجود سے ناپاک کیے جارہا ہے۔

پھر کشمیر میں مصروف جہادی تنظیموں، ایجنسیوں کے ماتحت کام کرتے گروپوں اور افراد کی حالت ہم دیکھتے تو سوچ میں پڑ جاتے، کہ آخر یہ کشمیر آزاد کرا کے کیسا کشمیر بنانا چاہتے ہیں؟ ایسا کشمیر کہ جس میں اسلام کی بالا ستی ہو، اللہ کا قانون نافذ کیا جائے، اللہ کی حکومت ہو۔ یا بس کشمیر، برائے کشمیری قوم، جس میں کشمیریوں کی حکومت ہو۔ جمہوریت والا، ترقی یافتہ، سیکولر بنیادوں پر استوار، انڈیا و پاکستان نما کشمیر۔ ن لیگ، پیپلز پارٹی اور بھارتیا جنتا پارٹی والا کشمیر۔ دل میں یہ نیا خیال جڑ پکڑنا شروع ہو گیا کہ شاید کشمیر بھی ہمارا نہیں ہے۔ یہ وہ کشمیر نہیں ہے جسے آزاد کرانے والوں کا اگلا قدم فلسطین کی جانب ہو گا۔ یہ وہ کشمیر نہیں ہے جہاں سے ہندوستان کی طرف پیش قدمی ہو گی۔ مگر جب ہم بالکل مایوس ہو گئے، اور جہادِ کشمیر خفیہ ایجنسیوں، قومی و ذاتی مفادات، اور مصلحتوں کے گھٹا ٹوپ اندھیروں میں ڈوبتا نظر آیا، تو ایسے میں اس سناٹے کو چیرتی ایک نئی آواز سنائی دی، ذاکر موسیٰ کہہ رہے تھے:

> ”ایمان کا تقاضا یہ ہے کہ کشمیر میں مجاہدین اللہ کے دین کی خاطر اپنی جانوں کا سودا کر چکے ہیں اور انہیں یقین ہے کہ پھر سے بدر و حنین اور یرموک دہرایا جائے گا۔ یہ جہاد کسی زمین کے تنازعے کی جنگ نہیں ہے، نہ ہی اس جہاد کا ہدف ایک طاغوتی نظام سے آزادی لے کر دوسرے طاغوتی نظام سے الحاق ہے۔ بلکہ اس جہاد کا ہدف، انسان کو، انسانوں کے بنائے ہوئے ظالم نظام سے آزاد کرنا ہے۔ اور اس سچے خالق کے نظام کو قائم کرنا ہے جس میں کسی بے گناہ پر کوئی ظلم نہیں ہوتا۔“

کشمیر کی وادیاں ’شریعت یا شہادت‘ کے نعروں سے گونجنے لگیں۔ چند سرفروش نوجوان تھے، محمد فاتح اور محمد بن قاسم کے جانشین، جو اپنی چھوٹی چھوٹی عمروں کو خاطر میں نہ لاتے ہوئے، اپنی زندگیوں کا سودا اپنے ربّ سے کر چکے تھے۔ جو لڑ تو کشمیر میں رہے تھے مگر ان کی نظریں پورے ہندوستان پر تھیں۔ یہ حدیثِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے مصداق غزوۂ ہند لڑ کر ایلیاء (یروشلم) میں عَلَم گاڑنے کا عزم رکھتے تھے۔ جو دُکھوں کا ورثہ ہندو بنیے سے دوبارہ حاصل کرنے کے لیے بے چین تھے۔ جن کے لیے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نوید سنائی کہ اگر شہید ہوں تو شمار بہترین شہدا میں ہو گا اور اگر غازی بن کر لوٹیں تو نارِ جہنم سے آزادی کا پروانہ حاصل کر کے لوٹیں گے۔

یہ تحریک اتنی جلدی اور اتنی تیزی سے کفر کے سینے میں ناسور بن کر پھیلے گی، اس کا ایسا رِستا ہوا زخم بن جائے گی کہ جو اسے کسی پل چین سے بیٹھنے نہ دے گا اور اہلِ ایمان کی آنکھوں کا نور، سینے کی ٹھنڈک اور دکھوں کا مداوا بن جائے گی، کسے گمان تھا؟ کسے خبر تھی کہ یہ گنتی کے چند سرفروش نوجوان اتنی بڑی تحریک کا نہ صرف آغاز کریں گے بلکہ اسے منظم کر کے مفید کارروائیوں کے ذریعے، اپنے اہداف تک پہنچنے میں بھی کامیاب ہو جائیں گے۔ بلاشبہ یہ مظلوموں کی دعائیں تھیں، شہدا کا پاکیزہ خون تھا، اور ستائیس سالوں پر محیط، ان گنت قربانیاں تھیں کہ رحمتِ خداوندی جوش میں آئی اور اللہ ربّ العزت نے پہلے برہان وانیؒ اور پھر ذاکر موسیٰؒ کی صورت میں دو عظیم قائد ہمیں عطا کیے۔

ذاکر موسیٰؒ! جو ڈٹ گئے تو انہیں کوئی جھکا نہ سکا، اپنے رستے سے ہٹا نہ سکا، جن کا کوئی مول نہ لگا سکا۔ صبح کا ستارہ جو رات کے آخری پہر میں نمودار ہوتا ہے، اس کی زندگی بہت مختصر ہوتی ہے، وہ بس یہ پیغام دینے آتا ہے کہ رات اب بس کٹنے ہی والی ہے، صبح طلوع ہونے کو ہے۔ چند ساعتوں کے لیے نمودار ہونے والا یہ صبح کا ستارہ، رات کٹنے کا انتظار کرنے والی ستم رسیدہ انسانیت کے لیے ایک امید لے کر آتا ہے، ایک نوید بن کر آتا ہے، اور تھکے ہارے عزائم میں نئی روح پھونک کر ڈوب جاتا ہے۔ کہ اس کی زندگی کا مقصد بس اتنا سا ہی ہوتا ہے۔

ذاکر موسیٰؒ بھی صبح کا ستارہ تھے۔ جو طلوع ہوئے اور ڈوب گئے، مگر ہماری مردہ امنگوں کو زندہ کر گئے۔ نئے ولولے، نئے جذبے، نئے عزائم ہمیں عطا کر گئے۔ اور قوم نے ان کی تائید و حمایت میں نکل کر یہ ثابت کر دیا کہ کشمیر میں اب ”شریعت یا شہادت“ کے سوا، اب تیسرا کوئی آپشن نہیں ہے۔

☆☆☆☆☆

گر گر کے بار بار ہم، اٹھتے ہیں بار بار!

قاضی ابو احمد

بے مثال حُسن، پھولوں اور پھلوں کی کثرت، بیش قیمت زعفران اور زرخیز زمین کے لیے مشہور سرزمینِ کشمیر...... غیور، عالی ہمت اور جرأت مند عوام کی ایک ایسی سرزمین جو ان گنت شہدا کے خون سے سیراب ہوئی۔ اس کا اصل جوہر اس کی نباتات نہیں بلکہ ایمانی غیرت سے سرشار وہ ابطال ہیں جن کے ایمان کی حرارت ان کی جہادی تحریک کو سرگرم رکھنے کا سبب ہے۔ مشرک، نجس اور ظالم ہندوؤں نے اس سرزمین کے مسلمان باسیوں پر ہر طرح کا ظلم توڑا اور سالہا سال سے اس ظلم کا سلسلہ رکا نہیں مگر الحمد للہ ثم الحمد للہ کشمیری قوم کے حوصلے اور ایمانی ہمت پھر بھی ماند نہیں پڑی۔ ہر دور میں ہی اس سرزمین نے ابطال پیدا کیے اور ان ابطال نے کشمیر میں جاری جنگ کو درست سمت دینے کی کوشش کی۔

ایسے ہی ایک بطل ذاکر موسیٰ شہید رحمہ اللہ ہیں جنہوں نے رمضان المبارک کی بابرکت ساعات میں مشرک ہندوؤں کے ہاتھوں جام شہادت نوش کیا۔إنا لله وإنا إليه راجعون۔ بی جے پی کی اسلام دشمنی اور ہندو تعصب کسی سے ڈھکا چھپا نہیں اور بھارتی عام انتخابات کے نتائج میں بی جے پی کی کامیابی کے اعلان کے محض ایک روز بعد ہی مشرک ہندو فوج کے چھاپے میں ذاکر موسیٰؒ کی شہادت بی جے پی کی اسلام دشمنی کا بیّن ثبوت فراہم کرتی ہے۔ نیز انتخابات میں بی جے پی کی کامیابی یہ بھی واضح کرتی ہے کہ ہندو عوام کی اکثریت بھارت کو مسلمانوں کے وجود سے پاک کرنا چاہتی ہے جبکہ ہندوستانی مسلمان غفلت کی نیند سوئے ہوئے ہیں۔

ذاکر موسیٰؒ ہی کیوں؟ اس لیے کہ ذاکر موسیٰؒ حق کا استعارہ تھے۔ وہ محض ''فریڈم فائٹر'' نہیں بلکہ مجاہد فی سبیل اللہ تھے۔ اس لیے کہ ذاکر موسیٰؒ محض کشمیر کی آزادی کی بات نہیں کرتے تھے، وہ محض ایک زمین کے ٹکڑے کے لیے جنگ کرنے نہیں نکلے تھے، ان کا مقصد نسلی اور قومی بنیادوں پر کشمیر کو بھارت سے جدا کر کے ایک علیحدہ ریاست بنانا نہیں تھا... بلکہ وہ امت کی سطح پر سوچتے تھے۔ وہ کشمیری مسلمانوں کو امت مسلمہ کا جزو لاینفک سمجھتے تھے اور یہ جان گئے تھے کہ مسلمان پوری دنیا میں جہاں کہیں بھی ہوں، اگر ان کا مفاد امت کے مفاد سے جڑا ہوا نہیں ہو گا تو ان کی حیثیت پرکاہ سے زیادہ نہیں ہو گی۔ ان کے دین کی سلامتی اور دنیا میں ان کی بقاء امت سے جڑے رہنے میں ہی ہے۔

کشمیر کا معاملہ ایسا ہے جسے ہر کوئی اپنے مفاد کے لیے استعمال کرنا چاہتا ہے۔ مشرک ہندو اس سرزمین سے اپنا قبضہ کھونا نہیں چاہتے، باوجود اس کے کہ مسلمان اکثریت پر مبنی اس علاقے کے باسی قطعاً ان مشرکوں کے ماتحت رہنا نہیں چاہتے۔ پاکستان اپنے مفادات کی خاطر کشمیر میں جاری جنگ کو جاری ہی رکھنا چاہتا ہے اور پاکستان کی خائن ایجنسیاں یہ یقینی بناتی ہیں کہ یہ جنگ نتیجہ خیز ثابت نہ ہو چاہے اس کے لیے کتنے ہی مخلصین اپنی جانیں قربان کرتے چلے جائیں۔

مگر کشمیر کے مظلوم، غیور عوام اسلام چاہتے ہیں، وہ اپنے دین پر عمل پیرا ہونے کے لیے آزادی چاہتے ہیں، وہ اس خطۂ جنت نظیر کو حقیقی معنوں میں مسلمانوں کے لیے جنت بنانا چاہتے ہیں۔ اس کے سادہ لوح عوام پاکستانی فوج اور ایجنسیوں کے خائنین کو اپنا ہمدرد و خیر خواہ سمجھتے رہے اور ان کی چالوں کو بہت دیر میں سمجھ پائے، مگر بالآخر وہ یہ سمجھ گئے کہ

قوت نہیں، یہ جالے ہیں سب ساز باز کے
اک عنکبوت خانہ ہیں یہ مکر کے حصار

اللہ رب العزت نے اس سرزمین میں ایسے ابطال پیدا کیے جنہوں نے ایجنسیوں کے مکر و فریب کے پردے چاک کیے اور ایمانی فراست کو بروئے کار لاتے ہوئے تحریک جہاد کشمیر کو درست سمت دینے کی کوشش کی۔ افضل گورو شہید، برہان وانی شہید اور اب ذاکر موسیٰ شہید رحمہم اللہ اسی قافلے کے شہسوار ہیں۔ انہوں نے حق کو پہچانا اور اپنی قوم کو حق کی طرف ہی بلایا، نتیجتاً انہیں اپنی جانوں سے تو ہاتھ دھونے پڑے مگر جان کا سودا کر کے انہوں نے تحریکِ جہاد کشمیر میں نئی روح پھونک دی۔

کشمیر کو ہر سطح پر بھارت اور پاکستان کے مابین زمین کے تنازع کے طور پر پیش کیا جاتا ہے جبکہ حقیقت اس کے برخلاف ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ کشمیری عوام کی اکثریت کے جہاد کا مقصد اعلائے کلمۃ اللہ ہے مگر مکار میڈیا اس قوم کا یہ روپ کبھی ظاہر نہیں کرتا۔ کشمیریوں نے اتنی قربانیاں محض زمین کے ٹکڑے کے لیے نہیں دی ہیں بلکہ اسلام کی سربلندی کے لیے دی ہیں۔ شہدا کا یہ پاکیزہ خون رنگ لائے گا اور اسلام سربلند ہو کر رہے گا... یہ اللہ رب العزت کا وعدہ ہے۔

مر مر کے زندہ ہونے کا آتا ہے ہم کو ڈھنگ
گر گر کے بار بار ہم، اٹھتے ہیں بار بار
اس جہدِ بے سکوں کی کوئی انتہا نہیں
اس راہِ عاشقی کے مراحل ہیں بے شمار
ہم زیرِ دام ہو کے بھی ہوتے نہیں ہیں رام
کنجِ قفس میں بھی ہیں یہ شاہیں فلک شکار
ایک ایک قطرۂ خون کا چکا لیں گے ہم حساب
دشمن کا ایک معرکہ ہم پہ رہا ادھار

(اشعار: نعیم صدیقی رحمہ اللہ)

ذاکر موسیٰؒ... ایک زیرک اور مخلص مجاہد

حامد کشمیری

آج سے کچھ مہینے قبل فیس بک مسینجر پر کشمیر کے ایک مجاہد بھائی کی طرف سے پیغام موصول ہوا:

مجاہد بھائی: السلام علیکم پیارے بھائی، کیا آپ ٹیلیگرام استعمال کرتے ہیں؟

میں: ہاں بھائی، لیکن آپ کون؟

مجاہد بھائی: میرا نام فہد خان ہے۔ آپ سے کچھ ضروری بات کرنی ہے۔ اپنا ٹیلیگرام ایڈریس دیجئے۔

میں نے اپنا ٹیلیگرام ایڈریس دے دیا، پھر ٹیلیگرام کے ذریعے بات چلی۔

سلام کے بعد فہد بھائی میرا نام لیتے ہوئے کہنے لگے۔ بھائی! آپ کو اندازہ نہیں کہ آپ کتنا مفید کام سرانجام دے رہے ہیں اور آپ سے ہمیں کتنا سیکھنے کو ملتا ہے۔ آپ اپنا یہ کام جاری رکھئے ہمیں آپ جیسے اسلام پسندوں سے بہت کچھ سیکھنے کو ملتا ہے۔

اس کے بعد فہد بھائی کہنے لگے: بھائی! اب میں آپ سے جو کچھ کہنے جا رہا ہوں، اس کو حرفِ راز ہی رہنے دیجیے گا۔ یہ ذاکر موسیٰ) کا حکم ہے۔ اُنہوں نے آپ کو خواب میں دیکھا تھا۔

میں نے سوال کیا، کہ خواب کیا دیکھا تھا۔ تو بھائی کہنے لگے کہ اسے بیان کرنے کی اجازت اُنہوں نے نہیں دی، جتنا مجھ سے کہا گیا ہے، بس اتنا آپ سے عرض کر سکتا ہوں۔ (یہ ذاکر موسیٰ رحمۃ اللہ علیہ سے متعلق ساتھیوں کا اطاعت کا جذبہ تھا کہ ان کی اجازت کے بغیر خواب بھی بیان نہیں کیا)۔

میں نے عرض کیا کم سے کم اتنا تو بتا دیجئے کہ انہوں نے مجھے خواب میں کس حال میں دیکھا، تو بتایا کہ آپ اور امیر محترم گلے ملے اور آپ دونوں خوب روئے۔ (صرف اتنا بتا دیا)۔ اس کے بعد فہد بھائی نے وہ باتیں بیان کرنی شروع کی جو مجھ تک پہنچانے کا حکم ہوا تھا۔

اس کے بعد مسلسل ٹیلیگرام پر باتیں ہوتی رہی، اور ذاکر بھائی کے حال احوال بھی معلوم کرتے رہتے۔

ذاکر موسیٰ اس وقت کشمیر کی سرزمین میں اُن معدودے چند لوگوں میں سے تھے جنہیں دیکھ کر دورِ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کی یاد تازہ ہو جاتی تھی۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی طرح اپنا سب کچھ راہِ جہاد پر لگا دیا۔ اپنی جمع پونجی تھی سب کچھ بیچ کر مجاہدین پر خرچ کر دی۔ ایسے افراد آج کے زمانے میں چراغ لے کر ڈھونڈے سے ہی ملیں گے!

مجاہد ذاکر موسیٰ ایک بے باک اور نڈر مجاہد تھے۔ جنھوں نے جہادِ کشمیر کو ایک نئی جہت دی۔ جہادِ کشمیر کو وطنیت کے آزار سے آزاد کرا کر پوری دنیا میں ہونے والے جہاد کے ساتھ جوڑ دیا۔

آپ پہلے مجاہد ہیں جنہوں نے کشمیری مسلمانوں کی آزادی کے لیے نمائندہ سیاسی جماعت کی آڑ لے کر اپنے ذاتی فوائد و ثمرات سمیٹنے والوں کو اور اس جرم کے نتیجے میں مسلمانانِ کشمیر کے جذبات کا استحصال کرنے والوں کے چہروں کو واضح کیا۔ آپ پہلے کشمیری مجاہد ہیں جنہوں نے عالمی تحریک جہاد کی طرف سے جہادِ کشمیر کو خالص شرعی بنیادوں پر استوار کرنے اور پاکستانی ایجنسیوں کے اثر و رسوخ سے نکالنے کے نعرے پر لبیک کیا۔

اسی بنا پر ذاکر موسیٰؒ پر طرح طرح کے الزامات لگائے گئے۔ کسی نے ہندوستانی ایجنٹ قرار دیا تو کسی نے منافق۔ کوئی خارجی کہہ کر پکارتا تو کوئی دعویٰ کرتا کہ ذاکر موسیٰ بھارتی ایجنسیوں کے لئے کام کرتا ہے۔ حالانکہ ذاکر موسیٰ نے کسی مجاہد یا جہادی تنظیم کی تکفیر نہیں کی اور نہ کسی دینی جماعت کی تکفیر کی۔ اور مذکورہ بالا جماعت کے متعلق انہوں نے جو کچھ کہا بالکل صد فی صد صحیح تھا۔

یہ بات وہ بھی جانتے ہیں جو دن رات ذاکر موسیٰ کی مخالفت کرتے تھے کہ اس جماعت میں ایسے لوگ بھی شامل ہیں جن کا مقصد کشمیری مسلمانوں اور شہدائے کشمیر کے خون کا استحصال کرنے کے علاوہ اور کچھ نہیں۔ ان میں بعض ایسے بھی ہیں جو ہندوستانی ایجنسیوں کے اشاروں پر کام کر رہے ہیں۔ ہم ہرگز ایسا نہیں کہتے کہ اس جماعت میں شامل تمام ہی لوگ ایک جیسے ہیں، نہیں! بلکہ اس میں مخلصین کی ایک بڑی تعداد بھی ہے، اور یہ بات خود شہید ذاکر موسیٰ بھی جانتے تھے۔

مذکورہ جماعت سے وابستہ کئی افراد بھی آزادئ کشمیر کی جدوجہد کے لیے مخلص ہیں اور اس مقصد کے حصول کے لئے جیلیں بھی کاٹی ہیں اور ظلم بھی برداشت کیا ہے، لیکن اپنے موقف سے نہیں پھرے۔ ایسے مخلصین پاکستانی اسٹیبلشمنٹ اور پاکستان نواز لیڈران کی خیانتوں سے ناواقف ہیں اور پاکستان کو اسلام کا قلعہ سمجھ کر اس کی حمایت کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ انہیں ہدایت دے۔ ایسے مخلصین سے ہمارا سب سے بڑا اختلاف جہاد و عزیمت کی راہ چھوڑ کر اقوام متحدہ کی قراردادوں پر بھروسہ کرنے پر ہے۔ اقوام متحدہ ایک عالمی طاغوتی اسٹیبلشمنٹ ہیں، جس کی سرپرستی وہی لوگ کر رہے ہیں جو اسلام اور مسلمانوں کے بدترین دشمن ہیں اور اس وقت جو کچھ مسلمانوں کے ساتھ ہو رہا، اس میں یہی لوگ ملوث

ہیں۔ جہاد و عزیمت جو کہ اللہ کی رضا کا راستہ ہے کو چھوڑ کر طاغوت سے یہ امید لگانا کہ یہ ہمارا مسئلہ حل کریں گے تو یہ ایسا ہی جیسا ایک بیل سے دودھ حاصل کرنے کی امید لگا رکھی جائے۔ سادہ لوح کشمیری مسلمان بھی حقیقت سے بے خبر اس طاغوت اقوام متحدہ سے آس لگائے بیٹھے تھے کہ یہ ہمارے مسائل حل کرنے کے لئے ہے۔ لیکن ہمارے کشمیری سادہ لوح مسلمان یہ نہیں جانتے تھے کہ جس ادارے سے وہ امید لگائے بیٹھے ہیں اس کی سرپرستی وہی لوگ کر رہے ہیں جو مسلمانوں میں ان مسائل کے اصل ذمہ دار ہیں۔ اللہ تعالیٰ ذاکر موسیٰ علیہ الرحمۃ کی قبر کو نور سے بھر دے کہ انہوں نے کشمیری مسلمانوں خصوصاً نوجوانوں کو اس بات سے روشناس کرایا کہ جس ادارے کے متعلق تم یہ امید رکھتے ہو کہ ہمارے مسائل حل کرے گا، اس کی سرپرستی تو وہی لوگ کر رہے ہیں جو ان مسائل کو پیدا کرنے کے اصل ذمہ دار ہیں۔ اس لئے ایک مسلمان کو چاہیے کہ اللہ تعالیٰ پر ہی توکل کرے اور اسی کے دین سے چمٹا رہے، ہمارے مسائل کا حل اللہ کے پاس ہے کسی طاغوتی ایجنسی یا ادارے کے پاس نہیں۔ مومن وہ ہوتا ہے جو اللہ پر ہی بھروسہ کرے ''وعلی اللہ فلیتوکل المؤمنون'' اور صرف اسی کو اپنے لیے کافی سمجھے ''حسبنا اللہ و نعم الوکیل''۔

شہید ذاکر موسیٰ علیہ الرحمۃ نے کشمیری مسلمانوں کو بھولا ہوا سبق یاد دلایا کہ مومن صرف اللہ پر بھروسہ رکھتا ہے کسی طاغوت کے بنائے ہوئے ادارے پر نہیں۔

یہ ذاکر موسیٰ کی امتیازات میں سے ہے۔ ذاکر موسیٰ نے اگرچہ پاکستانی ایجنسیوں کے ماتحت کام کرنے والی جہادی تنظیموں سے علیحدگی اختیار کی، اور انہیں بھی وقتاً فوقتاً اس بات کی دعوت دی کہ کشمیری جہاد کو پاکستانی ایجنسیوں سے آزاد کرایا جائے، لیکن اس کے باوجود شہید ذاکر موسیٰ انہیں اپنا بھائی قرار دیتے رہے اور کبھی خوارج کی طرح ان کی تکفیر نہیں کی۔ کیونکہ اصل چیز اخلاص ہے اور ذاکر بھائی یہ بات اچھی طرح سے جانتے تھے کہ یہ سارے مجاہدین اپنے دین میں مخلص ہیں۔ یہی اہلِ حق کا شرف ہے کہ کسی کے موقف سے شدید اختلاف بھی انہیں اس بات پر نہیں ابھارتا کہ فریقِ ثانی پر کفر و ضلالت کے فتوے لگائے جائیں، ان کے اخلاص پر شک کیا جائے اور ان سے بغض رکھا جائے۔

مجاہد ذاکر موسیٰ اپنے وقت کا ایک حصہ دینی کتب کے مطالعہ میں بھی صرف کرتے تھے۔ ان کی یہی کوشش تھی کہ کشمیر کے جہاد کو کیسے اللہ کے لیے خالص بنایا جائے تاکہ یہ نتیجہ خیز ثابت ہو اور کامیابی کی راہ پر گامزن ہو۔ شہید ذاکر موسیٰ اس کام میں بہت حد تک کامیاب ہوئے۔

ذاکر موسیٰ کشمیری مسلمانوں کے لئے ایک نعمت ثابت ہوئے۔ انہوں نے پچھلے ایک دو سالوں سے ہندوستان کی نیندیں حرام کی ہوئی تھیں، اگرچہ ابھی وہ کوئی بڑا حملہ کرنے میں کامیاب نہیں ہوئے تھے، لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کے اخلاص کے سبب مشرکینِ ہند کے دلوں میں ایسا رعب ڈالا تھا کہ ان کا نام سن کر ہی ہندی مشرکین تھر تھراتے تھے۔ بے شک شہید ذاکر موسیٰ ہندی مشرکین کے لئے ایک ڈر کا نام تھا، جن کی شہادت کے لئے اللہ تعالیٰ نے یوم البدر یعنی ۱۷ رمضان المبارک کا انتخاب کیا۔ آپ مشرکین سے لڑتے لڑتے ترال ڈاڈسرہ کے علاقے میں افطاری کے قریب ہی شہید کر دیئے گئے۔ شہادت کے بعد بھی ان دین کے دشمنوں نے ذاکر بھائی کا چہرہ بگاڑنے کی کوشش کی، ان کی آنکھیں نچوڑی گئی اور ان کا سر بھی پھوڑا گیا، یہ دراصل اس ڈر کا اظہار تھا جو ان مشرکین کے دلوں میں گھر کر گیا تھا کہ ان کی شہادت کے بعد بھی ان کا چہرا دیکھ کر ڈرتے رہے۔

عموماً ایک مجاہد کی قدر اس کی شہادت کے بعد ہی جانی جاتی ہے۔ بعض لوگوں کا عجیب ماجرا ہے کہ زندگی میں یہ ذاکر موسیٰ جیسے مجاہدین کو ایجنٹ سمجھتے ہیں لیکن ان کی شہادت کے ساتھ ہی ان پر اصل حقیقت منکشف ہوتی ہے، پھر یہ لوگ اپنا سینہ پیٹتے رہتے ہیں کہ وائے ہم نے اس پر کیوں شک کیا، کیوں اسے ایجنٹ قرار دیتے آئے جبکہ یہ ایک مخلص مجاہد تھا۔

یہی معاملہ شہید ذاکر موسیٰ کے ساتھ بھی ہوا۔ جو لوگ انہیں کل تک ایجنٹ قرار دیتے رہے وہ لوگ بھی آج ان کی شہادت پر سوگوار ہیں، اور ان کے لئے دعائیں دے رہے ہیں اور آنسو بہا رہے ہیں۔ کاش یہ شہید موسیٰ کی قدر ان کی زندگی میں ہی جان جاتے تو بین المسلمین اختلافات بڑھنے کے بجائے کم ہو جاتے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ شہید ذاکر موسیٰ کی شہادت قبول فرمائے، انہیں روز آخرت میں اہل بدر کے ساتھ جمع فرمائے اور جنت الفردوس میں انہیں جمع دیں۔ آمین۔

اور ہمیں سمجھ بوجھ اور وہ بصیرت عطا فرمائے کہ ہم مخلص مجاہدین کو ان کی زندگیوں میں ہی پہچان سکیں۔

آمین یارب العالمین۔

☆☆☆☆☆

شمع بُجھ گئی لیکن روشنی محفل میں ہے!

خالد انصاری

جہادِ کشمیر عالمِ جہاد میں مشکل ترین جہادی محاذ مانا جاتا ہے، اس جہاد کو جاری رکھنے کے لئے بہت سارے مجاہدین نے اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کیا ہے۔ مفتی جمال الدین قاسمی شہید رحمۃ اللہ علیہ سے لے کر مفتی جمال مظاہری شہید رحمۃ اللہ علیہ تک، شہید غازی بابا رحمۃ اللہ علیہ سے لے کر شہید عادل میر رحمۃ اللہ علیہ تک، شہید برہان وانی (رحمۃ اللہ علیہ) سے لے کر شہید صالح المعروف ریحان خان رحمۃ اللہ علیہ تک اور ان جیسے ہزاروں دلیر اور مخلص مجاہدین نے اپنے خون سے اس جہاد کی سرزمین کو سیراب کیا۔

اسی قافلۂ حق میں سے ایک مردِ درویش، ایک عظیم مجاہد ان کو دنیا شہید ذاکر موسیٰؒ کے نام سے جانتی ہے (رحمۃ اللہ علیہ)۔

ذاکر موسیٰ (رحمۃ اللہ علیہ) ایک عظیم شخصیت تھی، جنہوں نے اپنی جوانی، جان اور مال کو راہِ جہاد میں اللہ جل جلالہ پر فدا کر دیا۔

ان کی زندگی ماشاء اللہ خوب صورت تھی کہ جوانی اللہ تعالیٰ کی رضا پر قربان کر دی، کیا ہی سعادت والی زندگی تھی اور موت بھی ایسی کہ وقت کے ابطال اس پر رشک کریں۔

؎ عشقِ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جو دل میں اُترتا چلا گیا
سنت کا نور رُخ پے بکھرتا چلا گیا

ذاکر موسیٰ رحمۃ اللہ علیہ جنوبی کشمیر کی تحصیل "ترال" کے ایک گاؤں "نور پور" میں ایک باثروت اور عزت دار گھرانے میں پیدا ہوئے۔ انہیں ہر طرح کی آرام و آسائش میسّر تھی۔ وہ بائکس اور آئی فون کے شوقین تھے۔ وہ نہایت ہی شفیق انسان تھے، ہمیشہ دوسروں کی مدد کرتے اور زبان کے پکّے تھے۔ اُن کی سب سے بہترین عادت یہ تھی کہ وہ دوسروں کی غلطیاں ہمیشہ معاف کر دیتے تھے۔ لیکن وہ اپنا درد، تکلیف اور غم ہمیشہ چھپائے رکھتے، کسی کے سامنے بیاں نہیں کرتے سوائے اپنے ربّ کے۔

انہوں نے اپنی اسکول کی تعلیم کشمیر سے مکمل کی اور آگے سول انجینئرنگ (civil engineering) کی پڑھائی کے لئے بھارتی پنجاب کے چندی گڑھ علاقے میں ایک کالج میں داخلہ لیا۔

ترال، کہ جسے شہدا کی سرزمین بھی کہا جاتا ہے، ایسے علاقے سے تعلق رکھنے والے ذاکر راشد بھٹ کی پیدائش اور تربیت چونکہ جہاد کے ماحول میں ہوئی، جہاں وہ بچپن سے کشمیری عوام پر ہندو کفار کا ظلم و تشدد دیکھتے آرہے تھے، وہ اپنی مظلوم اُمّت کے درد سے آشنا تھے۔

پس اُنہوں نے عہد کر لیا کہ اب وہ کاروانِ جہاد میں شامل ہو کر اسلام کی سربلندی کے لئے اور اپنے دین اور ناموس کی خاطر اللہ کی راہ میں جہاد کریں گے۔

انہوں نے اپنی تعلیم اُدھوری چھوڑ دی اور کشمیر لوٹ آئے۔ بس یہیں سے اُن کے جہادی سفر کا آغاز ہوا۔

۱۷ جولائی ۲۰۱۳ء کے روز اُنہوں نے اپنے ایک دوست کے ساتھ ایک کشمیری جہادی تنظیم میں شمولیت اختیار کر لی۔ اس وقت اس تنظیم کے کمانڈر شہید عادل میر المعروف غازی سرفراز (رحمۃ اللہ علیہ) تھے جو کہ مجاہد ہونے کے ساتھ ساتھ ایک روحانی مرشد بھی تھے اور یہ اثرات ان کے ساتھیوں میں بھی منتقل ہوتے رہے۔

کاروانِ جہاد رواں دواں تھا، شہادتوں کا سلسلہ بھی جاری تھا۔ عادل بھائی (رحمۃ اللہ علیہ) کی شہادت کے بعد برہان وانی (رحمۃ اللہ علیہ) تنظیم کے کمانڈر بنائے گئے۔

شہید عادلؒ بھائی کی یہ کوشش تھی کہ وہ جہادِ کشمیر کو طاغوت کے چنگل سے آزاد کریں، مگر ان کی یہ کوشش اَدھوری رہ گئی اور یہی مقصد کو آگے لے جانے والے تھے شہید برہان بھائیؒ!

برہان بھائیؒ نے اپنی شہادت سے کچھ وقت قبل ایک ویڈیو میں یہ اظہار کیا تھا کہ وہ کسی طاغوتی نظام کی خاطر جہاد نہیں کر رہے ہیں، بلکہ یہ جہاد 'اسلام اور شریعت کے نفاذ کے لیے ہے۔ اس کے کچھ ہی عرصہ بعد ۸ جولائی ۲۰۱۶ء کو برہان بھائی بھی شہید ہو گئے۔

برہان بھائی کی شہادت کے بعد ذاکر راشد بھٹ کو کمانڈر بنایا گیا، اُن کا جہادی نام "موسیٰ" رکھا گیا، اور اب انہیں "ذاکر موسیٰ" کے نام سے جانا جانے لگا۔

عادل بھائی اور برہان بھائی کی طرح ذاکر موسیٰ بھی جانتے تھے کہ کشمیر کے مسئلے کا حل صرف جہاد فی سبیل اللہ اور شریعت کے نفاذ کے لئے محنت ہے۔

اس مقصد کو آگے لے جانے کے لئے سب سے پہلے اُنہوں نے جہادِ کشمیر کو پاکستانی ایجنسیوں کے اثر و رسوخ سے پاک کرنے کی تحریک شروع کی اور اپنی تنظیم سے کنارہ کشی اختیار کر لی۔

حق کی بات کرنے والوں کی ہمیشہ مخالفت ہوتی ہے، بس یہی اُن کے ساتھ بھی ہوا، بہت سارے ساتھی ان کا ساتھ چھوڑ گئے، کچھ نے دھوکہ دیا۔

اُن کا عزم چٹان کی مانند تھا، اُنہوں نے ٹھان لیا تھا چاہے کوئی ساتھ دے یا نہ دے، وہ اپنا مقصد پر قائم رہیں گے اپنی آخری سانس تک!

ان حالات میں کچھ حق پرستوں نے ان کا ساتھ بھی دیا، ان میں سے ایک تھے اُن کے عزیز دوست اور ساتھی صالحہ المعروف ریحان بھائیؒ!

۲۷ اگست ۲۰۱۷ء کے دِن اپنے کچھ ساتھیوں کو ساتھ لے کر مجاہد ذاکر موسیٰ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے علیحدہ جہادی مجموعہ کے قیام کا اعلان کیا۔ اور ''شریعت یا شہادت'' کا نعرہ بلند کیا۔ اُن کی پکار پر نوجوانوں نے کان دھرنا شروع کیے اور یوں:

؎میں اکیلے ہی چلا تھا جانبِ منزل

ہم سفر ملتے گئے کاررواں بنتا گیا

اُن کو بہت ساری مشکلوں کا سامنا کرنا پڑا، مگر ساری رکاوٹوں کو پار کرتے ہوئے وہ دین کا علم لے کر آگے بڑھتے گئے۔ اُنہیں صرف کشمیر کی ہی نہیں، بلکہ ہندوستان کے مسلمانوں کی بھی بہت فکر رہتی تھی، اُن کا مقصدِ جہاد صرف کشمیر تک محدود نہیں تھا، وہ چاہتے تھے کہ ہندوستاں میں بھی جہاد کی آگ سلگے اور ہندوستان کے مسلمان بھی کفار کی غلامی سے نکل کر صرف اللہ کی غلامی میں آجائیں اور اپنی زندگیاں شریعت کی ٹھنڈی چھاؤں میں بسر کریں۔

وہ تمام عالمِ اسلام مسلمانوں کے لئے دعا کرتے، ہر مسلم پر ہونے والے ظلم کو وہ خود محسوس کرتے تھے۔ ہر مسلم کے درد پر ان کا دل بھی تڑپتا تھا۔

جتنی اُنہوں نے شہرت دیکھی، اتنا ہی انہیں تہمت کا بھی سامنا کرنا پڑا۔ کبھی لوگ انہیں ''انڈین ایجنٹ'' ہونے کا طعنہ دیتے تو کبھی کوئی کچھ اور تہمت اُن پر لگاتے۔ اُنہوں نے ان سب تہمتوں کا جواب صبر، خاموشی اور اپنے خون سے دیا۔

ذاکر موسیٰ رحمۃ اللہ علیہ نے اللہ کی مرضی سے بدر کی تاریخ دوہرا دی۔ اُنہوں نے ۱۷ رمضان کے روز کفار سے جنگ کی، گیارہ گھنٹوں پر محیط اس معرکہ کے بعد، اگلی صبح جمعہ کے دن اُنہوں نے جامِ شہادت نوش فرمایا۔ اس عظیم مجاہد کے چہرے پر ۴، حلق پر ۳ اور سینے پر ۶ گولیاں لگی۔ وہ کافروں سے اپنی جنّت چھین کر، کفار و مشرکین کو دوزخ کا پروانہ دے گئے!

شہادت سے کچھ دن قبل اُنہوں نے ایک خواب دیکھا جس میں وہ شہید ہوتے ہیں اور پھر جنازے میں شہادت کی انگلی اٹھا کر پھر سے زندہ ہوتے ہے۔ معبرین نے اس کی تعبیر کچھ اس طرح کی، کہ ان کی شہادت کے بعد بھی ان کا مشن جاری رہے گا اور بے شک یہ سچ ہے، آج بہت سے ساتھی ہمارے ساتھ جڑ رہے ہیں اور آج اُن کی جہاد کی دعوت رنگ لا رہی ہے، الحمدللہ!

شریعت یا شہادت محض ایک نعرہ نہیں بلکہ ایک نظریہ ہے، یہ تحریک کا نام ہے۔ یہ نظریہ مٹایا نہیں جاسکتا، اور نہ ہی انصار کی دعوت کی روشنی مٹائی جاسکتی ہے۔

ان شاءاللہ، یہ روشنی جو شہدائے انصار اور شہدائے حق کے لہو سے پھیل رہی ہے، ہندوسان کے کونے کونے تک پہنچے گی!

اور آخر میں اپنے عزیز ساتھیوں سے یہ عرض کرنا چاہوں گا کہ کہیں آپ کو یہ گمان نہ ہو کہ ہمارے امیر محترم نوراللہ مرقدہ اپنے مقصد میں ناکام ہوئے، نہیں واللہ! ایسا بالکل بھی نہیں! باذن اللہ وہ کامیاب ہو گئے! اللہ تعالیٰ شانہٗ سے اپنے کئے ہوئے وعدے کو نبھا گئے۔

بظاہر اگر ہمیں ایسا لگے کہ وہ تو مارے گئے، شہید کر دیے گئے، ہار گئے لیکن حقیقتاً ایسا نہیں ہے۔ جیسا کہ ایک اللہ والے شاعر فرماتے ہیں کہ:

؎اہلِ دل کے بھی ہیں اندازانوکھے تائب

بازیاں جیت کے لگتا ہے کہ ہارے ہوئے ہیں

آہ! کیا خوش قسمت تھے ذاکر موسیٰ رحمہ اللہ کہ اپنی زندگی کو اللہ تعالی شانہٗ پر فدا کر دیا اور پھر مسلمانانِ کشمیر پر ایک عظیم الشان احسان کیا کہ ان کو رہزنوں سے جو کہ رہبر کی شکل میں کشمیری عوام کو دھوکہ دے رہے تھے 'انہیں باخبر کیا۔ اور بالآخر اللہ تعالیٰ کی ملاقات کے لئے اللہ تعالیٰ شانہٗ کے پاس لوٹ گئے۔

ذاکر موسیٰؒ آج ہمارے درمیان نہیں لیکن ان کی تعلیمات ہمارے لئے مشعلِ راہ ہیں اور ان کا فیض ان شاءاللہ تعالیٰ جاری رہے گا۔

اللہ تعالیٰ شانہٗ سے امید ہے کہ اخلاص کی بنیاد پر رکھے گئے اس طائفہ کے لئے اللہ تعالیٰ شانہ کافی ہو کر اس کی حفاظت فرمائیں گے اور انہی سے دین کی عظیم الشان خدمت بھی لیں گے۔

؎دار پر جب محبت کے سر سج گیا

میرے ہونٹوں نے بوسے رسم کے لئے

☆☆☆☆☆

موسیٰ موسیٰ۔ذاکر موسیٰ

اوریا مقبول جان

جس دن دنیا بھر کے جمہوریت پرست علما، جدید مسلم فلاسفر اور مرنجامرنج اسلامی جدوجہد کے داعیان کے منہ پر بھارت کی بے داغ جمہوریت 'نریندر مودی' کی صورت میں "اکثریت کی آمریت" کے زوردار طمانچے رسید کر رہی تھی، اسی دن ۷۲ سال سے قائم اس مسلسل بھارتی جمہوری حکومت کے سپاہی، ملتِ اسلامیہ کے ایک ایسے نوجوان کو شہادت کی موت سے سرفراز کرنے کے لیے گھیرے ہوئے تھے جس کا نام صدیوں تک آسمانِ شہادت پر جگمگاتا رہے گا۔

پچیس سالہ ذاکر موسیٰ جس نے کشمیر کی آزادی کی جدوجہد کو قوم پرستانہ شرک سے آزاد کر کے خالصتاً اللہ کے دین کی سربلندی اور نفاذ کے نعرے سے مشروط کر دیا تھا اور پورا کشمیر آج اس کے اس نعرے پر لبیک کہہ اٹھا ہے۔ ذاکر رشید بھٹ...جو آج سے پچیس سال قبل جولائی، ۱۹۹۴ء میں پلوامہ ضلع کے ایک قصبہ ترال کے ایک امیر گھرانے میں پیدا ہوا۔ ایک ایسا نوجوان جس نے لڑکپن میں بھارت کی سطح پر کیرم بورڈ کے مقابلے میں کشمیر کی نمائندگی کی، شاندار سکولوں میں تعلیم حاصل کی مگر اس کی زندگی میں ایک دم ایک موڑ آیا، اسے ۲۰۱۰ء میں پولیس پر پتھر پھینکنے کے جرم میں گرفتار کر لیا گیا۔ اس کا والد پولیس والوں کو سمجھاتا رہا کہ اس سولہ سالہ بچے نے ایسا نہیں کیا، لیکن پولیس اسے لے گئی۔ اسے خود پر تشدد کا دکھ نہ تھا لیکن والد کی تذلیل کا رنج تھا۔ اس واقعے کے بعد وہ ایک بدلا ہوا ذاکر رشید تھا۔

ذہین طالب علم جو ریاست پنجاب کی یونیورسٹی میں سول انجینئرنگ پڑھنے گیا تھا مگر دورانِ تعلیم جب ۲۰۱۳ء میں وہ چھٹیوں پر گھر آیا تو اپنے تمام دنیاوی خواب ترک کر کے کشمیر کی جدوجہد کو ایک نیا رنگ دینے والے برہان وانی کے ساتھیوں میں شامل ہو گیا۔ دونوں کشمیر کی ایک بڑی جہادی تنظیم کا حصہ تھے۔ برہان وانی نے کشمیری جہاد کو ایک ایسی مقبولیت بخشی کہ ۸ جولائی ۲۰۱۶ء کو اس کی شہادت کے بعد پوری وادی میں ایسے ہنگامے پھوٹے کہ جن میں ڈیڑھ سو سے زائد کشمیری مسلمان شہید ہوئے اور پندرہ ہزار سے زائد زخمی۔ دس اضلاع میں دو مہینے تک کرفیو نافذ رہا۔ تقریباً ۱۲۰/افراد پیلٹ گن کے زخموں سے بینائی سے محروم ہو گئے۔

برہان وانی کا پرچم اب ذاکر رشید بھٹ کے ہاتھ میں تھا۔ ایک قابلِ فخر ماں شہزادہ بانو کا قابلِ تقلید بیٹا۔ کیا عظیم خاتون ہے کہ جب اس شہید کی میت اس کے پاس لائی گئی اس نے بس اتنا کہا:

> "اسے زندگی کی ہر آسائش میسر تھی، کیا تھا جو اس کے پاس نہیں تھا، لیکن اس نے اللہ کے راستے پر چلنے کا انتخاب کیا، میں سمجھتی ہوں کہ اللہ نے مجھے اسے دیا ہی اس لیے تھا کہ وہ اس سے اپنے مشن کی خدمت لے"۔

ہزاروں لوگ اس شہید کے آخری دیدار کے لیے جمع تھے۔ عظیم ماں نے تابوت پر کھڑے ہو کر کہا:

> "مجھے اپنے بیٹے پر فخر ہے، میں نے آخری دفعہ اس کا چہرہ ۲۰۱۶ء کے ہنگاموں میں شیروں کی طرح احتجاج کرتے دیکھا ہے۔ میری نظروں میں وہی چہرہ رہنے دو"۔

اور پھر اس باہمت ماں نے چند لمحوں بعد ہی شہید کے تابوت کو رخصت کر دیا۔ برہان وانی کی شہادت کے بعد جب وادی میں مظالم کی انتہا ہو گئی تو کشمیر کی دیواروں اور دکانوں کے بند شٹروں پر صرف ایک نام چمکنے لگا۔ ذاکر رشید بھٹ کا نام۔ جو اب ذاکر موسیٰ تھا۔ مئی ۲۰۱۷ء میں اس نے اپنی تنظیم سے علیحدگی اختیار کر لی اور اپنا الگ جہادی مجموعہ تیار کیا۔ اسی دوران اس کے بیان نے کشمیر کی جدوجہد آزادی کو ایک بالکل نیا رخ دیا۔ اس نے کہا:

> "ہم اس آزادی کے لیے لڑیں گے جو صرف شریعت کے نفاذ کے لیے ہو گی، جو اسلامی ریاست کے قیام کے لیے ہو گی۔ ہم کسی قوم پرستانہ سیکولر ریاست کے قیام کی جدوجہد میں حصہ نہیں لینا چاہتے۔ ہم اس جدوجہد کا راستہ اختیار کر رہے ہیں جو اسلامی ریاست کے قیام کے لیے ہو گا، ایک ایسی ریاست جو صرف کشمیر میں نہیں بلکہ بھارت اور پاکستان میں بھی قائم ہو گی"۔

ذاکر موسیٰ کے اس بیان نے سو سالہ قوم پرستانہ کشمیری آزادی کی تحریک پر لاتعداد سوال اٹھا دیے۔ وہ رہنما جو قومی ریاستوں کے فریم ورک، اقوام متحدہ کے منافقانہ کردار اور آزادی کے بنیادی حق کے سیکولر تصور میں اسلام کی پینٹنگ لگا کر اپنی تحریک کو ستر سال سے مشرف بہ اسلام کیے ہوئے تھے، ان رہنماؤں سے کوئی جواب نہیں بن پا رہا تھا۔ ذاکر کے خلاف منفی پروپیگنڈے کی مہم شروع ہوئی۔ کشمیر میں چہ مگوئیاں ہونے لگیں۔ یہ سلسلہ چند روز ہی چلا۔ لیکن پھر لوگوں پر حق واضح ہوتا گیا کہ خون دینے والے کون اور دودھ پینے والے مجنوں کون ہیں۔ کشمیری عوام اس راز کو پا گئے کہ اللہ نے نصرت اور مدد کا وعدہ تو کسی کشمیری، پاکستانی یا افغان کے ساتھ نہیں کیا بلکہ اس کا وعدہ تو رنگ، نسل سے بالا مومنین کے ساتھ ہے۔

اب ذاکر موسیٰ، کشمیر کے ہر گھر میں بسنے لگا، ہر دل میں دھڑکنے لگا۔ اس جہادی مجموعہ نے واٹس ایپ اور فیس بک کی بجائے زیادہ محفوظ سروس ٹیلیگرام پر میڈیا گروپ بنایا، جس میں ذاکر موسی اب ایک لمبے سے کشمیری چوغے میں ایک چھڑی پکڑے لمبی سی داڑھی رکھے نظر آتا تھا۔ یوں لگتا تھا جیسے وہ اسامہ بن لادن کے سٹائل کو اپنا رہا ہے۔ اس کا گروہ کسی بھی جہادی گروہ کے خلاف گفتگو نہیں کرتا تھا۔

(بقیہ صفحہ ۷۸ پر)

خیالات کا ماہنامچہ

ذہن میں گزرنے والے چند خیالات و احساسات: اپریل و مئی ۲۰۱۹ء

معین الدین شامی

بسم اللہ الرحمان الرحیم

اللہ تبارک و تعالیٰ کا نہایت شکر و احسان ہے کہ اس نے ہمیں مسلمان بنایا اور مسلمانوں میں بھی رسولِ کریم خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کا امتی ہونے کا شرف بخشا۔ پس اے مالک! جس نے ہمیں یہ شرف بخشا تو تُو خود ہی ہمیں اس اعزاز کا صحیح معنیٰ میں حق دار بھی بنا دے کہ ہمارے اعمال بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے امتیوں کے شایانِ شان ہو جائیں۔ اے اللہ ہمیں اپنی ملاقات کا شوق عطا فرما اور نفاق ایسی بیماری سے بچا، آمین یا ربّ العالمین۔

بہادر بھگوڑا:

چرچا تو پہلے سنا تھا لیکن ویڈیو ابھی کچھ عرصہ پہلے دیکھی۔ ویڈیو ہے پرویز مشرف کی۔ کہتا ہے کہ مجھے ایک دل کی بیماری ہے جو دس لاکھ میں سے ایک شخص کو ہوتی ہے۔ کہتا ہے کہ اصل مسئلہ یہ تھا کہ یہ معلوم نہیں ہو رہا تھا کہ مجھے جو بیماری ہے وہ ہے کیا؟ پھر دنیا کے بہترین ماہرینِ امراضِ قلب میں سے ایک نے اس کی تشخیص کی اور مجھے یقین دلایا کہ میں ٹھیک ہو جاؤں گا۔

''بہادر'' کمانڈو اپنی بیماری کا رونا رو رہا ہے، شکل چھوٹی سی ہو چکی ہے، آواز لرز رہی ہے لیکن اللہ کی نافرمانی پر ذرا شرمندگی نہیں۔ ہاتھ میں وہی سونے کی انگوٹھی پہن رکھی ہے جو یہ نافرمان و بدکردار پہلے پہنا کرتا تھا[7]۔ مزید یہ کہ اللہ کی جانب ذرا بھی رجوع نہیں۔ کہتا ہے کہ ڈاکٹروں نے مجھے یقین دہانی کروائی ہے کہ میں ٹھیک ہو جاؤں گا، اس میں بھی کچھ 'ان شاء اللہ' کہ اگر اللہ نے چاہا کا عندیہ نہیں ہے بلکہ بس ڈاکٹر ٹھیک کر لیں گے۔

سچی بات یہ ہے کہ کمانڈو کو جو بیماری ہے وہ بیماری عبد اللہ ابنِ ابی اور ابو جہل کو تھی اور وہ تھی نفاق اور حق کے انکار کی بیماری۔ گمراہی تو یہ ہے کہ ہزاروں مسلمانوں کے قاتل اور کافروں کے اتحادی 'سکہ بند' شرابی اور زانی آدمی کو اللہ سبحانہ' و تعالیٰ کا ذرا استحضار نہیں۔

مجھے تو اس ظالم، جابر، قاتل اور کافروں کے ساتھی کی یہ حالت دیکھ کر نہایت خوشی ہوئی۔ جس نے لاکھوں کی ماؤں کو رُلایا آج وہ دل کی ایک چھوٹی سی بیماری پر رو رہا ہے۔ خدا اس کو دنیا و آخرت میں ذلیل کرے اور اس کا ٹھکانہ ابدی جہنم ٹھہرے!

[7] سونے کی انگوٹھی شرعاً مردوں کے لیے حرام ہے۔

آسیہ ملعونہ کی نہیں، پیغامِ پاکستان کی فتح!

ثاقب نثار، سعید کھوسہ اور بظاہر دیگر ججوں اور پیچھے بیٹھے عمران خان اور باجوہ نے آسیہ ملعونہ کو رہا کروایا۔ یہ رہائی سارے عالم میں 'حق کی فتح' گردانی گئی۔ کسی نے اس کو آسیہ کی فتح قرار دیا، کسی نے آئین و قانون کی۔ جی نہیں یہ صرف اور صرف 'پیغامِ پاکستان' کی فتح ہے۔ پیغامِ پاکستان وہ صحیفہ ہے جس نے طے کر دیا ہے کہ ریاستِ پاکستان اور اس کے حکمران ایسے 'پکے' مسلمان ہو گئے ہیں کہ اب ان کی مسلمانی ختم ہو ہی نہیں سکتی۔ گویا انہوں نے ایسا وضو کر لیا ہے جو کبھی ٹوٹ ہی نہیں سکتا۔ ان کی مسلمانی نہ سود کو حلال کرنے سے ختم ہوتی ہے، نہ حدود اللہ کو پائمال کرنے سے۔ اس مسلمانی پر نہ تو مساجد گرانے سے کوئی فرق پڑتا ہے، نہ مصاحف جلانے سے اس میں کوئی خلل آتا ہے۔ پتھر کی لکیر مٹ سکتی ہے، سٹیل پگھل سکتا ہے، آسمان پھٹ سکتا ہے لیکن یہ مسلمانی ایسی ہے کہ اس پر کوئی فرق نہیں پڑتا۔ واقعی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لائے ہوئے دین کے پیغامِ اسلام کے مطابق تو ایمان، کفر کر کے کفر میں بدل سکتا ہے لیکن پیغامِ پاکستان کے دین کے مطابق ایک بار کلمہ پڑھو اور پھر جو چاہو کرو کوئی کفر نہیں، بلکہ کفر بھی ایمان ہی کہلائے گا۔ گستاخِ رسول کو رہا کرنا بھی ایمان کہلائے گا کہ ریاست کا آئین اسلامی ہے اور گستاخ کو اسی آئین کے مطابق رہا کیا گیا ہے۔

یہ پیغامِ پاکستان 'سینٹ پال[8]' کی عیسائیت جیسا ہے اور اس کا تعلق نہ اسلام سے ہے اور نہ ۱۹۴۷ء میں بننے والے پاکستان سے!

پس اتنی سی بات ہے کہ ابو قحافہ جو کہ ابو بکر رضی اللہ عنہ کے والد ہیں۔ جب عاشقِ رسول ابو بکر کے والد، رسولِ حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی گستاخی نہیں بس ایسی بات منہ سے نکالتے ہیں جو حضور کے شایانِ شان نہیں تو ابو بکر اپنے والد کے منہ پر ایک زور دار تھپڑ مارتے ہیں۔ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں پیشی ہوتی ہے، حضور پوچھتے ہیں کہ ابو بکر تم نے اپنے باپ کو تھپڑ مارا؟ عرض کرتے ہیں یا رسول اللہ اس نے بات ہی ایسی کی تھی، اگر میرے ہاتھ میں تلوار ہوتی تو میں اس کی گردن اڑا دیتا۔

[8] Saint Paul، جو عیسائیت / عقیدۂ تثلیث کا موجد تھا۔

پس یاد رکھیے کہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلے میں لائی ہوئی ہر بات کی حیثیت مچھر کے پر کے برابر بھی نہیں۔ جو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابل زبان درازی کرے گا تو وہ ہمارا اپنا باپ ہو یا آسیہ کو رہائی دلانے والا' اس کی گردن ہم جیسے ناتواں لوگوں کی تلوار سے کاٹی جائے گی!

جنگ جیتنے کے لیے گانے:

کہتے ہیں کہ دنیا بھر کی افواج کے جرنیلوں کی میٹنگ ہو رہی تھی۔ سب جرنیل بتا رہے تھے کہ وہ جنگ جیتنے کے لیے کیا حکمتِ عملی اپناتے ہیں۔ سب نے اپنی اپنی حکمتِ عملی بیان کی۔ جب پاکستانی جرنیل کی باری آئی تو اس نے کہا کہ ہم جنگیں جیتنے کے لیے گانے بناتے ہیں۔

۶۵ء سے لے کر آج تک جاری ہر جنگ ہی کے لیے 'پاک' فوج گانے بناتی ہے، کہیں جنرل یحییٰ خان کی سہیلی 'میڈم' نور جہاں جیسی گانے گاتی ہے تو کبھی عاطف اسلم سے لے عامر لیاقت تک جیسے لوگ گانے گاتے ہیں۔

افسوس تو یہ ہے کہ بعض لوگ جو اپنی نسبت تو مدارسِ دینیہ سے کرتے ہیں آج وہ بھی (National Narrative) کا عنوان لگا کر ''پیغامِ پاکستان'' کے لیے ترانے گاتے ہیں۔

عرض ہے کہ جنگ دو کافروں کے مابین بھی ہو تو جیتنے کے لیے مردپیدا کیے جاتے ہیں، گلوکار اور ہدایت کار نہیں! کجا کہ جنگ ہو ہی (امریکی) بیانیے اور محمدِ عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کے مابین!

'چین' اپنا یار ہے!

خبر ہے کہ چینی باشندے، چین سے آ آ کر پاکستانی لڑکیوں سے شادی کرتے ہیں اور پھر چین لے جا کر ان سے جسم فروشی کا سیاہ فعل کرواتے ہیں۔ یہ کون نہیں جانتا کہ چین میں جس سطح کا جنسی ہیجان پایا جاتا ہے دنیا کے شاید ہی کسی اور خطے میں ایسے حیوانی جذبات ہوں۔ اس کی وجہ فطرت کے نظام سے ہٹنے اور سرکاری سطح پر جانوروں جیسے جذبات کا فروغ ہے۔

آفرین ہے ان دماغوں پر جو چین کو اپنا یار سمجھتے ہیں اور لال بیگوں اور مینڈک کھانے والے چوپایہ نما چینی دوپائیوں کو یہاں آنے دے رہے ہیں۔ پھر حیرت ان پر بھی ہے جو چینی لادین کافروں سے اپنی بیٹیوں کا 'نکاح' کرواتے ہیں۔ اللہ کو مانو... دشمن کو پہچانو!

حضرت مفتی تقی عثمانی صاحب پر قاتلانہ حملہ کس نے کیا؟

ممتاز عالمِ دین، حضرت مولانا محمد تقی عثمانی صاحب پر دن دہاڑے، باب الاسلام کراچی میں اس وقت حملہ کیا گیا جب آپ کراچی کی معروف جامع مسجد بیت المکرم میں جمعے کی ادائیگی کی غرض سے جا رہے تھے۔ مولانا تقی صاحب اکثر اس مسجد میں خطبۂ جمعہ بھی ارشاد فرماتے ہیں۔ اللہ پاک کی جانب سے کرم ہوا اور مولانا حفظہ اللہ اپنے اہلِ خانہ سمیت محفوظ رہے۔ اللہ پاک آپ کی حفاظت فرمائیں، آمین۔ اس سازش کی جتنی بھی مذمت کی جائے کم ہے، لیکن ساتھ ہی یہ بھی لازمی ہے کہ اس سازش کو سمجھا جائے کہ قاتلین کون ہیں اور کیا اہداف رکھتے ہیں۔ اللہ پاک ہمیں صحیح بات کہنے اور صحیح کام کرنے کی توفیق عطا فرمائیں، آمین۔ آیئے حالات وواقعات پر ایک طائرانہ نظر ڈالتے ہیں اور پھر کچھ تجزیہ وتبصرہ۔

مولانا تقی صاحب پر حملہ دن دہاڑے کیا گیا۔ چند روز بعد آٹھ یا نو رافضی 'دہشت گردوں' کو گرفتار کر لیا گیا اور تحقیقات ہونے لگیں۔ تاثر عام ہے کہ یہ حملہ روافض نے کیا۔ لیکن کیا واقعی روافض اس کے ذمہ دار ہیں۔ عین ممکن ہے کہ جن ہاتھوں سے گولیاں چلائی گئی ہوں وہ ہاتھ رافضی ہی ہوں لیکن ان کی ڈوریں ہلانے والا کوئی اور ہے۔

در اصل مولانا صاحب پر حملے کا ذمہ دار ایک ریاستی بیانیہ اور اس ریاستی بیانیے کو ریاستی زور کے ساتھ نافذ کرنے والے ریاستی ادارے ہیں۔ یہ ریاستی ادارے ماضی میں شیعہ سنّی جنگ کو ہوا دیتے رہے ہیں کہ یہ ان کے مفاد میں ہے اور اب بھی شیعہ سنّی جنگ کو ہوا کیا ایندھن مہیا کرنے سے ذرا نہیں چوکیں گے۔

بلاشبہ روافض، اہلِ سنت کے دشمن ہیں اور چودہ صدیوں کی تاریخ ان کی مکاری اور کفار سے دوستی کی دلیل ہے۔ لیکن قریب وبعید کی تاریخ شاہد ہے کہ اکابرینِ امت اور عصرِ حاضر کی جہادی قیادت نے ان کے ساتھ تعامل میں ان کے شر کے سامنے بند باندھنے کا کام کیا ہے، علمی محاذ پر بھی اور عملی میدان میں بھی، مگر اس جد وجہد میں وہ امت کو لاحق بڑے خطرات سے کبھی غافل نہیں ہوئے، امارتِ اسلامی افغانستان کی مثال ہمارے سامنے ہے، یہاں امارت کی روزِ اول سے یہی پالیسی رہی ہے کہ ان کے شر کا راستہ روکا جائے اور یہ جہاد و نفاذ شریعت کے سفر میں کہیں رکاوٹ نہ بن پائیں۔ اس پالیسی کا نتیجہ ہے کہ امارت کی توجہ امریکہ اور اس کے آلۂ کاروں پر مرکوز رہی ہے۔ بفضل اللہ ہم خود امارتِ اسلامیہ کے سائے تلے، امارت کے سلطے والے علاقوں میں جہاد میں مصروف ہیں اور خود مشاہدہ کر رہے

ہیں کہ جہاں کہیں امارت کو غلبہ حاصل ہے وہاں امارت نے ان کے ساتھ معاہدات تک کیے ہیں۔ امیر المؤمنین ملا محمد عمر مجاہد رحمہ اللہ کے مبارک دور میں بھی یہ غداران امت موجود رہے اور ان کے ساتھ جنگ میں الجھنے کے بجائے انہیں دوسرے انداز میں غیر مؤثر کیا گیا تھا۔ مثلاً یوم عاشورہ کو انہیں کابل میں جلوس کی اجازت تھی مگر اس جلوس میں صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے خلاف نعرہ بازی جیسے مغلظات پر مکمل پابندی تھی۔

پاکستان کا معاملہ مختلف ہے یہاں خود ریاست کی ہمیشہ یہ کوشش رہی ہے کہ کفر کا علم بردار و محافظ یہ نظامِ باطل محفوظ و توانا رہے، اس لیے ان کی کوشش رہی ہے کہ دینی طبقات کی دشمنی کا رُخ کسی بھی سمت کی طرف ہو مگر نظامِ باطل کی طرف کبھی نہ رہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس نے ہمیشہ کوشش کی ہے کہ دونوں گروہوں کے درمیان جنگ گرم رہے لیکن جس جنگ سے "فساد کی جڑ" اس نظام کو خطرہ ہو سکتا ہے اس کی طرف اہلِ سنت کے جوانوں کو کبھی سوچنے کی فرصت ہی نہ ملے۔ شیعہ سنّی جنگ کا ریاستی اداروں کو ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ دونوں گروہ جب لڑ لڑ کر نڈھال ہونے لگتے ہیں تو 'ریاست' اور اس کے 'ادارے' ان کو پناہ دینے کے لیے آگے بڑھتے ہیں اور مفاہمت کی راہ سجھاتے ہیں۔ ریاستی اداروں کو اس جنگ کا فائدہ یہ ہے کہ اہلِ سنت کو ایک خوف میں مبتلا رکھتے ہیں اور بوقتِ ضرورت ان کا وزن اپنے پلڑے میں ڈال لیتے ہیں۔

ایمان کے خلاف کفر کی عالمی جنگ امریکہ کی قیادت میں لڑی جا رہی ہے اور اس جنگ میں امریکہ کی صفِ اول کی اتحادی پاک فوج ہے۔ پاک فوج بمع ریاست اس جنگ کو پرائی جنگ سمجھ کر صرف دفاعی لکیر پر نہیں بیٹھی ہوئی بلکہ شعوری طور پر اس جنگ کو اپنی جنگ اور اپنے مخالفین کو اپنا دشمن گردانتی ہے۔ اسی غرض سے تو تاریخ، عقیدہ، نظریہ، حتیٰ کہ معنیٔ قرآن و حدیث میں تحریف کر کے یہ ادارے ایک 'بیانیہ' تشکیل دے رہے ہیں اور اس کا ڈھنڈورا پیٹ رہے ہیں۔ ان اداروں یا اس 'فکر' کے نزدیک دین کی وہ تعبیر درست نہیں جس کے متعلق آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

عليكم بالسّنّتي و سنة الخلفاء الراشدين المهديين

کہ تم پر لازم ہے کہ میرے طریقے کی اتباع کرو اور ہدایت یافتہ خلفائے راشدین (ابو بکر و عمر و عثمان و علی رضی اللہ عنہم) کے طریقے کی!

اس فکر کے نزدیک عزت و غیرت، وقار و سربلندی اور اعلائے کلمۃ اللہ کی دینی تعبیر جس کی خاطر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے احد میں دندانِ مبارک شہید کروائے، اپنے پیارے چچا کا مثلہ برداشت کیا، جس کی خاطر خلفائے راشدین کی زیرِ امارت خالد و ابو عبیدہ، سعد بن ابی وقاص و معاذ بن جبل رضی اللہ عنہم نے ساری زندگیاں کھپائیں... جس کی خاطر محمد بن قاسم، محمود غزنوی، شہاب الدین محمد غوری، طارق بن زیاد اور صلاح الدین ایوبی نے خون بہایا وہ تعبیر دین کی درست تعبیر نہیں اور آج چودہ صدیوں بعد ان کو دین سمجھ میں آ گیا اور یہ اس کی متبادل تعبیر پیش کرتے ہیں۔ ایسی تعبیر جس کی رُو سے آپ کی بیٹیوں کی عصمت دری ہوتی رہے، مساجد کے قالین اور اللہ کی کتاب کے اوراق ناپاک فوجی بوٹوں اور ٹینکوں سے روندے جاتے رہیں، مسلمانوں کے شہر فلوجہ و حلب بنتے رہیں، کشمیر و فلسطین میں آگ لگی رہے اور اہلِ ایمان، انسانی تو کجا حیوانی غیرت کا بھی مظاہرہ نہ کریں۔

یہ بیانیہ اور یہ ادارے چاہتے ہیں کہ اپنی اس فکر اور اس جنگ کے لیے جملہ طریقے 'All means necessary' استعمال کریں جس میں اگر مولانا مفتی تقی عثمانی صاحب کے قتل سے ہی معاملہ بیانیے کے حق میں جائے تو ان کے نزدیک اس میں کوئی خسارہ نہیں بلکہ نفع ہی نفع ہے۔ اس طرح کے حملوں کے نتیجے میں چند رافضیوں اور شریروں کو گرفتار کر لیا جائے اور سب پر واضح کر دیا جائے کہ ریاست اس قسم کے افعال کے خلاف ہے اور ریاست اس طرح کے تمام افعال کو روکنے اور ان کا سدِباب کرنے میں پیش پیش ہے۔

اہلِ سنت کو بظاہر دکھایا جائے کہ مولانا تقی صاحب پر حملہ ور دہشت گرد رافضی ہیں لیکن ساتھ ہی اہلِ سنت کو اپنی حمایت کا سراب دکھا کر ان کے دلوں میں ریاست کی قدر، ریاستی بیانیے کی ضرورت اور اداروں کے اقدامات کو صائب قرار دیا جائے۔ یہ بات کوئی نہیں سوچتا کہ روافض عسکری، فکری، سیاسی اور مذہبی طور پر یک جا رہتے ہیں اور ہیں۔ ان کا عسکری وِنگ، سیاسی سے اور سیاسی مذہبی سے بالکل بھی جدا نہیں۔

پھر یہاں بھی شاید توجہ نہیں ہوتی کہ ریاستی ادارے اپنے بیانیے پر دیوبندی وفاق، سلفی وفاق، جماعتِ اسلامی کے وفاق، بریلویوں کے وفاق اور شیعوں کے وفاق المدارس کو جمع کرتا ہے۔ وہی شیعوں کا وفاق جو ان دہشت گردوں کو پسِ پردہ ہی نہیں کھلم کھلا بھی سپورٹ کرتا ہے جو مولانا اسلم شیخوپوری کو قتل کر ڈالتے ہیں اور مولانا تقی عثمانی صاحب

پر قاتلانہ حملہ کرتے ہیں۔ یہ بھی شاید نہیں دیکھا جاتا کہ کس مکاری سے نقوی و فاروقی کے سابقوں لاحقوں والوں کے دستخطوں کو ایک صفحہ پر اوپر تلے جمع کر دیا جاتا ہے۔

وہ بیانیہ جس میں صحابہ رضی اللہ عنہم کے صریح اقوال کے خلاف تشریحات و تفاسیر قرآنی کی گئی ہیں پر جب سب کے دستخط نشاط و اکراہ کے ساتھ لے لیے جاتے ہیں تو اکراہ کو نشاط اور نشاط کو شرحِ صدر بنانے کے لیے ریاستی ادارے اپنے زیرِ کفالت رافضی دہشت گردوں کو میدان میں لاتے ہیں اور اہلِ سنت کے بڑے بڑے ناموں پر حملے کرواتے ہیں۔ یہ حملے بیانیوں پر سے نظر ہٹواتے ہیں، جنگ کو شیعہ سنی ہیئت دیتے ہیں اور جب کسی فریق کو خطرہ محسوس ہوتا ہے تو خود ہی آگے بڑھ کر اس کو سہارا بھی دیتے ہیں اور حفاظتی حصار بھی قائم کر کے دیتے ہیں۔ اس کے بعد پھر توجہ کرواتے ہیں کہ دیکھیے اسی دہشت گردی کے خلاف ہی تو ہم بیانیوں پر زور دیتے ہیں، یوں تائید حاصل کی جاتی ہے۔

تاریخ اور خصوصاً استخباراتی / انٹیلی جنس کی تاریخ کا ادنیٰ قاری بھی جانتا ہے کہ ان کھیلوں کے لیے کیا کیا نہیں کیا جاتا رہا؟ کن کی کون کون سی گریٹ گیموں کے لیے کتنی گھناؤنی سازشیں نہیں کی جاتی رہیں۔ صحابہؓ کو لڑوانے کے لیے شر پسند کیسے دونوں لشکروں میں تیروں کی بارش نہیں کرواتے رہے؟

پس مولانا تقی عثمانی صاحب پر حملے کے ذمہ دار ریاستی ادارے اور ریاستی بیانیے ہیں جو ریاست کی بقا کی خاطر روس کے خلاف مجاہدین کے حامی ہوتے ہیں اور ریاست ہی کے عقیدے کے تقاضے کے مطابق امریکہ کے خلاف لڑنے والے مجاہدین کو دہشت گرد قرار دیتے ہیں۔ اللہ ہم سب کو دیدۂ بینا عطا فرمائیں، آمین۔

فقہ الاَولویات کی ضرورت:

امت کے مسائل اور بحرانوں کا ایک حل ہے اور وہ ہے فقہ الأُولُوِيَات کا علم۔ یہ علم اپنے نام کی طرح کچھ بھاری نہیں، ہر ذی شعور بلکہ ذی حیوان اس کا فہم رکھتا ہے۔ مسئلہ اجتماعی مسائل اور بحرانوں سے نکلنے کے موقع پر پیدا ہوتا۔ فقہ کہتے ہیں فہم کو، سمجھ کو اور اَلویات کہتے ہیں اہم کام کو اہمیت دینے کو۔ یعنی اہم کاموں کو اہمیت دینے کا فہم۔ ایک مثال سے سمجھتے ہیں۔

ایک شخص کے گھر میں آگ لگ گئی۔ اس نے اپنی ساری کوشش کھپا دی اور اپنے بھائیوں، بھتیجوں، بیٹوں حتیٰ کے گھر کی عورتوں تک کو آگ بجھانے پر لگا دیا۔ لیکن آگ بجھنے کے بجائے بڑھتی گئی۔ اب اس نے سوچا کہ گھر تو شاید نہ بچے تو سب سے قیمتی چیزیں بچا لیتا ہوں اور ایک بیٹے یا بھائی کو بھیج کر فائر بریگیڈ کو اطلاع بھیجتا ہوں۔ کچھ دیر میں فائر بریگیڈ والے آ گئے، آدھا سا گھر بچ گیا اور جو گھر کا حصہ جلا تھا اس میں موجود قیمتی سامان وہ شخص باقی لوگوں کے ساتھ مل کر نکال چکا تھا۔

یہ ہے فقہ الاَولویات۔ سامان جو بچ سکتا ہے بچا لو اور گھر بھی جتنا بچ سکتا ہے بچا لو۔ یہ نہ کرو کہ سب سامان بچانے میں لگ جاؤ اور نہ یہ کرو کہ سب ہی فائر بریگیڈ کو بتانے نکل جاؤ۔ جو بچ سکتا ہے بچا لو۔ جو سرمایۂ دینی بچ سکتا ہے بچا لو اور جتنی عمارتِ دینی بچ سکتی ہے بچا لو، سب ہی سرمایۂ دینی کو بچانے میں نہ لگ جاؤ اور نہ ہی سب عمارت کو بچانے میں۔

سانپ کے سر کو کچلنا فقہ الاَولویات ہے، دم کٹے سانپ کی دم پھر اُگ آتی ہے۔ اور ہم تو سانپ کی دم بھی نہیں کاٹ رہے بلکہ لکیریں پیٹ رہے ہیں!

حضرتِ عبد اللہ ابنِ عمر رضی اللہ عنہما کے پاس کچھ کوفہ کے حاجی آئے اور پوچھا کہ کیا حالتِ احرام میں مچھر مار سکتے ہیں؟ اس پر حضرتِ عبد اللہ نے فرمایا کہ "سبحان اللہ! ایسے لوگ مجھ سے مچھر مارنے کا حکم پوچھتے ہیں جنھوں نے نواسۂ رسول کو قتل کر دیا"۔

بقول اسلامی و جہادی شاعر، شیخ احسن عزیز رحمہ اللہ:

ع کہ مچھر چھان لو، اونٹوں کو سالم ہی نگل جاؤ!

آبپارہ والے، دتہ خیل میں:

خبر تھی کہ پشتون تحفظ موومنٹ والوں کے چار لوگ دتہ خیل، شمالی وزیرستان میں جاں بحق ہو گئے۔ آئی ایس پی آر نے تصدیق بھی کی۔ اگلے روز خبر آئی کہ دتہ خیل میں پانچ لاشیں مزید بھی ملی ہیں۔ قبائلی ایجنسی سے بندوبستی ضلع بننے کے ساتھ شمالی وزیرستان کا دتہ خیل آبپارہ بن گیا گویا۔ غائب کرو، قتل کرو اور پھینک دو۔ فوج طاقت کے نشے میں مست ہے اور یہ مست ہاتھی اپنے ہی پیروں تلے اپنے ہی مفادات کو کچل رہا ہے۔ سرکس کے اس مست ہاتھی کے نیچے جو مفادات کا سٹیج ہے وہ لکڑی کا بنا ہے اور اس لکڑی میں پہلے ہی دراڑیں پڑی ہوئی ہیں۔ دیکھیے سٹیج کب گرتا ہے... ڈراپ سین کب ہوتا ہے... منتظر ہے نگاہ!

اللہ پاک ہمیں فہمِ سلیم عطا فرمائیں اور عقلِ سقیم[9] سے بچائیں، آمین یا ربّ العالمین۔

☆☆☆☆☆

---

[9] سقیم: بیمار

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے گارڈ بنو...

عامر سلیم خان

یہ تحریر ایک غیرتِ ایمانی رکھنے والے، افواجِ پاکستان سے وابستہ ایک سکیورٹی اہلکار کی ہے، جنہوں نے ایمان کی پکار پر لبیک کہا اور افواجِ پاکستان کو ترک کر کے کاروانِ جہاد میں شمولیت اختیار کی۔ اللہ پاک آپ کے ایمان و جان کی حفاظت فرمائیں، آمین۔ (ادارہ)

شہیدِ ناموس رسالت غازی ممتاز قادری گورنر پنجاب سلمان تاثیر کی حفاظت پر مامور پولیس گارڈ تھا، یا پھر اس سے پہلے وہ اپنے پیارے نبی کریم صلی علیہ وآلہ وسلم کی عزت و ناموس کی حفاظت کا گارڈ تھا؟ کیا ہر مسلمان کے لیے ضروری نہیں ہے کہ وہ آپ صلی علیہ و سلم کو اپنی جان، مال، عزیز و اقارب اور ہر چیز سے زیادہ محبوب رکھے؟ نبیؐ کریم صلی علیہ و سلم کے قول کے مطابق تب ہی تو بندہ مومن بنتا ہے جب وہ ہر چیز سے بڑھ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت نہ رکھے۔ کیا آج بھی چیف جسٹس، آرمی چیف، اور وزیر اعظم وغیرہ کی حفاظت پر مامور حفاظتی گارڈ، ایس ایس جی کمانڈوز اور ایلیٹ فورس کے اہلکار اپنے آپ کو نبیؐ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا امتی نہیں کہتے؟

اگر آپ اس چیف جسٹس کے حفاظتی گارڈ ہیں، جس کے قلم سے عاشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے تو پھانسی لکھ دی جاتی ہے لیکن گستاخِ رسول آسیہ جس پر ماضی میں ہائی کورٹ میں جرم ثابت ہو چکا ہے، اس کے لیے باعزت رہائی...اگر آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی گستاخی میں معاونت کرنے والے اس چیف جسٹس کی حفاظت پر مامور گارڈ ہیں تو آج آپ کو فیصلہ کرنا ہو گا کہ آپ کو رسولِ مہربان صلی اللہ علیہ وسلم زیادہ عزیز ہیں یا اس آسیہ کو رہائی دلوانے والے جج کی حفاظت کی نوکری؟

کیا آپ اس وزیر اعظم کی حفاظت پر مامور گارڈ ہیں جس نے آئی ایم ایف کے قرضے کی خاطر وہ قبیح فعل 'سر انجام' دیا جو اس پہلے کی حکومتیں[10] بھی کرنے سے ڈرتے تھیں؟ وہ زرداری، وہ یوسف رضا گیلانی جن کی پارٹی کا، جن کی حکومت کا گورنر مارا گیا، وہ بھی اس قوم کے عشقِ نبی صلی اللہ علیہ کے ڈر سے یہ جرأت نہیں کر سکتے تھے کہ آسیہ کے کیس میں بات تک کر سکیں، کیونکہ ان کو پتہ تھا کہ یہ کوئی معمولی مسئلہ نہیں بلکہ اس نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ناموس کا مسئلہ ہے جو اس قوم کے ہر فرد کو اپنی جانوں سے بھی زیادہ عزیز ہے، صلی اللہ علیہ وسلم! کیا آپ اس وزیر اعظم کی حفاظت پر مامور ہیں جس نے اس گستاخہ عورت کو بحفاظت کینیڈا بھیج دیا؟ کیا آپ اب بھی اس کی حفاظت کریں گے؟

کیا آپ اس قادیانیت نواز آرمی چیف کی حفاظت پر مامور ایس ایس جی کمانڈو ہیں جس کا اس سارے واقعے کے پیچھے کلیدی کردار رہا ہے؟ جس آرمی چیف ہی کے جی ایچ کیو کی آشیر باد سے عاشقانِ رسول کی پھانسیوں اور گستاخانِ رسول کے باعزت بری ہونے کے احکام صادر ہوتے ہیں [11]۔ جس کے ایما کے بغیر نہ سپریم کورٹ کچھ کر سکتی ہے نہ پارلیمنٹ۔ کیا آپ اس نبی کے دشمن کی اب بھی حفاظت کریں گے؟

اے ایلیٹ فورس کے اہلکارو، اے ایس ایس جی کے کمانڈوز!

کیا آپ نے سپیشل ٹریننگ اس لیے حاصل کی ہے کہ آپ چوبیس گھنٹے ان کی حفاظت کریں جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے گستاخوں کے محافظ ہیں؟ اے پولیس کے اہل کارو! اے فوج کے سپاہیو! کیا آپ نے فوج اور پولیس میں اس لیے شمولیت اختیار کی تھی کہ آپ گستاخوں کے معاونین کی حفاظت کریں۔ یہ تو کسی عام بندے کا بھی معاملہ نہیں جس پر دہشت گرد کا ٹھپہ لگا کر نظر انداز کر دیا جائے۔ یہ تو ہم سب کے محبوب، رحمت اللعالمین، اشرف الانبیاء، رسولِ مہربان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ناموس کا مسئلہ ہے کیا اب بھی تم کچھ نہیں کرو گے؟

حق یہ ہے کہ آپ کے پاس دو ہی راستے ہیں۔ یا تو ان گستاخان کے محافظ حکمرانوں، جرنیلوں اور ججوں کے گارڈ بن کر ان ہی کے ساتھ آخرت میں ہمیشہ کی ناکامی اور ذلت و عذاب والا راستہ چننا ہو گا یا پھر عاشقِ رسول شہید ناموس رسالت ممتاز قادری والا عزت و اکرام، جنت و سعادت والا راستہ یعنی نبیؐ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا گارڈ بننا ہو گا!

فیصلہ کیجیے اگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ سرخروئی کے ساتھ ملاقات کرنا چاہتے ہیں، ساقیٔ کوثر کے ہاتھوں سے جامِ کوثر نوش کرنا چاہتے ہیں تو پھر اس مہربان نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ناموس کی حفاظت میں دیر اور تردد کیسا؟ ان ہتھیاروں کا رخ موڑ لیجیے... جن سے ان گستاخوں کے دوستوں کی حفاظت ہو رہی ہے۔ ان حکمرانوں، جرنیلوں اور ججوں کو وہ سبق سکھلا دیجیے جو شہید ممتاز قادری نے سلمان تاثیر کو سکھایا تھا۔ اور یقین کریں ہمیشہ کی کامیابی کا کیونکہ صادق و مصدوق نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فدایانِ ناموسِ رسالت کے بارے میں فرمان ہے "أفلحتِ الوُجوہ"... "(میرے گستاخوں کو قتل کرنے والوں کے) چہرے کامیاب رہیں!"۔

---

[10] سیکولر منشور رکھنے والی پیپلز پارٹی اور سیکولرزم کو پاکستانی نظام حیات بنانے کے لیے کوشاں مسلم لیگ نواز کی حکومتیں۔

[11] ممتاز قادری کی پھانسی کے بعد PEMRA نے اپنے جاری کردہ بیان میں کہا کہ ممتاز قادری کے جنازے کی ٹی وی کوریج نہ کی جائے کہ ایسا کرنے سے 'نیشنل ایکشن پلان' کے ثمرات ضائع ہو جائیں گے۔ اور یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ نیشنل ایکشن پلان فوج ہی کا پروردہ منصوبہ تھا۔

وقت کی عدالت میں

محترمہ عامرہ احسان صاحبہ

گزشتہ چند ایام بجٹ اعداد و شمار کی لپیٹ میں رہے۔ بجٹ کی تپش غریب ترین صارف تک یوں پہنچ رہی ہے کہ ان پڑھ دیہاتی ملازمہ کو بھی بجٹ تقریر کے انتظار میں مبتلا پایا کہ گویا اس کی مالی تقدیر کا فیصلہ ہونے چلا ہے! جان گئی ہے کہ اس کی جیب پر بھی حکمرانوں کی نگاہ ہے۔ یوں بھی تو کہ اشیائے خورد و نوش پر ہاتھ ڈالا ہے۔ سبسڈی ختم کر دی۔ سیلز ٹیکس عائد کر دیا۔ دودھ...(جو کہ یوں بھی دودھ کے نام پر سبھی کچھ ہے سوائے دودھ کے) بھی لگژری آئٹم ٹھہرا۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ بیکری کی اشیا پر سیلز ٹیکس میں کمی کی ہے۔ کیونکہ بجٹ آئی ایم ایف کے ہر کارے ماہرین کی جانب سے آیا ہے لہٰذا فرنچ شہزادی والا معروف مقولہ پس پردہ سر سرا رہا ہے۔ روٹی نہیں ملتی تو کیک کھالیں! اس لیے بیکری اشیا کی ستائی کی سرخی خاص لگی ہے۔ (اگرچہ چینی، خوردنی تیل، دودھ، پنیر مہنگا کر کے بیکری ستا کیونکر بیچے گی؟) بہر حال پیش بندی کے طور پر اکبر الٰہ آبادی بھی کہہ گئے تھے

؎ چار دن کی زندگی ہے کوفت سے کیا فائدہ

کھا ڈبل روٹی کلرکی کر خوشی سے پھول جا!

بجٹ، سرکاری ملازمین کی تنخواہ بڑھا کر ان کی دوسری جیب سے ٹیکس کی صورت بڑھوتری سے زیادہ نکال رہا ہے! تاہم بجٹ پر رونا دھونا یوں بے کار ہے کہ امریکی تسلط اب براہ راست دخل انداز ہے، قبول کر لیجیے۔ اکبر الٰہ آبادی کے مندرجہ بالا شعر سے پچھلے والے شعر کا نتیجہ ہے جو ہم ان حکمرانوں کی صورت بھگت رہے ہیں۔ یعنی:

؎ چھوڑ لٹریچر کو، اپنی ہسٹری کو بھول جا

شیخ و مسجد سے تعلق ترک کر' اسکول جا

عمران خان صاحب مسلسل اس کا عملی ثبوت پیش کرتے رہتے ہیں۔ ہم پچھلے چر کے بھلاتے ہیں وہ نئے لگا دیتے ہیں۔ ان کی 'ہسٹری' سے لا علمی، شیخ و مسجد سے لا تعلقی، غزاوتِ بدر واحد بارے بیان سے ظاہر ہے۔ 'ریاست مدینہ' والی تمثیل کو درست قرار دینے کی مجبوری میں نیا بیان یہ چھوڑا ہے کہ "ریاست مدینہ کوئی ایک دن میں نہیں بن گئی تھی۔ جب جنگِ بدر ہوئی تو صرف ۳۱۳ تھے لڑنے والے، باقی تو ڈرتے تھے لڑنے سے۔ وہ تو فرشتے آئے تھے لڑنے کے لیے"۔ غزوہ احد کے حوالے سے گفتگو کا جو انداز اور پیرا یہ تھا، وہ شیخ و مسجد سے لا تعلقی اور ایچی سونین تعلیم کے ہاتھوں جو تھا وہ لکھنا نا مناسب ہے۔ کیونکہ، معصوم لا علم، وزیر اعظم نہیں جانتے کہ صحابہ کرامؓ (خیر البریہ۔ بہترین خلائق۔ اللہ ان سے راضی ہوا وہ اللہ سے راضی ہوئے... کے قرآن میں خطاب کے حامل!) بارے گفتگو کے آداب کیا ہیں۔ ہسٹری کی در فطنی یہ چھوڑی کہ "اللہ نے طوفان بھیجا تو وہ بال بال بچے!" اُحد میں طوفان / آندھی آ گئی؟ کوئی تو ہو جو خان صاحب کو یا اسلام کے حوالے سے بیانات دینے سے باز رکھے یا انہیں تعلیم دے ریاست مدینہ کے حوالے سے۔ ورنہ آپ بھی شرمسار ہو 'ہم' کو بھی شرمسار کر' کا یہ سلسلہ قوم بھگتتی رہے گی۔

کیا کیجئے کہ دنیا کے سبھی حکمران نہلے پہ دہلے ہیں۔ ٹرمپ نے ٹویٹ میں ناسا کے حوالے سے بات کرتے ہوئے چاند کو مریخ کا حصہ قرار دے دیا۔ امریکی سر پکڑ کر رہ گئے۔ (۱۴۰ ملین میل دوری کے باوجود؟) انہوں نے شاید چاند مریخ کی دوری کو امریکہ اسرائیل قرب پر محمول کر لیا ہو گا۔ جو دوری کے باوجود۔ تو من شدی، من تو شدی کی تصویر ہے۔ (آخر گلوبل ولیج کے چوہدری کی غلطی کی تاویل تو ہونی ہی چاہیے جیسے انصافیے، احد، بدر بارے غلطی پر صفائیاں دے رہے ہیں)۔

پچھلے حکمرانوں کی شامت کا دور چل رہا ہے۔ اسی دوران مشرف کے حوالے سے خبر آئی کہ سنگین غداری کیس میں مشرف کا حق دفاع ختم ہو گیا۔ بریت، التوا کی درخواستیں مسترد ہو گئیں۔ دوسری طرف سے جواب آیا کہ، سابق صدر زندگی کی جنگ لڑ رہے ہیں۔ 'نہیں پیش ہو سکتے'۔ یہ دنیا اور اس کی عدالتیں! سابق صدر جو صحت کا عذر پیش کر کے باہر بھاگ لیے تھے مارچ ۲۰۱۶ء میں۔ پھر ستمبر ۲۰۱۶ء میں امریکہ میں بھارتی گانے پر بیوی کے ہمراہ رقص کی وڈیو چلی صاحب فراش کمر کے باوجود۔ کورٹ نے سنگین غداری کیس میں مشرف کی عدم حاضری پر شدید غم و غصے کا اظہار کرتے ہوئے انگریز غاصب اولیور کراموِیل کی مثال دی جس کا ڈھانچہ موت کے بعد پھانسی پر لٹکایا گیا تھا۔ مقام عبرت ہے! اگرچہ زندگی تو ڈھانچے کے بعد بھی باقی رہتی ہے۔

برزخ پر ایمان، ڈھانچوں کو پھانسی دے کر سزا کی ضرورت محسوس نہیں کرتا۔ وہ دارالعمل سے نکل کر دارالجزاء کے پہلے مرحلے میں داخل ہو جاتا ہے۔ جس کے بعد۔ الساعۃُ حق۔ وہ گھڑی قیامت کی برحق ہے جہاں:

"ہم قیامت کے روز ایک نوشتہ اس کے لیے نکالیں گے جسے وہ کھلی کتاب کی طرح پائے گا۔ پڑھ اپنا نامۂ اعمال، آج اپنا حساب لگانے کے لیے تو خود ہی کافی ہے"۔ (بنی اسرائیل: ۱۳، ۱۴)

"جو کچھ انہوں نے کیا ہے وہ سب دفتروں میں درج ہے اور ہر چھوٹی بڑی بات لکھی ہوئی موجود ہے"۔ (القمر: ۵۲، ۵۳)

اصل زندگی تو باقی ہے۔ وہ دن جب پوشیدہ رازوں کی جانچ پڑتال ہو گی ۔ (الطارق: ۹)

"سینوں میں جو کچھ مخفی ہے اسے بر آمد کر کے اس کی جانچ پڑتال کی جائے گی۔ یقیناً ان کا رب اس روز ان سے خوب باخبر ہو گا"۔ (القارعہ: ۱۰، ۱۱)

ہم بھولے بیٹھے ہیں۔

کرسیوں، مناصب نے آسمانوں اور زمین پر چھائی حکمرانی والی کرسی کے مالک رب (آیت الکرسی) کو بھلا رکھا ہے۔ وقت کی عدالت میں، زندگی کی صورت میں، یہ جو تیرے ہاتھوں میں اک سوال نامہ ہے، کس نے یہ بنایا ہے! کس لیے بنایا ہے! کچھ سمجھ میں آیا ہے؟ زندگی کے پرچے کے، سب سوال لازم ہیں سب سوال مشکل ہیں! مشرف کی حال ہی میں منظر عام پر آنے والی شدید بیماری کی تفاصیل اور وڈیوز کرسی والوں کے لیے سامان عبرت ہیں۔ وہ بیماری جو لاکھوں میں سے کسی ایک کو ہوتی ہے۔

ایک صرف آئین شکنی کا کیس ہے۔ (عمر قید یا سزائے موت کا مستوجب) دوسری طرف بے نظیر بھٹو قتل کیس اور لال مسجد طلبہ وطالبات کے قتل کے مقدمے میں بھگوڑا قرار دیا گیا ۔ جبکہ ہسپتال میں داخل عجب خوفناک بیماری، ایمائیلی ڈوسز، کا شکار۔ جسم اس سے بغاوت کر چکا ہے۔ بینکوں میں اموال کے Deposits، جمع جتھے کا حساب تو دنیا میں نہ ہو سکا، جسم کے اندر ایک مادہ مختلف اعضاء میں Deposit ہونا شروع ہو گیا۔ قوت مدافعت جواب دے گئی۔ افعال جسمانی ضبط کھو بیٹھے۔ اللہ کے حضور انسان کی بے بسی لرزہ براندام کے دینے والی ہے۔

ملک خداداد پاکستان کا نظریہ، مقصد وجود، مقاصد قیام سے بغاوت کر کے اسے بے دست و پا امریکہ کے قدموں میں ڈال دینے کا جرم عظیم اصل سنگین غداری تھی۔ آج ملک عزیز آئی ایم ایف کے شکنجے میں جو سسک رہا ہے، ہم اس حال کو ایک دن میں تو نہیں پہنچے۔

ہماری صرف معیشت تباہ نہیں ہوئی۔ ہماری باعزت معاشرت، اقدار تباہ کی گئیں۔ سیاسی جوتیوں میں دال بٹی، قانون تماشا بن گیا۔

لاپتگی کا عذاب اس ملک کے دین دار طبقے پر امریکی خوشنودی کے لیے مسلط کرنے والا۔ پل پل، لمحہ لمحہ لاپتگان کے لواحقین ، عورتوں بچوں، بوڑھوں کے رگ وپے میں بے قراری بھر دینے والا' مکافات عمل کی لپیٹ میں ہے۔ عالمی سطح پر بہت سے فراعنہ، نمارود جن کے آگے دم مارنے کی مجال نہ تھی۔ نمونہ عبرت بنے۔ اللہ کے ولی (دوست) سے دشمنی پر اللہ کی طرف سے اعلانِ جنگ کی وعید حدیث میں موجود ہے۔

فلسطینیوں کا قصاب ایریل شیرون فالج کے حملے میں گرفتار ہوا تو وہ فلسطینی آج بھی یاد آتا ہے جس نے تڑپ کر کہا تھا۔ اب نہ یہ جیئے گا نہ مرے گا۔ اور پھر یہی ہوا، ۸ سال کومے میں پڑا نہ زندہ تھا نہ مردہ۔ چند ماہ میں سات آپریشن ہوئے۔ دنیا کے ماہر ترین امریکی، یہودی ڈاکٹر، اعلیٰ ترین طبی سہولیات لیے موجود تھے۔ مگر بے بس، لاحاصل، سوائے بڑی بڑی مشینوں سے گزار کر ٹسٹ کرتے چلے جانے کے، یارانہ تھا۔ مغربی اخباروں کے خراج تحسین، شہ سرخیاں چند دن چلیں۔ دنیا بھر بھول گئی۔

۸ سال بعد جب دنیا کی قید سے رہائی ملی تو فلسطینیوں کے قتل عام کا مجرم اگلی عدالتوں کی پیشی بھگتنے چل دیا۔ الحق۔ الفرقان، قرآن عظیم کی گواہیاں صفحے صفحے، آیت در آیت موجود ہیں۔ مرنے پر دنیا نے کیا دیا؟ چند اخباری تجزیے، ٹیلی وژنی تبصرے۔ صرف ایک منٹ کی خاموشی اس کے چاہنے والوں نے اختیار کی ۔ تدفین ہو گئی۔ قبر پر فائر بریگیڈ تک متعین نہ ہو سکی !

یارب! ہم تیرے حضور لرزاں ہیں۔ ہم میں سے ہر ایک راعی ہے اور اپنی رعیت بارے اللہ کے حضور جوابدہ ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے مطابق۔ ہر منصب ہر کرسی جوابدہ ہے چھوٹی یا بڑی۔ گھر گھر ہستی سے لے کر امور مملکت تک۔ اور آگے کھربوں سال سے زیادہ کی زندگی ہے جس میں ہمیں خواہی نخواہی اتر کر رہنا ہے۔ جس دن یہ ایمان زندہ ہو گیا۔ پاکستان بحال، خوشحال ہو جائے گا سارے دلدر دور ہو جائیں گے !

[یہ مضمون ایک معاصر روزنامے میں شائع ہو چکا ہے]

☆☆☆☆☆

رسمِ اذاں کو روحِ بلالی سے زینت دینے والے

ابرار احمد

مکے کی سخت گرمی میں صحرا کی تپتی ریت پر ایک نوجوان چت لیٹا تھا اور اس کا آقا اسے بری طرح مار رہا تھا۔ اس کے آقا کا مطالبہ تھا کہ ان باطل خداؤں کو اپنا معبود مان لو جو ایک بے جان پتھر کے سوا کچھ بھی نہ تھے۔ اس نوجوان کا آقا اس کو مار مار کے تھک گیا، وہ سانس لینے کے لیے رکا تو بری طرح ہانپ رہا تھا۔ تھوڑا سانس لینے کے بعد وہ اس نوجوان کو پھر مارنے لگا۔ وہ اپنا مطالبہ دہرا رہا تھا اور حیران بھی تھا کہ آخر کیا چیز ہے جو اس کے ارادوں کو قوی سے قوی تر کر رہی ہے؟ کل تک یہی غلام تھا، میں صرف اشارہ کرتا تھا اور یہ حکم بجالاتا تھا اور آج ہے کہ میں صرف ایک لفظ بولنے کا کہتا ہوں اور وہ نہیں مانتا۔ آخر تھک ہار کے وہ منت سماجت پر اتر آیا کہ صرف ایک بار اس رب کا انکار کر دو، جو ان دونوں کا رب تھا۔

وہ نوجوان بری طرح زخمی ہو چکا تھا اور اس کا آقا بھی بہت تھک گیا تھا لیکن قربان جائیں اس نوجوان کی عظمت پر کہ اتنا ظلم سہنے کے باوجود بھی اس نے اپنے رب سے کیے عہد کو نہ توڑا، وہ 'احد احد' کہتا رہا اور تکلیف سہتا رہا۔

اس کے آقا نے مکے کے کچھ اوباشوں کو بلوایا جو ہر دور میں وقت کے فرعونوں کو مل ہی جاتے ہیں اور ان سے کہا: "اس کو مکے کی گلیوں میں گھسیٹو!" وہ خود بھی ساتھ چل رہا تھا اور مستقل اسے مار رہا تھا۔ پر وہ نوجوان تھا کہ ہر لمحے اس کی استقامت اور چہرے کے سکون میں اضافہ ہو رہا تھا اور 'احد احد' کا نعرہ وہ اسی طرح بلند کر رہا تھا۔ اس کی آواز میں لرزہ تک نہ تھا، جب کہ اس کا آقا کانپ رہا تھا۔ تھکاوٹ اور اس کے عزم کو دیکھ کر اس کے چہرے پر ہوائیاں اڑ رہی تھیں، پر دوسری طرف 'احد احد' کی صدا میں اضافہ ہی ہو رہا تھا۔

اس نوجوان کو ہم سب ہی جانتے ہیں اور ان کی سیرت سے بھی واقف ہیں۔ ان کا نام سیدنا بلال رضی اللہ عنہ تھا جو کمزور ہونے کے باوجود بھی اپنے وقت کے فرعونوں سے ٹکرا گئے اور اپنے دین پر ذرا بھی سمجھوتا نہ کیا۔

آج ۱۴ صدیاں گذرنے کے بعد میں سوچ رہا تھا کہ آج بھی تو سنتِ بلال ہر روز زندہ ہوتی ہے۔ حضرت بلال کے (روحانی) وارث آج بھی اپنے جسموں میں ڈرل مشینوں سے سوراخ کرواتے ہیں۔ آج بھی اسلام کے فرزندوں کی تشدد زدہ لاشیں چوراہوں پہ پھینکی جاتی ہیں۔ امت کے یہ شیر ہر تکلیف برداشت کرتے ہیں پر اپنے دین پہ ذرا بھی سمجھوتا نہیں کرتے۔

آج بھی امیہ اور اس کے عقیدے کے وارث حضرت بلال کے وارثوں سے وہی مطالبہ کرتے نظر آتے ہیں۔

میں آپ کو اسی طرح کا ایک واقعہ سناتا ہوں جو آپ کو ۱۴ سو سال پیچھے لے جائے گا، بس وقت اور چہرہ بدلا ہے۔ نظریہ اور عقیدہ دونوں طرف کا ایک ہی ہے۔

پنجاب کے ایک گاؤں علی پور کے قریب رات میں پولیس کی کچھ گاڑیاں آ کے رکیں۔ چاندنی رات تھی، سردی بھی تھی۔ قریبی زمینوں کو رات میں پانی دینے والا ایک کسان یہ منظر دیکھ رہا تھا۔ وہ اپنے کھیتوں میں چھپ کے دیکھنے لگا کہ پتہ نہیں کیا معاملہ ہے۔ گاڑیوں کی تعداد کافی زیادہ تھی۔ سب سے پہلے ایک پولیس والا اترا۔ شاید وہ ان کا افسر تھا، اس نے پولیس والوں کو حکم دیا کہ:

"اتارو انہیں اور مار کے پھینک دو!"

انہوں نے ایک نوجوان کو اتارا۔ وہ اپنی موت کا حکم سن چکا تھا، پر اسے ذرا بھی ڈر نہ تھا۔ اس نے اترتے ہی تکبیر کا نعرہ بلند کیا اور گاڑی میں سے آواز آئی "اللہ اکبر۔" شاید یہ اس کے ساتھی تھے، یہ سن کے پولیس والوں نے اس نوجوان کو گولیاں مار کے شہید کر دیا۔

پھر دو اور نوجوانوں کو اتارا، افسر ان کے قریب آیا اور ان سے کہا: "ہاں اب بتاؤ! پھر شریعت کے نعرے لگاؤ گے؟" انہوں نے بہت پر سکون انداز میں جواب دیا: "ضرور لگائیں گے۔" افسر وہی مطالبہ دہرا رہا تھا جو امیہ کا تھا کہ "اللہ کی عبادت چھوڑ کے کفر کی غلامی میں آجاؤ! یہ کہنا چھوڑ دو کہ اس زمین پر نظام ہو گا تو اللہ کا ہو گا۔" لیکن حضرت بلال کے وارث بھی اللہ سے عہد کر چکے تھے۔

ان میں سے ایک نے تکبیر کا نعرہ لگایا اور دوسرے نے "اللہ اکبر" کہا۔ افسر نے کچھ پولیس والوں کو بلایا اور انہیں حکم دیا: "انہیں مارو! یہاں تک کہ اس کلمے سے باز آجائیں۔" پولیس والے بالکل مکے کے اُن اوباشوں کی طرح، جو امیہ کی پکار پہ آئے تھے، ان کی طرف لپکے اور انہیں مارنے لگے۔ افسر اپنا مطالبہ دہرا رہا تھا پر ان میں سے ایک کہتا تھا تکبیر اور دوسرا اللہ اکبر کی صدا لگاتا تھا۔ پولیس والے مار مار کے تھک گئے لیکن سبحان اللہ! وہ نوجوان اسی طرح اللہ اکبر کی صدائیں بلند کرتے رہے۔

افسر نے کہا: "بس ایک بار کہہ دو کہ نہیں کریں گے، ہم تمہیں چھوڑ دیں گے!" لیکن وہ اپنے رب سے جان کے بدلے جنت کا سودا کر چکے تھے۔ وہ حضرت بلال کی طرح اللہ اکبر

کے سوا کچھ بھی نہیں کہتے تھے۔ آخر تھک کر ان کو افسر کے حکم سے گولیوں سے چھلنی کر کے شہید کر دیا گیا۔ اور وہ بھی اپنے تیسرے ساتھی کی طرح اُس جنت کی طرف چل دیے جس کا ہمارے رب نے ہمیں شوق دلایا ہے۔

وَ سَارِعُوْٓا اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَ جَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمٰوٰتُ وَ الْاَرْضُ ۙ اُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِيْنَ

”اور اپنے رب کی بخشش اور اس کی جنت کی طرف دوڑو! جس کی چوڑائی آسمان اور زمین کے برابر ہے۔ جو پرہیز گاروں کے لیے تیار کی گئی ہے۔“

ان تین نوجوانوں میں سے پہلے مولوی نذیر اللہ رحمۃ اللہ علیہ (علی پور) جبکہ باقی دو حسن شہید رحمۃ اللہ علیہ (ڈیرہ غازی خان) اور فہد شہید رحمۃ اللہ علیہ (ڈیرہ غازی خان) تھے۔

مولوی نذیر اللہ شہید رحمۃ اللہ علیہ علی پور کے نزدیک ایک گاؤں ’پرمٹ چوک‘ سے تعلق رکھتے تھے۔ بچپن سے ہی دین سے محبت اور اس پہ مر مٹنے کا جذبہ تھا۔ ان کے پانچ چھوٹے چھوٹے بچے تھے۔ شریعت کے نفاذ کی تڑپ اور ان کروڑوں بچوں اور خواتین کے غم نے ان کو اپنے رب پہ قربان ہونے اور اس امت کو ظلم سے نجات دلانے کا جذبہ عطا فرمایا۔ وہ اپنے رب کے اس فرمان پر نکل پڑے:

وَ مَا لَكُمْ لَا تُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَ الْمُسْتَضْعَفِيْنَ مِنَ الرِّجَالِ وَ النِّسَآءِ وَ الْوِلْدَانِ الَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اَخْرِجْنَا مِنْ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ الظَّالِمِ اَهْلُهَا ۚ وَ اجْعَلْ لَّنَا مِنْ لَّدُنْكَ وَلِيًّا ۚ وَّ اجْعَلْ لَّنَا مِنْ لَّدُنْكَ نَصِيْرًا

”اور تم کو کیا ہوا ہے کہ اللہ کی راہ میں اور اُن بے بس مردوں اور عورتوں اور بچوں کی خاطر نہیں لڑتے؟ جو دعائیں کیا کرتے ہیں کہ اے پروردگار! ہم کو اس بستی سے، جس کے رہنے والے ظالم ہیں، نکال کر کہیں اور لے جا۔ اور اپنی ہی طرف سے کسی کو ہمارا حامی بنا۔ اور اپنی ہی طرف سے کسی کو ہمارا مددگار مقرر فرما۔“

ان کے معصوم بچے یتیم ہو گئے۔ اللہ ان کے اہل وعیال کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ آمین

فہد بھائی شہید رحمۃ اللہ علیہ (حنین خان) ڈیرہ غازی خاں سے تعلق رکھتے تھے۔ اپنے والدین کے اکلوتے بیٹے تھے۔ ان کے والدین نے انہیں کعبے کے پردے کو پکڑ کے مانگا تھا کہ

”یا اللہ! ہمیں صالح اولاد عطا فرما۔“

اللہ نے ان کی دعا قبول فرمائی اور پیارا سا بیٹا عطا فرمایا۔ چھوٹی سی عمر میں قرآن حفظ کر لیا۔ قرآن پہ عمل کی تڑپ نے ان کو گھر نہ بیٹھنے دیا حالانکہ وہ اکلوتے بیٹے تھے۔ ان کا معاملہ ان اشعار جیسا تھا

کہا ماں باپ کو دیکھو
کہا حق رب کا زیادہ ہے
کہا خوشیاں انہیں بھی دو
کہا یہ ہی ارادہ ہے
انہیں رتبہ دلانا ہے
مجھے فردوس جانا ہے

اپنے والدین کی (محشر میں) شفاعت کے لیے وہ ان کو وقتی جدائی دے گئے۔ اللہ ان کے والدین کو صبر دے اور جنت الفردوس میں اپنے بیٹے کے ساتھ ملا دے، جس کے بعد پھر جدائی کا غم نہ ہو۔ آمین

حسن بھائی شہید رحمۃ اللہ علیہ ڈیرہ غازی خان کے ایک دنیادار گھرانے سے تعلق رکھتے تھے۔ ان کے گھر والوں کا دین سے کوئی خاص قرب نہ تھا، پر اللہ نے انہیں اپنے دین کے لیے قبول کر لیا۔ یہ موٹر سائیکل کے مستری تھے۔ دین کا بھی زیادہ علم نہ تھا لیکن عمل میں بہت سے علم والوں سے آگے نکل گئے۔ پولیس والوں نے جب انہیں مارا تو انہوں نے کہا:

”مجھے زیادہ علم تو نہیں لیکن اتنا ضرور ہے کہ تم نے مسلمانوں اور شریعت کے نفاذ کے خلاف جنگ میں کفر کا ساتھ دیا اور جو ایسا کرے اس کے خلاف جہاد فرض ہوتا ہے۔ تم اپنے کیے سے باز آجاؤ! ہم بھی تمہارے خلاف نہیں لڑیں گے اور اگر تم لوگوں نے اپنی حرکتیں جاری رکھیں، تو ہم اس وقت تک تم سے لڑتے رہیں گے جب تک شریعت نافذ نہ ہو جائے یا پھر ہم ہی اللہ کی راہ میں شہید ہو جائیں۔“

پولیس والوں نے ان سے کہا:

”ہم تمہیں چھوڑیں گے نہیں تو پھر تم ہم سے کیسے لڑو گے؟“

انہوں نے کہا:

”ہم اگر شہید ہو گئے تو اللہ کے بہت سے شیر ہیں جو تم لوگوں سے ہمارا بدلہ لیں گے ان شاء اللہ۔“

حسن بھائی کے والد بھی فالج کے مریض تھے اور ان کی ساری خدمت یہی کرتے تھے۔ والدہ بوڑھی خاتون تھیں۔ ان ظالموں نے بوڑھے والدین کا بھی خیال نہ کیا اور انہیں بے دردی سے شہید کر دیا۔ اللہ ان کے گھر والوں کو صبر جمیل عطا فرمائے اور ہمیں ان کا بدلہ لینے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

(بقیہ صفحہ ۷۶ پر)

تبصرہ و جائزہ: پیغامِ اسلام

(تحریر: ح۔ش۔مُبصر)

بسم اللہ الرحمان الرحیم

نام:	پیغامِ اسلام
صنف:	دستاویزی فلم
نشر و پیش کش:	ادارہ السّحاب برِّ صغیر
زبان:	اردو وانگریزی
دورانیہ:	آدھ گھنٹہ تقریباً
نشر شدہ حصے:	دو اقساط

برِّ صغیر میں غلبۂ اسلام کی تحریک کی تاریخ، عقیدۂ اسلام، اسلامی ریاست، نفاذِ دین کا راستہ

#PaighameIslam

قارئینِ کرام!

جائزہ لیتے ہیں ادارہ السّحاب برِّ صغیر کی جانب سے نشر کردہ نئی دستاویزی فلم، 'پیغامِ اسلام' کا۔

یہ دستاویزی فلم اردو زبان میں ہے۔ فلم کے ساتھ فلم کا ایک اشتہار/ trailer بھی نشر کیا گیا ہے جو ظاہر کرتا ہے کہ فلم برِّ صغیر میں غلبۂ اسلام کی تحریک کی تاریخ، اسلامی ریاست کیا ہوتی ہے اور کیا پاکستان اسلامی ریاست ہے؟، نفاذِ دین کا ماضی، حال و مستقبل میں طریقہ کیا ہے...دعوت و جہاد یا جمہوریت و عدمِ تشدد؟... جیسے موضوعات کو مخاطب کرتی ہے۔

اس دستاویزی فلم کی اب تک دو اقساط نشر ہو چکی ہیں۔ پہلی قسط کا عنوان ہے: 'پاکستان کا مقصد کیا... لا الٰہ الا اللہ!' اور دوسری قسط کے ماتھے پر لکھا ہے 'اسلام ہی اس ملک کی بنیاد و بقا ہے!'۔

معلوم ہوتا ہے کہ یہ فلم پیغامِ پاکستان نامی 'قومی بیانیے' کی دستاویز پر ایک جواب ہے گو کہ اس بات کا صحیح اندازہ مکمل فلم کے آنے پر ہی کیا جا سکے گا۔

فلم کے جو دو حصے تا حال نشر ہوئے ہیں وہ تاریخ پر مبنی ہیں۔ فلم کا آغاز اس تاثراتی افتتاحیہ سے ہوتا ہے کہ:

"جدید فنِ تعمیر کی کشادہ سڑکیں...اونچی اونچی عمارتیں... تفریح گاہیں... میٹرو بسیں... بین الاقوامی سطح کے تعلیمی ادارے...جدید مکاتب و جامعات میں تفریحی سرگرمیاں... پریمیئر کرکٹ لیگ کے مقابلے... کیریئر پلاننگ...روشن امکانات کی دنیا...جدید عسکری معیار کی فضائی، بحری اور بری افواج...

ایک ترقی یافتہ، فلاحی ریاست...... جیسے مواقع تو متحدہ ہندوستان میں بھی مل جانے تھے! پھر، آخر، ہمارے بزرگوں کی ہجرتوں، لاکھوں جانوں کی قربانیوں اور اَن گنت آباد گھروں اور زمینوں کو تج کر...پاکستان بنانے کا مقصد کیا تھا؟"

واقعی... جو کچھ اس افتتاحیے میں بیان کیا گیا ہے یہ سب تو ہندوستان میں مل جاتا تھا بلکہ وہاں یہاں سے بہتر موجود ہے، وہاں کی سڑکیں اچھی، وہاں اونچی اونچی عمارتیں، وہاں کا بنگلور یہاں کی silicon valley کہلاتا ہے، وہاں بڑے بڑے تفریحی مقامات ہیں، وہاں کی یونیورسٹیاں MIT کے درجے کے طالبِ علم پیدا کرتی ہیں۔ وہاں کے کرکٹ میں اربوں روپے کی سرمایہ کاری آئی پی ایل کی صورت میں ہے، ہندوستان تیزی سے ترقی کرتا developing ملک ہے، وہاں کی افواج بہترین اسلحے سے لیس ہیں۔

یقیناً کھجور کے چھپر میں، سخت بستر، چھال بھرے تکیے، روکھی سوکھی دو وقت کی روٹی اور ایک جوڑے میں گزارا کر لینے کی نیت کے ساتھ جب ہمارے آباء ہندوستان کو چھوڑ کر پاکستان آئے تھے تو ان کا مطمحِ نظر لا الٰہ الا اللہ کے نفاذ والا پاکستان تھا۔ صحابہؓ نے مدینہ منورہ پہنچ کر فقیرانہ طرزِ حیات نظامِ اسلامی ہی کے لیے اپنایا تھا ورنہ مکہ میں کچھ کم سہولیات نہ تھی۔ مکہ اُمّ القریٰ تھا جس کی جدید تعبیر Metropolitan کی جاتی ہے۔

پاکستان دراصل اس خواب کی تعبیر تھا جو سلطنتِ مغلیہ کے زوال کی صورت میں عدمِ نفاذِ شریعتِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کی وجہ سے دیکھا گیا تھا۔ اس خواب کی تعبیر نفاذِ دین تھا۔ اس کی کوشش شاہ ولی اللہؒ، شاہ عبد العزیزؒ، سید احمد شہیدؒ، شاہ اسماعیل شہیدؒ، ۱۸۵۷ء کے جہادِ آزادیٔ ہند، جہادِ شاملی، ریشمی رومال اور علمائے کرام کی تائید قیامِ پاکستان کی صورت میں کی گئی۔ اس کوشش کا طریق وہی تھا جس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت میں صحابہ نے دنیا بھر میں جہادِ اسلامی برپا کیا۔

پیغامِ اسلام کی یہ اقساط ایک دعوت ہیں تاریخ کو دینی عینک سے دیکھنے کی۔ اس سلسلہ ہائے اقساط میں اصل تصویرِ تاریخ پیش کی گئی ہے۔ بات یہ ہے کہ ہمیں پہلے یہ فیصلہ کرنا ہو گا کہ ہم جو تاریخ برِّ صغیر اور مطالعۂ پاکستان کے نام پر سیکولر اور وطن پرست پروفیسروں اور مؤرخوں کے لکھے اوراق پڑھتے رہے ہیں، ہم انہی دستاویزات کو حق اور حقیقت تسلیم

کرتے ہیں یا علمائے کرام کی بیان کردہ تاریخ کو۔ پھر اگر اصولوں اور مصادر کو دیکھا جائے تو حضراتِ علما کی مرتب کردہ تاریخ حوالوں سے آراستہ اور حتمی مصادر تک پہنچانے والی ہے۔ پھر یہ کہ فنِ تاریخ میں ہمارے علماء کو چودہ صدیوں کا بے نظیر تجربہ حاصل ہے۔

مزید بات یہ بھی ہے کہ ہمارے یہاں پڑھائی جانے والی قریب کی تاریخ سر سید احمد خان کے دو قومی نظریے سے شروع ہوتی ہے (گویا یہ مسلم و غیر مسلم دو الگ اقوام ہیں کا نظریہ پہلی بار موصوف نے ہی پیش کیا ہو)۔ پھر ہم پڑھتے ہیں کہ سر آغا خان سوئم کی صدارت میں مسلم لیگ کا قیام ہوا۔ علامہ اقبال نے پنجاب، سرحد، بلوچستان و سندھ کے صوبوں کے ملاپ سے ایک علیحدہ ریاست کا خواب دیکھا۔ چودھری رحمت علی نے پاکستان نام تجویز کیا۔ اقبال کے خواب میں 'قائدِ اعظم' نے رنگ بھرا اور پاکستان قائم ہو گیا۔ پھر قیامِ پاکستان کے بعد کی جو تاریخ ہم نے پڑھی اس میں جرنیلوں، سیاست دانوں اور بیوروکریسی کی غداریوں کا ذکر کہیں نہیں اور چند اوراق میں مشرقی پاکستان بنگلہ دیش بن جاتا ہے۔ اس کے بعد تاریخ میں راوی چین لکھتا ہے۔ ایک اسلامی مملکت قائم ہو گئی، اس کی تعظیم مسجد جیسی ہے۔

اب اس مسجد میں کوئی بت رکھے، صلیب آویزاں کرے، گرو نانک کی تصویر کو سجدہ کرے یا وطن کی مُورتی کو... بس یہ عمارت اب مسجد بن گئی ہے اور یہاں سودی بینک اور قحبہ خانہ چلنے سے اس کی اسلامیت کو کوئی فرق نہیں پڑتا۔ یہاں اذان بھی دی جائے گی، رام کی جے بھی ہو گی اور گھنٹیاں بھی بجیں گی لیکن کسی کو کوئی اعتراض نہیں ہونا چاہیے، یہی ہمارا قومی بیانیہ ہے۔

اسی تاریخ کا رد ہے "پیغامِ اسلام"۔ پیغامِ اسلام اذان، مورتی، گیتا، نانک، گھنٹی کے ایک جگہ ہونے کو اسلام نہیں "سیکولرازم" سے تعبیر کرتا ہے۔

پیغامِ اسلام کی دستاویزی فلم سلفِ صالحین اور اکابرین کی فکرِ نفاذِ اسلام کو واضح کرتی ہے۔ بتاتی ہے کہ کہاں فکری کجی پیدا ہوئی، کہاں سلف کے طریق سے ہٹنے کا راستہ کھلا، کہاں ووٹ نے شمشیرِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی جگہ لی، کیسے عدمِ تشدد کو دین کا منہج بتایا گیا... اور یہ کہ اصل راستہ کیا ہے؟

پاکستان کے حقیقی بانیان کون تھے، ان کی فکر کیا تھی؟ علامہ اقبال رحمہ اللہ کیسا پاکستان چاہتے تھے۔ یہ سب پیغامِ اسلام کی پہلی دو اقساط میں ہے۔

پیغامِ اسلام کی ایک خاص بات یہ ہے کہ یہ اہلِ سنت کے تمام مشارب کی جد و جہد کو واضح کرتی ہے، سب ہی کا نظریہ اور کوشش کو سامنے لاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کاوش میں حصہ ڈالنے والے سب ہی احباب کو اجرِ عظیم، خاتمہ بالخیر اور حیاتِ طیبہ سے نوازیں۔ اللہ پاک مجاہدینِ اسلام کی صفوں کو مضبوط تر فرما دیں، داخلی و خارجی دشمنوں سے حفاظت فرمائیں اور اسلام کے پیغام کو عام فرمائیں۔

علمائے کرام، مجاہدین، داعیان اور تمام شعبہ ہائے زندگی سے وابستہ اہلِ ایمان کو فکرِ اسلام، پیغامِ اسلام کو سمجھنے والا بنائیں اور تمام اہلِ سنت کو ایک پلیٹ فارم پر جمع فرما دیں جہاں سے تعلیم و تعلم، تبلیغ و تزکیہ، سیاست و امامت، جہاد و دعوت اور معاشرت و معیشت کے ابواب کھل جائیں، آمین۔

اس فلم میں مولانا ناز کی کیفیؔ رحمہ اللہ کی نظم 'دستور'، سلیم ناز بریلوی رحمہ اللہ کے تصرفاتِ حسنۃ کے ساتھ، سلیم نازؔ صاحبؒ ہی کی طرز میں السّحاب برِّ صغیر سے وابستہ احباب نے نئی شان کے ساتھ پڑھی اور گنگنائی ہے:

ہم لائیں گے اس ملک میں اسلام کا دستور
اسلام کے دستور سے ہو جائیں گے غم دُور

اس فلم کا التّراجم | The Translations نامی ادارے نے انگریزی ترجمہ بھی کیا ہے جو ایک نایاب خدمت ہے۔

دعا ہے کہ پیغامِ اسلام نامی یہ دستاویزی فلم اپنی اقساط اور اپنے پیغام کو پورا کرے کہ ان دو اقساط نے مزید اقساط دیکھنے کی پیاس کو جنم دیا ہے، پھر السّحاب برِّ صغیر کے بھائیوں نے "جاری ہے، ان شاء اللہ" کا ٹائٹل لگا کر بھی تشنگی میں اضافہ کیا ہے۔

السحاب برِّ صغیر میں موجود بھائیو! اللہ آپ کی حفاظت فرمائے، ہماری نگاہ پردۂ سکرین پر لگی ہے، اللہ آپ کے لیے آسانیاں پیدا فرمائیں اور خیر کو آپ کے ہاتھوں پر عام فرمائیں، آمین۔

دیکھیے کب آتی ہے قسطِ سوم......

☆☆☆☆☆

جن سے وعدہ ہے مر کر بھی جو نہ مریں....

ہر اک جواں کے بعد آئے گا اک جواں اور

محمد عسکری

القاعدہ برِّصغیر کے شعبۂ بارود کے مسئول استاد سہیل (سید عادل جمیل رحمۃ اللہ علیہ) کی زندگی کی چند نایاب جھلکیاں

یہ دنیا دارالامتحان ہے، آزمائش کا گھر ہے، اور ہر امتحان کے بعد اس کا نتیجہ بھی ہوتا ہے۔ اس دنیا میں جو بھی آیا اسے ایک دن واپس جانا ہے اور واپسی کے سفر کے ساتھ ہی نتیجہ ہاتھ آنا ہے۔ کون کامیاب ٹھہرا، کون ناکام، کون خوش نصیب، کون بدنصیب؛ پس امتحان کوئی بھی ہو کامیاب تو وہی ہوتا ہے جو امتحان کی تیاری اچھے سے کرتا ہے اور پھر ربِ کعبہ نے ہمیں بتا بھی دیا کہ کامیابی اور ناکامی کا کیا معیار ہے۔ دینِ اسلام میں کامیابی و ناکامی کے معیار کے متعلق، اللہ رب العزت قرآن پاک میں فرماتے ہیں:

فَمَنۡ زُحۡزِحَ عَنِ النَّارِ وَاُدۡخِلَ الۡجَنَّةَ فَقَدۡ فَازَ (آل عمران ۱۸۵)

”کامیاب تو دراصل وہ ہے جو آتشِ جہنم سے بچالیا گیا اور جنت میں داخل کیا گیا“۔

اہلِ عقل و دانش تو وہی لوگ ہیں جو اس نار کو ٹھنڈا کرنے کے لیے جتن کرتے ہیں۔ ہر وقت، ہر لمحہ اس فکر میں رہتے ہیں کہ کسی طرح اس آگ سے بچا جائے۔ کچھ لوگ اس آگ کو ٹھنڈا کرنے کے لیے اپنا پسینہ اور آنسو بہاتے ہیں، دن کے اجالے اور رات کی تنہائی میں، مگر کچھ اللہ کے بندے محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے دیوانے اس آگ کو ٹھنڈا کرنے کے لیے نہ صرف آنسو اور پسینہ بہاتے ہیں بلکہ اپنا خونِ جگر تک بہانے سے دریغ نہیں کرتے ایسے ہی دیوانوں میں شامل ایک شخص میرے پیارے اور محبوب استاد، استاد سہیل شہید رحمۃ اللہ علیہ بھی ہیں۔

میرے پیارے اور محبوب استاد، استاد سہیل شہید رحمۃ اللہ علیہ کا اصل نام سید عادل جمیل تھا۔ آپ کا تعلق پاکستان کے سب سے بڑے شہر کراچی سے تھا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ ۲۰۰۴ء/ ۲۰۰۵ء میں N.E.D. یونیورسٹی کراچی سے سول انجینئرنگ مکمل کرنے کے بعد ایک ملٹی نیشنل ادارے میں ملازمت اختیار کر چکے تھے۔

زندگی کی گاڑی اسی سمت رواں دواں تھی، جس سمت سب کی گاڑی جاتی ہے کہ اک دن آپ کے قریبی ساتھی کاشف حسین شہید رحمۃ اللہ علیہ جو آپ ہی کی یونیورسٹی سے، آپ کے ساتھ ہی سول انجینئرنگ مکمل کر چکے تھے، آپ کے پاس آئے اور آپ کو امام الجہاد شیخ عبد اللہ عزام شہید رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب 'ایمان کے بعد اہم ترین فرض عین' دی اور دونوں بھائیوں میں سوال و جواب کی مختصر نشست ہوئی۔

سہیل بھائی نے کتاب لی اور اس کا مطالعہ کیا تو فرضیتِ جہاد کا حکم ان پر واضح ہوا۔ پیارے سہیل بھائی اس کتاب کی تصدیق کے لیے ایک مقامی عالم دین کے پاس چلے گئے، ان سے اس کتاب کے متعلق جاننا چاہا کہ اس کتاب کے متعلق علمائے دین کی کیا رائے ہے؟ وہ عالمِ دین سہیل بھائی سے کتاب لیتے ہیں اور اس کی ورق گردانی کرتے ہیں، کچھ لمحے بعد سہیل بھائی سے مخاطب ہوتے ہیں کہ:

”اس کتاب میں جو لکھا ہے اس میں ذرہ برابر شک نہیں اور یہی حق ہے یعنی جہاد فرض عین ہے۔“

میرے محبوب استاد سہیل بھائی اُن عالمِ دین کو ”جزاک اللہ خیرا“ کہتے ہیں اور ان سے اجازت لے کر گھر آجاتے ہیں اور بغیر تردد کے جہاد میں شریک ہونے کے لیے تیاری شروع کرتے ہیں۔

استادِ محترم اگلے روز اپنے دفتر جاتے ہیں، ان سے چھٹی کی درخواست کرتے ہیں، سہیل بھائی سے چھٹی کی وجہ پوچھی جاتی ہے تو میرے محبوب استاد انہیں صاف الفاظ میں فرضیتِ جہاد کا کہتے ہیں کہ:

”جہاد فرض عین ہے! اور مجھے جہاد میں شرکت کرنی ہے۔“

تو کچھ تکرار کے بعد انہیں چھٹی مل جاتی ہے۔ چھٹی اس شرط پر ملتی ہے کہ جب سہیل بھائی دفتر والوں سے یہ کہتے ہیں کہ میں پہلے وہاں جا کر حالات کا جائزہ لوں گا، اگر مطمئن ہوا تو ٹھیک ورنہ واپس آجاؤں گا۔ اپنے ادارے کے سربراہ کے ساتھ سہیل بھائی کی اچھی قربت تھی جس کے سبب انہوں نے اس کے ساتھ بغیر کسی امنیات کے بات کی، یہ ان کے تعلق کی خاصیت تھی ورنہ ہر کسی کو یوں جا کر بات کرنے سے پہلے حالات کا جائزہ لینا چاہیے۔ یوں سہیل بھائی ۴ ماہ کی چھٹی لے کر جہادی سفر پر محترم ڈاکٹر ارشد وحید شہید رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ روانہ ہو جاتے ہیں۔

جہاد کے میدانوں میں پہنچنے کے بعد ابتدائی تربیت مکمل کرتے ہیں۔ ابتدائی تربیت کے بعد مختصر دورۂ بارود شیخ ابو خباب المصری رحمۃ اللہ علیہ سے مکمل کرتے ہیں اور ساتھ ہی دورۂ شرعیہ بھی ہو جاتا ہے۔ دورۂ شرعیہ کے بعد تو سہیل بھائی کے دل کی کایا بالکل ہی پلٹ جاتی ہے اور ان کے رہے سہے اشکالات بھی دور ہو جاتے ہیں، چار ماہ گزارنے کے بعد سہیل بھائی واپس آتے ہیں اور اپنے دفتر والوں سے معذرت چاہتے ہوئے ان سے کہتے ہیں :

"آپ اپنے لیے کسی اور فرد کو تلاش کر لیں کیونکہ مجھے ہجرت کرنی ہے۔"

ادارے والے سہیل بھائی کو سمجھانے کی کوشش کرتے ہیں کہ:

"آپ کو ہجرت کی کیا ضرورت ہے یہیں رہ کر جہاد کریں۔ آپ کے بیوی بچے، ماں باپ، بہن بھائی بھی تو آپ پر حق رکھتے ہیں۔ یہاں آپ کو جس چیز کی ضرورت ہو گی ہم دیں گے۔ آپ کو مجاہدین کے لیے فنڈز کی ضرورت ہو یا کپڑے، جوتے اور راشن وغیرہ، غرض ہم آپ کی ہر طرح سے مدد کریں گے۔"

سہیل بھائی انتہائی ادب سے فرماتے ہیں:

"محترم! وہ تو آپ کا مالی جہاد ہو گیا۔ مجھے تو یہ آیت...

اِنۡفِرُوۡا خِفَافًا وَّثِـقَالًا وَّجَاهِدُوۡا بِاَمۡوَالِكُمۡ وَاَنۡفُسِكُمۡ فِىۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ‌ ذٰ لِكُمۡ خَيۡرٌ لَّـكُمۡ اِنۡ كُنۡتُمۡ تَعۡلَمُوۡنَ

"(جہاد کے لیے) نکل کھڑے ہو، چاہے تم ہلکے ہو یا بوجھل، اور اپنے مال و جان سے اللہ کے راستے میں جہاد کرو۔ اگر تم سمجھ رکھتے ہو تو یہی تمہارے حق میں بہتر ہے۔"

جہاد سے پیچھے رکنے نہیں دیتی۔"

جہاد سے پیچھے رہنے کی وجہ سے نبیٔ ملاحم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے محبوب ترین صحابہ کرام کعب بن مالک، ہلال بن امیہ اور مرارہ بن ربیع رضی اللہ عنہم کا پورے ۵۰ روز معاشرتی بائیکاٹ کرتے ہیں، حتیٰ کہ ان کی بیویوں کو بھی اُن سے دور رہنے کا حکم آجاتا ہے۔

یہ صحابہ کرام منافقین نہ تھے، جب ہی تو نبیٔ ملاحم صلی اللہ علیہ وسلم کی واپسی پر انہوں نے کوئی جھوٹا عذر نہ تراشا تھا۔

یہ آیت اپنے اندر معنی و مفہوم ہی کچھ ایسا رکھتی ہے کہ ایک ٹانگ سے معذور صحابی کو بھی سکون سے گھر میں بیٹھنے نہیں دیتی۔ کہا جاتا ہے:

"اے ابا جان! آپ تو بوڑھے ہو چکے ہیں، ایک ٹانگ سے معذور بھی ہیں اور اللہ نے آپ کو معذور قرار دیا ہے، آپ گھر پہ رہیں، ہم آپ کے بدلے جہاد میں شرکت کریں گے"۔

نبیٔ ملاحم صلی اللہ علیہ وسلم کے جانباز اور وفادار صحابی فرماتے ہیں :

"اللہ پاک نے نفیر عام کر دی ہے...اِنۡفِرُوۡا خِفَافًا وَّثِـقَالًا...مجھے اس آیت میں کوئی چھوٹ نہیں ملتی"۔

یہی تو وہ آیت کریمہ ہے جو نبیٔ ملاحم صلی اللہ علیہ وسلم کے نابینا جانثار صحابی حضرت عبد اللہ بن ام مکتوم کو بھی ہر بار میدان جہاد میں کھینچ لاتی ہے۔ حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ ۸۰ سال کے بوڑھے صحابی، جب بڑھاپے کا عذر یاد دلا کر جہاد سے پیچھے بیٹھنے کا کہا جاتا ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سچا عاشق کیا جواب دیتا ہے، ذرا غور کیجیے:

"مجھے منافقوں کے راز افشا کرنے والی آیت اِنۡفِرُوۡا خِفَافًا وَّثِـقَالًا جہاد سے پیچھے نہیں رہنے دیتی۔ میں خفیف یا ثقیل دونوں میں سے کسی ایک میں ضرور شامل کیا جاتا ہوں"۔

اسی آیت مبارکہ کی صدا ایک ہاتھ سے شل حضرت طلحہ کو میدان جہاد سے سے رکنے نہیں دیتی۔ پھر ایک ٹانگ سے معذور عمرو بن جموح کیسے پیچھے رہ جاتے۔

جو کٹ نہ جائیں دین پر وہ مومنوں کے سر نہیں

جہاد جس کی جاں نہ ہو وہ دین معتبر نہیں

بھلا ہمارے پیارے استاد سہیل بھائی جہاد کے میدانوں سے پیچھے کیسے رہ سکتے تھے، وہ تو جنگوں والے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے جانثار صحابہ کرام کے نقشِ قدم پر چلنے والے تھے، سو انہوں نے اپنے اسلاف کی تقلید کرتے ہوئے اپنے ادارے والوں سے فرمایا: "میرے پاس تو صرف ایک جان ہے وہ بھی میرے رب کی دی ہوئی تو پھر کیوں نہ میں اس جان کو جو

اُس ذات کی امانت ہے

جو بڑا صاحبِ متانت ہے

اُس رب غفار کو احسن طریقے سے نہ لوٹاؤں؟" پھر گویا ہوئے، "سورۂ الصف کے اندر رب رحمن فرماتے ہیں:

"اے ایمان والو! کیا میں تمہیں ایک ایسی تجارت کا پتا دوں جو تمہیں دردناک عذاب سے نجات دلا دے؟ (وہ یہ ہے کہ) تم اللہ اور اس کے

رسول پر ایمان لاؤ، اور اپنے مال و دولت اور اپنی جانوں سے اللہ کے راستے میں جہاد کرو۔ یہ تمہارے لیے بہترین بات ہے، اگر تم سمجھو۔"

یقیناً ہمارے پیارے سہیل بھائی نے اس تجارت کو قبول کیا اور باحسن وخوبی اس تجارت کو قبول کیا۔ دردناک عذاب سے بچنے کے لیے۔ ربِ کعبہ کی رحمتیں سمیٹنے کے لیے۔ نبیٔ ملاحم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھوں حوضِ کوثر کا جام پینے کے لیے۔

پھر سہیل بھائی ۲۰۰۷ء کے شروع میں اپنے بیوی بچوں کو لے کر ہجرت و جہاد کی راہوں کے مسافر بنے۔

وَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ثُمَّ قُتِلُوْٓا اَوْ مَاتُوْا لَيَرْزُقَنَّهُمُ اللّٰهُ رِزْقًا حَسَنًا ۭ وَاِنَّ اللّٰهَ لَهُوَ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ (الحج:۵۸)

"اور جن لوگوں نے اللہ کے راستے میں ہجرت کی، پھر قتل کر دیے گئے یا ان کا انتقال ہو گیا تو اللہ انہیں ضرور اچھا رزق دے گا، اور یقین رکھو کہ اللہ ہی بہترین رزق دینے والا ہے۔"

اللہ رب العزت نے ہر انسان کو مختلف دینی و جسمانی صلاحیتوں سے نوازا ہے۔ ہر شخص دوسرے سے بڑھ کر ہے۔ مگر کچھ اللہ کے محبوب بندے ایسے بھی ہوتے ہیں جنہیں ربِ کریم نے بے پناہ خوبیاں عطا کی ہوتی ہیں۔ میرے پیارے استادِ محترم کو بھی رب العزت نے بے شمار صلاحیتوں سے نوازا تھا۔

سہیل بھائی ایک بے مثال، باعمل شخصیت کے مالک تھے، ہنستے مسکراتے رہنا، ساتھیوں سے نرمی سے پیش آنا، کوئی بھی بات کرنا دلیل سے کرنا۔ اپنے عمل سے ساتھیوں کو سکھانا، ساتھیوں کی ذہنی و فکری صلاحیتوں کو اجاگر کرنا۔ ساتھیوں کی بہترین انداز میں تربیت کرنا۔ یہ کمال سہیل بھائی کو ہی حاصل تھا۔ اللہ پاک نے سہیل بھائی کو علم و عمل، تقویٰ و پرہیز گاری، عاجزی و انکساری، قربانی و ایثار، حلیم مزاجی و دوراندیشی، صبر و حوصلہ، شجاعت و استقامت، حسنِ ظن اور اس طرح کی دیگر کئی خوبیاں عطا کی تھیں۔

اللہ تعالیٰ سہیل بھائی کو اور تمام شہدا کو اپنے قربِ خاص سے نوازیں اور ہمیں جلد از جلد شہادت کی نعمتوں سے مالامال فرمائے، آمین۔

☆☆☆☆☆

بقیہ: رسمِ اذاں کو روحِ بلالی سے زینت دینے والے

اہلِ کفر کے ساتھیوں کا یہ ظلم ہمیشہ نہیں رہتا، یہ کافروں کے ساتھی جتنا بھی ظلم کر لیں لیکن اللہ کو تو عاجز نہیں کر سکتے۔

وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا سَبَقُوْا ۭ اِنَّهُمْ لَا يُعْجِزُوْنَ

"اور کافر اس گمان میں ہرگز نہ رہیں کہ وہ (بچ کر) نکل گئے۔ بیشک وہ (ہمیں) عاجز نہیں کر سکتے"۔ (سورۃ التوبہ)

حضرت بلال بھی صرف ظلم نہیں سہتے رہے، حضرت ابو بکر نے انہیں آزاد کروایا اور انہوں نے مدینہ کی طرف ہجرت کی۔ کچھ ہی عرصہ گذرا تھا کہ بدر کا معرکہ سجا، کفر اور اسلام کا لشکر آمنے سامنے تھا۔ حضرت بلال اور امیہ بھی شریک تھے۔ لیکن اس بار اللہ نے دنیا کو دکھانا تھا کہ اللہ ظالموں کا کیا انجام کرتے ہیں۔ ایسے وقت میں جب اللہ کی نصرت آتی ہے تو شیطان بھی یہ کہتا ہے:

اِنِّىْ بَرِيْۗءٌ مِّنْكُمْ اِنِّىْٓ اَرٰى مَا لَا تَرَوْنَ اِنِّىْٓ اَخَافُ اللّٰهَ ۭ وَاللّٰهُ شَدِيْدُ الْعِقَابِ

"بے شک میں تم سے بری ہوں۔ بے شک میں وہ (فرشتے) دیکھ رہا ہوں جو تم نہیں دیکھ رہے۔ بے شک میں اللہ سے ڈرتا ہوں۔"

اور اللہ نے یہ دنیا کو دکھایا کہ امیہ ایک صحابی حضرت عبد الرحمن کی قید میں آیا۔ وہی امیہ جو کل تک تکبر کی آخری حد تک پہنچا ہوا تھا، آج گڑگڑا کے اپنی زندگی کی بھیک مانگ رہا تھا۔ حضرت بلال کی نظر اس دشمنِ خدا پہ پڑی۔ انہوں نے صحابہ کو پکارا کہ یہ رہا دشمنِ خدا اور خود بھی اس کی طرف لپکے۔ امیہ کی مہلت ختم ہو چکی تھی۔

فَاِذَا لَقِيْتُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَضَرْبَ الرِّقَابِ

"اور جب ان لوگوں سے تمہارا مقابلہ ہو جنہوں کفر اختیار کر رکھا ہے، تو گردنیں مارو!"

صحابہ نے اس کا کام تمام کر دیا اور اس کی لاش ذلت اور رسوائی کی تصویر بنی پڑی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں سے تو وعدہ فرمایا ہے کہ تم صبر کرو میں ضرور تمہاری مدد کروں گا۔ یہ تو تھا امیہ کا انجام۔ امیہ کے وارثوں کا انجام بھی دور نہیں ان شاء اللہ۔ اللہ تعالیٰ حضرت بلال کی طرح اس امت کے سینوں کو بھی ٹھنڈا فرمائیں گے۔

☆☆☆☆☆

توحید کا سفر

(بامیان میں بدھا کے مجسموں کی تباہی کا احوال)

شیخ ابو بصیر ناصر الو حیشی رحمہ اللہ

اردو استفادہ: فیضان چودھری

شیخ ابو بصیر ناصر الوحیشی، شیخ اسامہ بن لادن رحمہ اللہ کے قریبی ساتھیوں میں سے ایک تھے۔ انہوں نے یہ گفتگو مجاہدین کی ایک مجلس میں فرمائی جس میں انہوں نے بدھا کے مجسموں کی تباہی کا آنکھوں دیکھا احوال بیان کیا۔ (ادارہ)

پوری دنیا کی نگاہیں افغانستان پر لگی ہوئی تھیں، بالخصوص اس وقت جب طالبان تحریک نے یہ فیصلہ کیا کہ وہ بدھا کے مجسمے تباہ کریں گے۔ اور آپ جانتے ہیں کہ ان مجسموں کی تباہی پر پوری دنیا میں کتنا شور مچا اور کتنا اختلاف کھڑا ہوا اور کیسے دنیا ان کی تباہی پر برانگیختہ ہوئی۔ اصل واقعہ یہ ہے کہ مجاہدینِ طالبان کی تحریک جب بامیان کے علاقے میں داخل ہوئی تو اس نے وہاں یہ بدھا کے مجسمے دیکھے۔

جنہیں دیکھتے ہی طالبان نے اسے تباہ کرنے کے لیے اس پر ٹینک کے گولے برسانے شروع کر دیے، لیکن وہ بہت طویل القامت تھے۔ اس پر دنیا میں بہت شور شرابہ مچا اور بعض فتاویٰ بھی صادر ہوئے اور بعض مسلمان علما بھی اس مسئلے کے لیے مجتمع ہوئے اور مختلف اطراف سے ان مجسموں کی خریداری کی طالبان کو پیش کشیں آنے لگیں۔ جب یہ شور شرابہ امیر المومنین ملا محمد عمر مجاہد تک پہنچا تو انہوں نے یہ تاریخی الفاظ فرمائے کہ:

”مجھے یہ محبوب ہے کہ میں روزِ قیامت بت فروش کی بجائے بت شکن کے نام سے اٹھایا جاؤں!“

چین، جاپان اور بدھ مت کے پیروکاروں کی جانب سے بھی بہت وسیع و عریض پیش کشیں آئیں اور انہوں نے کہا کہ ہم ان مجسموں کو ٹکڑوں میں تقسیم کر کے یہاں سے منتقل کر لیں گے اور اس مقصد کے لیے انہوں نے طالبان کو بہت ہی بڑی رقوم کی بھی پیشکش کی۔ لیکن امیر المومنین نے اس پیشکش کو ٹھکرا دیا اور فرمایا کہ:

”وہ عبادت تو ہم ضرور سرانجام دیں گے جو تم کفار کو مبغوض کرے!“

چنانچہ اسے تباہ کرنے کی تیاریاں شروع ہوئیں۔ انہی دنوں شیخ اسامہ بن لادن نے بھی فیصلہ کیا کہ ہم بامیان جائیں گے۔ ہم نے اپنے ہمراہ گاڑیاں، بلڈوزر اور زمین کھودنے والی مشینری تیار کیں کہ سفر میں ساتھ لے کر جائیں گے۔ کہاں جانے کا ارادہ تھا؟ بامیان جانے کا! 'القاعدہ' ساری کی ساری بامیان روانہ ہو رہی تھی۔

ہم نے اس رات گیارہ بجے تک تمام سامان تیار کیا تا کہ صبح حرکت کی جائے۔ صبح جب میں بیدار ہوا تو معلوم ہوا کہ شیخ اسامہ ہم سے قبل روانہ ہو چکے تھے۔ میں عبد المجید فک اللہ اسرہ اور اپنے سسر عاصم کے ہمراہ بامیان کے لیے روانہ ہوا تو غزنی کے قریب میں نے شیخ اسامہ کی گاڑی دیکھی۔

میں نے اپنے ہمراہ بھائیوں سے کہا کہ یہ شیخ اسامہ کی گاڑی ہے۔ انہوں نے کہا کہ ناممکن! شیخ کو تو ابھی بامیان میں ہونا چاہیے۔ لیکن جب ہماری گاڑی شیخ کی گاڑی کے قریب ہوئی تو واقعی گاڑی میں شیخ اسامہ رحمہ اللہ تھے۔ خالد شیخ محمد فک اللہ اسرہ گاڑی چلا رہے تھے۔ خالد شیخ کو آپ ہر مقام پر پاتے تھے۔ وہ بہت متحرک انسان تھے، اللہ انہیں رہائی عطا فرمائیں۔ میں نے انہیں دروازے کے پاس کھڑا پایا تو ان سے پوچھا کہ کیا گاڑی میں میری جگہ ہے؟ انہوں نے کہا نہیں! پھر انہوں نے مجھے بتایا کہ گاڑی میں شیخ اسامہ رحمہ اللہ، شیخ ایمن حفظہ اللہ، شیخ ابو ولید الانصاری فک اللہ اسرہ اور شیخ عیسیٰ رحمہ اللہ سوار ہیں۔

ہم بہت حیران ہوئے اور پوچھا کہ آپ لوگ اتنی تاخیر سے کیوں یہاں پہنچے ہیں ابھی تو اصولاً آپ کو بامیان میں ہونا چاہیے، میں نے شیخ اسامہ سے پوچھا تو انہوں نے کہا کہ یوسف قرضاوی قندھار آئے ہوئے ہیں، قندھار کے ایک مہمان خانے میں ان کے ہمراہ محمد عمارہ، طنطاوی اور نصر فرید ہیں جبکہ بحرین اور قطر کے بڑے عالم القرۃ داغی بھی آئے ہوئے ہیں۔ یہ وفد طالبان کو قائل کرنے آیا ہے اور طالبان کے ساتھ مناظرہ کرنا چاہتا ہے کہ وہ مجسمے مسمار نہ کریں۔ اس لیے ہمارے ساتھی بھی وہاں گئے ہوئے ہیں۔ شیخ ابو حفص اور شیخ سلیمان ابو غیث بھی وہیں ہیں۔ طالبان کے علما بھی موجود تھے۔ چنانچہ ہم لوگ بھی اس مجلس میں شریک ہوئے۔ ہماری خواہش تھی کہ اس مجلس کی ویڈیو بنائیں مگر طالبان نے اجازت نہیں دی لیکن کہا کہ ریکارڈر سے ریکارڈ کر لیں، یہ مقصد پورا کر دے گا۔

طالبان کے علمانے اس وفد کے ساتھ گفتگو کی پھر ان کی گفتگو کے اختتام پر عرب علمانے گفتگو کی جنھوں نے اس وفد سے کہا یہی تو اصل ملت ابراہیم ہے اور ان بتوں کو توڑنے پر کوئی دو آدمی آپ سے اختلاف نہیں کر سکتے۔

اس کے جواب میں وفد نے کہا کہ: نہیں! ہم بتوں کو توڑنے کے مسئلے پر بات نہیں کرتے بلکہ انہیں توڑنے کا وقت مناسب نہیں ہے۔

شیخ ابو حفص المصری رحمہ اللہ نے کہا:

"طالبان بھائی، ان کے علما اور افغان عوام کہتے ہیں کہ ہم ان بتوں کو توڑنے کے تمام نتائج بھگتنے کے لیے تیار ہیں، تو اگر وہ لوگ تیار ہیں اور اللہ پر اعتماد کرتے ہوئے یہ فیصلہ کر رہے ہیں، اللہ انہیں جزائے خیر دیں، تو پھر ہم انہیں یہ بت توڑنے سے کیوں روکیں؟"

غرض بحث و مباحثہ طویل ہوتا گیا لیکن نتیجہ یہی نکلا کہ بت توڑے جائیں گے۔ اجتماع ختم ہوا، سب لوگ باہر چلے گئے اور وفد بھی نا امید واپس لوٹا۔ ہم لوگوں نے اس اجتماع کے اختتام پر دوبارہ بتوں کو توڑنے میں حصہ ڈالنے کے لیے بامیان کا رخ کیا۔ اس لیے سفر کو ہم رحلة التوحید یعنی (توحید کا سفر) کا نام دیتے تھے۔

بدھا کے مجسمے نہایت ہی دیو قامت تھے اور انہیں تباہ کرنے کے لیے بہت بڑی مقدار میں 'بارود' درکار تھا۔ افغانی ساتھی مختلف مقامات سے ان مجسموں کو تباہ کرنے کے لیے بامیان جمع ہوئے تھے۔ وہاں میں نے ایسے علما کو بھی دیکھا جن کی داڑھیاں سفید ہو چکی تھی مگر وہ بامیان کا تکلیف دہ سفر کر کے وہاں پہنچے تھے۔ وہ لوگ اس ۵۰ میٹر بلند مجسمے کے اوپر بارود لے کر چڑھے تا کہ اسے توڑنے میں ان کا حصہ پڑ سکے۔ ہم نے بھی اسی مقام پر ایک خیمہ نصب کیا ہوا تھا۔ شیخ اسامہ رحمہ اللہ کا اس موقع پر کہنا تھا کہ:

"ہماری خواہش ہے کہ اس پہاڑ کو مکمل طور پر ریزہ ریزہ کر دیا جائے تا کہ بتوں اور مجسموں کے کوئی آثار باقی نہ رہیں"۔

اس لیے وہ اس موقع پر اس آیت کو بار بار دہراتے تھے:

...ثُمَّ لَنَنسِفَنَّهُ فِي الْيَمِّ نَسْفًا [سورۃ طٰہٰ:۹۷]

"پھر اس کی راکھ کو اڑا کر دریا میں بہا دیں گے۔"

☆☆☆☆☆

بقیہ: موسیٰ موسیٰ۔ ذاکر موسیٰ

صرف قوم پرستانہ سیاسی قیادت سے نالاں رہتا۔ دسمبر ۲۰۱۸ء میں جب اس مجموعہ کے چھ مجاہدین شہید ہوئے تو معروف جہادی کمانڈر ریاض نیکو کا آڈیو پیغام پورے کشمیر میں مقبول ہوا جو اس بات کا اعلان تھا کہ دونوں گروہوں میں کوئی اختلاف نہیں، دونوں اسلام کے لیے کام کر رہے ہیں۔ اس کے بعد مجاہدین کا صرف ایک ہی نعرہ تھا "شریعت یا شہادت"۔ ۸ نومبر ۲۰۱۸ء کو گروپ نے کشمیری مجاہدین کی لئے ایک سیکورٹی گائڈ لائن جاری کی اور کہا کہ کشمیری مجاہدین کو دنیا کی ہر خفیہ ایجنسی سے الگ رہنا ہو گا اور صرف اللہ کی ذات پر بھروسہ ہونا چاہیے۔ کیونکہ دنیا کی تمام خفیہ ایجنسیاں اسلام کے لئے نہیں بلکہ ملکی مفاد کے لئے کام کرتی ہیں اور وہ ایک نہ ایک دن مجاہدین کو ملکی مفاد پر قربان کر دیں گی۔ لیکن یہ گائڈ لائن ذاکر موسی کو شہادت کی موت سے نہ بچا سکیں۔ ۲۳ مئی ۲۰۱۹ء کو روزہ افطار کرنے سے بارہ منٹ قبل بھارتی فوج کی 42 راشٹریہ رائفلز نے اس گھر پر فائرنگ شروع کر دی جہاں ذاکر موسیٰ موجود تھا۔

لوگ کہتے ہیں اس دن اس نے افطاری نہیں کی اور مقابلے میں مصروف ہو گیا۔ دس گھنٹے تک مقابلہ جاری رہا۔ گھر کو آگ لگ گئی۔ آگ بجھا کر سپاہی اندر داخل ہوئے، لیکن ذاکر کا سراغ نہ مل سکا۔ جب انہیں ذاکر کی لاش تک نہ ملی تو وہ واپس جانا شروع ہوئے، اتنے میں نعرے بلند ہوئے موسیٰ موسیٰ... ذاکر موسیٰ۔ ذاکر سمجھا کہ یہ وادی کے نوجوان ہیں جو اسے بچانے آئے ہیں، جبکہ دراصل وہ کشمیری پولیس والے تھے جو دھوکے کے لیے یہ نعرے لگا رہے تھے۔ ذاکر نعروں کی گونج میں چھلانگ لگا کر باہر آیا اور گولیوں کی بوچھاڑ اس کی شہادت کا انتظار کر رہی تھی۔ جنازے پر کھڑے ہوئے سائر احمد نے کہا:

"جب برہان وانی شہید ہوا تھا تو کشمیر ایک خاموش سی جدوجہد کر رہا تھا، لیکن اس کی شہادت کے بعد پورا کشمیر مسلح جہاد کا امین بن گیا تھا، جبکہ ذاکر موسیٰ تو اس وقت شہید ہوا ہے جب ہر روز ایک مجاہد شہید ہو رہا ہے۔ اس کے بعد تو جہاد اور تیز ہو گا۔ ذاکر اس راستے کا آخری قافلہ سالار نہیں، اللہ اس کا نعم البدل دے گا"۔

اس کے جنازہ میں عوام کا ہجوم یہ بتا رہا تھا کہ کشمیر میں اب صرف ایک ہی نعرے کی گونج ہے "شریعت یا شہادت"۔ اس نعرے نے قوم پرستانہ آزادی کی تحریک کو اسی طرح ہی ڈبو دیا ہے جیسے مودی کی جیت نے جمہوریت کے تابوت میں آخری کیل ٹھونک دیا ہے۔

کافر کی موت سے بھی لرزتا ہو جس کا دل
کہتا ہے کون اسے کہ مسلماں کی موت مر

☆☆☆☆☆

عید امارتِ اسلامیہ کے سائے تلے

عبداللہ سرحدی

کیا کسی کو معلوم ہے کہ امارتِ اسلامی افغانستان میں مجاہدین نے عید الفطر کے دن کو کیسے منایا؟ انصار و مہاجرین کی اس سر زمین پر عید کیسی گزری؟ کیا یہاں بھی چاند رات پر اسی طرح رونق ہوا کرتی ہے جیسے پاکستان کے بازاروں میں ہوتی ہے؟ عید کا دن مجاہدین کیسے مناتے ہیں؟ آیئے ایک مجاہد کی امارت اسلامی افغانستان میں گزری ہوئی عید کی روداد پڑھتے ہیں۔(ادارہ)

انتیسواں روزہ جیسے ہی ہم نے افطار کیا ساتھی حالات کا جائزہ لینے لگے کہ ڈرون ہے یا نہیں۔ عموماً رمضان کے مہینے میں دشمن نے ڈرون طیاروں کو استعمال کرتے ہوئے بہت سے مسلمانوں کو شہید کیا۔ اس لیے مجاہدین کا معمول بن گیا تھا کہ جس دن ڈرون بہت ہو تو اس رات گھروں اور مراکز کے بجائے کمین گاہوں میں رات بسر کرتے، تاکہ دشمن کی نقل و حرکت کی صورت میں دشمن پر حملہ کیا جائے اور مسلمانوں کی حفاظت ہو سکے۔ اسی طرح پچھلی رات دشمن نے کئی جگہ فضائی و زمینی چھاپے مار کر بازاروں میں عوام کی املاک کو آگ لگائی تھی۔

لیکن اس رات فضا صاف تھی (یعنی ڈرون نہیں تھا)۔ اسی لیے ہم مرکز میں ہی رہے۔ دشمن کی حالت یہ ہے کہ بغیر ڈرون اور اے سی ون تھرٹی (AC130) ائیر کرافٹ کے کوئی ایک بھی اہل کار بیس سے نہیں نکل سکتا۔ بس اندھیری راتوں میں نائٹ وژن دوربینوں اور ڈرون وغیرہ کے نائٹ وژن کیمروں کی مدد سے نکلیں تو نکلیں ورنہ اللہ نے اپنے شیروں کا ایسا رعب ان دلوں میں ڈالا ہے کہ جدید ترین ٹیکنالوجی کے استعمال کے باوجود بھی بیسوں اور کیمپوں میں محصور ہیں۔

ہم نے یہ معلوم کرنے کے لیے کہ کل عید ہے یا نہیں امارتِ اسلامی کا ریڈیو سٹیشن 'شریعت غگ' (صدائے شریعت) چلایا۔ ساتھ میں مقامی مخابرہ ریپیٹر سٹیشن (وائرلیس کمیونیکیشن نیٹ ورک) بھی سننے لگے۔ امارت کا یہ کمیونیکیشن سسٹم اتنا زبردست ہے کہ کوئی بھی خبر پورے افغانستان میں منٹوں میں پھیل جاتی ہے۔ چند منٹوں میں کئی صوبوں سے چاند دیکھنے کی شہادتیں موصول ہوئی، اور چند لمحوں بعد امارت کے قاضیوں نے عید الفطر کا اعلان کر دیا۔ عید کے اعلان کے ساتھ ہی صدائے شریعت ریڈیو پر عالی قدر امیر المومنین شیخ الحدیث مولانا ہبۃ اللہ اخندزادہ نصرہ اللہ کا عید الفطر کی مناسبت پر پیغام نشر ہوا۔ اپنے محبوب امیر المومنین کا خوشی کے موقع پر امت کے لیے پیغام سن کر مجاہدین بہت خوش ہوئے۔ امیر المومنین نے عید کے دن شہدا اور اسیران کے اہل خانہ کو خوشیوں میں یاد رکھنے کا کہا۔ اسی طرح مجاہدین کو امیر المومنین کی یہ بات بہت اچھی لگی کہ

> ''کوئی یہ نہ سمجھے کہ مذاکرات کے ذریعے امارت اسلامی' جہاد کے گرم محاذوں پر ٹھنڈا پانی بہادے گی۔''

نیز یہ بھی فرمایا کہ

> '' ہمارے جہاد کا مقصد غاصب کفار کو افغانستان سے باہر نکالنا اور یہاں شریعت اسلامی کا نفاذ ہے، اس مبارک ہدف پر ہم کسی قیمت پر سودابازی نہیں کریں گے''۔

اللہ ہمارے محبوب امیر المومنین کی حفاظت فرمائیں، آمین۔

عید کے دن فجر کے بعد مرکز میں مہاجر مجاہد بھائیوں کے ساتھ ناشتہ کیا۔ ہجرت کے ان ساتھیوں کی قیمت صرف اس کو معلوم ہوتی ہے جن کا ان کے ساتھ واسطہ رہا ہو۔ عید کی نماز پڑھنے کے بعد انصار مجاہدین ہمارے مرکز میں آئے۔ مرکز کے ساتھیوں نے ان کی خدمت میں پاکستانی ڈش نہاری پیش کی، جو ان کو بہت اچھی لگی۔ اللہ ہمارے ان عظیم امارت اسلامی کے مجاہد انصار سے راضی ہو جائے یہ ہمارا کتنا خیال رکھتے ہیں، کیسی کیسی مشکلات میں انہوں نے مہاجرین کو پناہ دی ہے یہ بیان کرنے سے میں قاصر ہوں۔ بس یوں سمجھ لیجیے کہ ہم پر چلنے والی گولیوں کے سامنے یہ کھڑے ہو کر ہمیں بچانے کی کوشش کرتے ہیں۔

ابھی انصار کے ساتھ محفل برخاست نہیں ہوئی تھی کہ فضا میں ڈرون طیارے نمودار ہو گئے۔ دشمن تو ایسے موقع کے انتظار میں رہتا ہے کہ کب مجاہدین کو اکٹھے پا کر نشانہ بنائے۔ لیکن مجاہدین بھی اس جنگ کے عادی ہو گئے ہیں۔ کہاں ایک انسان کا بنایا ہوا ڈرون اور کہاں خود وہ انسان۔ اور پھر جب انسان کے ساتھ ایمانی طاقت و فراست ہو۔ پس مجاہدین وہاں سے نکل گئے۔

اگلا اہم کام شہدا کے گھرانوں کو عید کی خوشی میں یاد رکھنا تھا۔ ایک مقامی مسئول کے ساتھ ہو کر سفر شروع کیا۔ سب سے پہلے ''قاری حسن'' شہید کے گھر گئے وہاں دیکھا کہ پہلے سے اور مجاہدین بھی موجود ہیں۔ ہمارا استقبال شہید کے والد صاحب اور چھوٹے بھائی نے کیا۔ میں نے شہید کے بھائی کو دیکھا جو اپنے بھائی کے بعد خود بھی مجاہدین جیسا حلیہ اپنائے ہوئے تھا۔ معلوم ہوا کہ بڑے بھائی کی جگہ اب اس نے لے لی ہے۔ میں حیران ہو گیا کہ جس والد کا ایک بیٹا اللہ کی راہ میں شہید ہو جائے اور وہ دوسرے کو پیش کر دے۔ شہید کے والدِ محترم نے کہا کہ حسن نے اپنے خون سے شہادت دے کر ہمیں یہ بات اور زیادہ مؤثر

طریقے سے سمجھائی ہے کہ اس دین کو غالب کرنا کتنا ضروری ہے۔ اس لیے اس مقصد کی خاطر حسن کا بھائی اب حسن بنے گا۔ اور واقعی اس کے چھوٹے بھائی نے اپنا رمزی نام حسن رکھا ہوا ہے۔

اس کے بعد شہید مزمل کے گھر گئے۔ وہاں بھی مجاہدین کا رش کش تھا۔ مزمل رمضان المبارک میں امریکیوں سے لڑتے ہوئے شہید ہوا تھا۔ مزمل کے یتیم بچوں کو دیکھ کر دکھ تو بہت ہوا، لیکن مزمل کے والد صاحب کا حوصلہ دیکھ کر میں حیران رہ گیا۔ وہ ہمیں اپنے عمل سے سمجھانے لگے کہ اگر ہماری یہ آنے والی نسلیں اسلامی نظام میں رہ کر زندگی گزار لیں تو یتیم ہونا اتنی تکلیف دہ بات نہیں ہے، اسلامی نظام کے سائے میں زندگی گزاریں، یہ اہم ہے! اصل یتیم تو وہ نسل ہو گی جن کو ہم اپنا مقدس دین منتقل نہ کر سکیں اور وہ کفار کے تہذیب و تمدن سے متاثر ہو جائیں۔

چند اور شہدا کے گھروں میں جانے کے بعد اپنے ایک انتہائی پیارے شہید مجاہد بھائی ''ساجد'' کے گھر گئے۔ ساجد 'مہاجر مجاہدین سے بہت محبت کرتا تھا۔ مہاجر چاہے مشرقی ترکستان کا ہو یا برِّ صغیر کا، ساجد ان کی خدمت میں سب سے آگے رہتا تھا۔ اور کیوں ایسا نہ ہو جب ان کے والد خود ایسے ہیں۔ دونوں میں ہمیشہ کارروائیوں کے وقت جھگڑا ہوا کرتا تھا کہ کون کارروائی کے لیے جائے گا۔ ہم نے کئی دفعہ دیکھا کہ مجموعے کا امیر جب والد کو اجازت دیتا اور بیٹے کو روکے رکھتا تو بیٹا روتا تھا۔ ان کے امیر نے یہ ہدایت کی تھی کہ باپ بیٹے میں ایک وقت میں ایک بندہ جایا کرے گا۔ تنازعے کے وقت قرعہ ڈالا جاتا تھا۔ ستائیسویں رمضان کی شب جب کارروائی کے لیے قرعہ ڈالا گیا تو ساجد کا نام نکل آیا۔ بہادر باپ کا بہادر بیٹا جنگ شروع ہونے کے تھوڑی دیر بعد دشمن کی بیس تک پہنچ گیا۔ دشمن نے مورچے سے گرنیڈ پھینکا جس کے پارچوں کی زد میں آکر ساجد 'اگلی صف میں ہی شہید ہو گیا۔ اللہ رب العزت ہمارے اس جوان انصار کی شہادت قبول فرمائیں، آمین۔

افغانستان میں دشمن عجیب حالت میں ہے۔ امریکہ بس کسی طریقے سے بھاگنے کی سوچ رہا ہے۔ جب کہ کٹھ پتلی افغانی فوج و حکومت اس فکر میں ہیں کہ ان کے آقا امریکہ کے جانے کے بعد ان کا کیا بنے گا؟ خود امریکہ افغانستان سے انخلا ایسا کرنا چاہتا ہے کہ اپنی ذلت آمیز شکست کو چھپا سکے۔ اس مقصد کی خاطر اس پچھلے عرصے میں انہوں نے ظلم و جبر میں انتہائی اضافہ کیا ہوا ہے۔ راتوں کو بازاروں اور عوام کی رہائش گاہوں پر اپنے چینوک، اپاچی، اے سی ون تھرٹی اور پریڈیٹر ڈرونوں سے فضائی چھاپے مار کر بچوں، بوڑھوں اور خواتین کو شہید کر کے، ان کے املاک کو نقصان پہنچا کے، ان کا مقصد صرف یہ ہے کہ یہ غیور عوام ہمارے ڈر سے مجاہدین کی نصرت و حمایت چھوڑ دیں۔ ان کو کیا پتہ کہ جس دل میں اللہ کا خوف ہو وہ غیر اللہ سے کہاں خوف کھاتا ہے۔

اس ظلم سے مقابلہ کرنے والے ایک عظیم انسان سے ہماری ملاقات ہوئی۔ جس کے ایک جوان بیٹے اور چھوٹی بیٹی کو امریکیوں نے رات کے ایک چھاپے میں شہید کر دیا تھا۔ اس نے ہمارا استقبال کیا۔ کہنے لگا میں دن رات اللہ کا شکر ادا کرتا ہوں کہ اللہ نے میرے بیٹے کے ساتھ ساتھ میری بیٹی کو بھی شہادت عطا فرمائی۔ اسی طرح میں دن رات دعا کرتا ہوں کہ اللہ مجاہدین کے ہاتھوں دنیا میں اور خود براہِ راست آخرت میں ان ظالموں سے تمام مظلوموں کا بدلہ لے۔

سارا دن شہدا کے گھروں میں گھومتے گزرا اور شام کا وقت ہوتے ہی ہم کمین گاہ کی طرف چل پڑے۔ کیونکہ پورا دن فضا میں ڈرون طیارے گھومتے رہے تھے۔ اس لیے احتمال تھا کہ دشمن رات کو چھاپہ مارے گا۔ اس لیے مجاہدین نے پہلے سے مختلف اہم مقامات پر کمین لگا دی تاکہ دشمن سے مقابلہ ہو اور دشمن گاؤں یا بازاروں میں گھسنے نہ پائے اور نہتی عوام کی حفاظت ہو سکے۔

عشاء کی نماز کے بعد مجاہدین نے پہرہ لگایا۔ اللہ امارت اسلامی کے ہر ہر مجاہد سے راضی ہو جائے۔ ہر چیز میں ہم مہاجرین کا خیال رکھتے ہیں۔ میرا پہرہ یہ کہہ کر کہ آپ مہاجر ہیں اور تھکے ہوئے ہیں (حالانکہ وہ مجھ سے زیادہ تھکے ہوں گے) سب سے آخر میں تین بجے کا لگا دیا۔ حالانکہ تین بجے ویسے ہی فجر ہونے والی ہوتی ہے۔ اس طرح انہوں نے میری خواہش کہ میں پہرہ بھی دے سکوں اور اپنی مہمان نوازی کہ میں آرام بھی کر سکوں دونوں کا لحاظ رکھا۔ اے اللہ! آپ ان مجاہدین سے راضی ہو جائیں اور ان کو دنیا اور آخرت میں خوشیاں عطا فرمائیں، آمین۔

عید الفطر کے موقع پر میں تمام امتِ مسلمہ سے عموماً اور اہل پاکستان سے خصوصاً یہ التجا کرتا ہوں کہ شہدا، اسیران اور وہ مجاہدین جنہوں نے اپنا گھر بار اللہ کی رضا کی خاطر چھوڑا ہوا ہے، ان کے اہلِ خانہ کو اس خوشی کے موقع پر یاد رکھا کریں۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ ہمارے بچے تو نئے کپڑے پہنیں، ان کو عیدی ملے لیکن ان یتیموں کا کوئی پوچھنے والا نہ ہو جن کے والدین نے اللہ کے دین کی خاطر، ہمارے اور ہماری آنے والی نسلوں کے ایمان کی حفاظت کی خاطر اپنی جانوں کی قربانیاں دیں یا جیلوں اور خفیہ ٹارچر سیلوں میں عقوبت کی زندگی گزار رہے ہیں۔

؎ تم اپنی عید منا کر 'اُن' کو بھول نہ جانا دعاؤں میں...

☆☆☆☆☆

اللہ کے لیے محبت کے ثمرات!

شیخ خالد الراشد فک اللہ اسرہ
اردو استفادہ: ابن محمد الباکستانی

تقول السير والأخبار
إثنان إجتمعا وتحابا في الله
وأثمرت هذه المحبة تنافسا على طاعة الله
سیرت اور تاریخ کہتی ہیں
دو افراد تھے جو اللہ کے لیے ایک دوسرے سے محبت کرتے تھے۔
اور یہ محبت جب ثمر مند ہوئی تو وہ اللہ کی اطاعت میں مسابقت کرنے لگے۔
وهذه هي ثمرات المحبة الحقيقية
طرقوا أبواب الخير كلها
وبدأت نفوسهم تحدثهم في نيل الشهادة والفوز بالإستشهاد
اور یہی حقیقی محبت کے ہی ثمرات ہوتے ہیں
جو خیر کے تمام دروازے کھول دیتے ہیں
اور ان کے نفوس شہادت کے حصول اور شہادت کے ذریعے کامیابی پانے کے بارے میں گفتگو کرتے رہتے
فلما سمعا مناديا يا خيل الله اركبي
حتى تسارعا و تسابقا
كل يريد الفوز بالشهادة قبل صاحبه
جب انہوں نے ایک صدا دینے والے کی صدا سنی: اے اللہ کے گھڑ سوار! ایڑ لگا!!!
یہاں تک کہ وہ دونوں دوڑے اور آپس میں مقابلہ کرنے لگے
ہر ایک چاہتا تھا کہ وہ اپنے ساتھی سے پہلے شہادت کی سعادت پا لے
من خير معاش النَّاس لهم، رجل ممسك عنان فرسه في سبيل الله، يطير على متنه، كلما سمع هَيْعَةً، أو فزعة طار عليه، يبتغي القتل والموت مظانَّه(رواه مسلم)
"لوگوں میں سے سب سے بہتر زندگی اس شخص کی ہے جو اللہ کے راستے میں اپنے گھوڑے کی لگام پکڑے ہوئے ہو جب کبھی کوئی آہٹ یا خوفزدہ کرنے والی آواز سنے تو اڑ کر موت اور قتل کی تلاش میں وہاں پہنچ جائے"۔
هناك في أرض القتال في أرض العزة
أظهرا من الصبر والجلد والتضحية والإيثار ما يعجز الكلام عن وصفه
عزت کی سرزمین قتال کی سرزمین میں
انہوں نے جو صبر قربانی مشقت اور ایثار کی داستانیں رقم کیں ان کو بیان کرنے سے الفاظ عاجز ہیں
الذي حدث قتل أحدهم و وقع الآخر في الأسر
جنگ ہوئی ان میں سے ایک قتل ہو گیا اور دوسرا قیدی بن گیا
فإذا بالكافر يقول للمأسور وهو مقيد في أسره:
ایک کافر اپنی قید میں موجود اس اسیر سے پوچھنے لگا
لقد رأيت منكم اليوم منظرا عجيبا
میں نے ایک دن تم لوگوں کا ایک عجیب منظر دیکھا تھا
فقال المأسور: "ماهو؟"
قیدی کہنے لگا: وہ کیا؟
فقال الكافر: "لقد ضربت أحدكم برمحي من ظهره وهو لا يدري فخرج رمحي من صدره
تو کافر نے کہا میں نے تمہارے ایک ساتھی کو اس کی پیٹھ میں ایسا تاک کر نیزہ مارا کہ اسے پتہ ہی نہ چلا کہ آیا کہاں سے اور اس کے سینے سے پار ہو گیا
"فجلس على ركبتيه والدم يسيل من صدره وأخذ يجمع الدم بكفيه ويقول فزت ورب الكعبة فزت ورب الكعبه"
پس وہ اپنے گھٹنوں کے بل بیٹھ گیا اس حال میں کہ اس کے سینے سے خون کے فوارے چھوٹ رہے تھے اس نے اپنے ہاتھوں میں اپنا خون لیا اور کہنے لگا: اللہ کی قسم میں کامیاب ہو گیا! اللہ کی قسم میں کامیاب ہو گیا!
للشهيد عند الله سبع خصال: يغفر له في أول دفعة من دمه، ويرى مقعده من الجنة، ويحلى حلة الإيمان، ويزوج اثنتين وسبعين زوجة من الحور العين، ويجار من عذاب القبر، ويأمن من الفزع الأكبر، ويوضع على رأسه تاج الوقار، الياقوتة منه خير من الدنيا وما فيها، ويشفع في سبعين إنسانًا من أهل بيته.(رواه أحمد والترمذي)
"شہید کے لیے اللہ کی طرف سے سات انعامات عطا ہوتے ہیں: خون کے پہلے قطرے کے وقت اس کی بخشش ہو جاتی ہے، اسے جنت میں اپنا ٹھکانہ دکھایا جاتا ہے، ایمان کی مٹھاس نصیب ہوتی ہے، ۷۲ حوروں کے شادی کروائی جائے گی، عذاب قبر سے محفوظ رہتا ہے، قیامت کی ہولناکی سے محفوظ رہتا ہے، اور اس کے سر پر ہیرے جواہرات کا ایسا تاج رکھا جائے گا جو دنیا و مافیہا سے بہتر ہے، اور شہید اپنے ۷۰ رشتہ داروں کی شفاعت کرے گا۔
فقال المأسور: "وماهي أوصاف ذاك الرجل؟"
فقال الكافر: "أوصافه كذا وكذا"..
فإذا هو صاحبه الذي يحبه في الله!

فاخذ المأسور يبكي بكاء شديدا ويقول: "فاز ورب الكعبة"

قیدی نے پوچھا: اس کے بندے کے اوصاف کیا تھے؟

کافر کہنے لگا: اس کے یہ یہ اوصاف تھے

تو وہ تو اُس کا ہم نشین نکلا جس سے اس قیدی کو اللہ کے لیے محبت تھی

سو وہ قیدی پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا اور کہنے لگا اللہ کی قسم وہ کامیاب ہو گیا!

أوصافه كذا وكذا فإذا هو صاحبه!

ان ان اوصاف کا حامل آدمی پس وہ تو اس کا ساتھی نکلا!

فتعجب الكافر من بكائه وقال:

وہ کافر بڑا متعجب ہوا اور کہنے لگا:

"وأنت ما الذي يبكيك؟"

تم کس وجہ سے رو رہے ہیں؟

فقال المأسور باكيا: "هذا صاحبي ورفيق دربي"

تو قیدی روتے ہوئے کہنے لگا: وہ تو میرا محبوب دوست اور ہم سفر ساتھی تھا

عن معاذ بن جبل رضي الله عنه قال : سمعت رسول الله - صلى الله عليه وسلم - يقول: قال الله عز وجل : (المتحابون في جلالي لهم منابر من نور يغبطهم النبيون والشهداء)أخرجه الترمذي

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا' انہوں نے فرمایا: اللہ رب العزت فرماتے ہیں "میرے لیے محبت کرنے والوں کے لیے نور کے منبر ہوں گے جن کو انبیاء اور شہدا نے گھیر رکھا ہو گا"۔ (جامع ترمذی)

هذا صاحبي ورفيق دربي

وہ میرا دوست اور ہم سفر ساتھی تھا

اجتمعنا أنا وإيعلى محبة الله

میں اور وہ اللہ کی محبت پر جمع ہوئے

وتنافسنا أنا وإياه على طاعة الله

اور میں نے اور اس نے اللہ کی اطاعت میں مسابقت کی

فكانت أمنية كل واحد منا أن ينال الشهادة قبل صاحبه

ہم میں سے ہر ایک کی خواہش تھی کہ وہ اپنے ساتھی سے پہلے شہادت کی سعادت کو پالے

فكانت أمنية كل واحد منا أن ينال الشهادة قبل صاحبة

پس ہم میں سے ہر ایک کی خواہش تھی کہ وہ اپنے ساتھی سے پہلے شہادت کی سعادت پالے

فلقد نالها وفاز ورب الكعبة

یقینی بات ہے وہ تو اپنا مقصد پا چکا اور اللہ کی قسم وہ تو کامیاب ہو گیا!

أفضلُ الشُّهَدَاءِ الذين يقاتلون في الصَّفِّ الأَوَلِ فلاَ يَلْفِتُونَ وُجُوهَهُمْ حَتَّى يُقْتَلُوا ، أُولَئِكَ يَتلَبطُونَ فِي الْغُرَفِ الْعُلَى مِنْ الْجَنَّةِ ، يَضْحَكُ إِلَيهِمْ رَبُّكَ ، فإِذَا ضَحِكَ رَبُّكَ إِلَى عَبدٍ في موطنٍ فَلاَ حِسَابَ عَلَيْهِ رواه أحمد

"شہدا میں سے سب سے افضل وہ ہیں جو پہلی صف میں کھڑے قتال کرتے ہیں پس وہ منہ نہیں پھیرتے یہاں تک کہ قتل کر دیے جائیں، یہ لوگ جنت کے سب سے اونچے مقامات پر بسیرا کریں گے، آپ پروردگاران کی طرف دیکھ کر مسکراتے ہیں، جب آپ کا رب اپنے بندے پر دنیا میں کسی جگہ پر مسکرائے تو اس پر کوئی حساب نہیں" (مسند احمد)

فقال الكافر متأثرا: إن دينا يحمل أصاحبه لبعضهم هذه المحبة وهذا الشعور و يولد بينهم هذه المنافسه و الله إنه لدين حق

پس کافر متاثر ہو کر کہنے لگا: بے شک جو دین اپنے ماننے والوں یہ محبت اور شعور دے اور اس کے نتیجے میں ایسا مقابلہ پیدا ہو اللہ کی قسم وہ دین حق ہے!

الله أكبر!هذا هو ديننا

اللہ اکبر یہ ہمارا دین ہے

وهكذا كانت علاقاتنا

ہمارے تو ایسے تعلقات ہوتے ہیں

نحب ونعطي لله ونبغض لله ونمنع لله

ہم اللہ ہی کے لیے محبت کرتے ہیں اللہ ہی کے لیے کچھ دیتے ہیں اللہ ہی کے لیے غصے ہوتے ہیں اور اللہ ہی کے لیے روک لیتے ہیں

لأن حياتنا من الله وإلى الله

اس لیے کہ ہماری زندگی اللہ ہی کے لیے ہے اور اللہ کی طرف سے ہے

أوثق عرى الإيمان الموالاة في الله والمعاداة في الله ، والحب في الله والبغض في الله عز وجل (رواه الطبراني)

"ایمان کا سب سے مضبوط کڑا اللہ کے لیے دوستی تعلق اور اللہ کے لیے ہی دشمنی قطع تعلقی ہے، اور اللہ ہی کے لیے محبت اور اللہ ہی کے لیے بغض ہے" (طبرانی)

من أحب لله وأبغض لله وأعطى لله ومنع لله فقد استكمل الإيمان (رواه أبو داؤد)

جو اللہ کے لیے محبت کرے اور اللہ کے لیے بغض رکھے اور اللہ کے لیے کچھ دے اور اللہ کے لیے کچھ روک لے تحقیق اس نے اپنا ایمان مکمل کر لیا (ابو داؤد)

☆☆☆☆☆

سرزمینِ جہاد' افغانستان کے تازہ احوال

مصدر: امارت اسلامیہ کی اردو ویب سائٹ 'الامارہ ڈاٹ نیٹ'

یوم شہادت اور یوم شہید:

ہر سال ۲۲ مئی کا دن دوسرے دنوں کی طرح نمودار ہوتا ہے۔ دوسرے دنوں سے اس کی انفرادیت یہ ہے کہ اس دن امت مسلمہ اور خاص طور پر امارتِ اسلامیہ ایک عظیم ہستی سے ہمیشہ کے لیے محروم ہوئی۔ یہی وجہ ہے یہ دن ہر سال ان کی یاد اور ان کی شخصیت سے جڑی ہماری امیدوں کے ساتھ طلوع ہوتا ہے۔ جس کے ساتھ ہی مجاہد عوام اپنے امیر کی شہادت کی مناسبت سے ان کے لیے ایصال ثواب کے لیے دست بدعا نظر آتے ہیں۔ آج سے تین سال قبل ۲۲ مئی ۲۰۱۶ء کو امارتِ اسلامیہ کے زعیم' اس دور کے فرعون نما کفار کے ہاتھوں جام شہادت نوش کر گئے۔ وہ عظیم ہستی ملا اختر محمد منصور تقبلہ اللہ تھے۔ وہ امارتِ اسلامیہ کے جہادی قافلے کے ایک مدبر، معروف اور نابغۂ روزگار شخصیت تھے۔ وہ اخلاص، تقویٰ، عسکری مہارت، نظم ونسق اور سب سے زیادہ سیاسی بصیرت رکھنے والے رہنما تھے۔

امارتِ اسلامیہ نے جہاں کفر اور استبداد کے خلاف ایک مضبوط محاذ کی صورت اختیار کی ہے، اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ امارت اسلامیہ کے قائدین کو اللہ تعالیٰ نے قابلِ رشک قائدانہ صلاحیتوں سے نوازا ہے۔ جس کی ایک واضح مثال امیر المومنین ملا محمد عمر مجاہد رحمہ اللہ تھے۔ شہید ملا منصور تقبلہ اللہ مرحوم امیر المومنین ہی کے تربیت یافتہ اور صحبت یافتہ تھے۔ انہوں نے سب سے زیادہ مشکل حالات میں اس جہادی قافلے کی رہبری کی ذمہ داریاں اپنے کندھوں پر اٹھائی۔ اس بار گراں اور بھاری ذمہ داری کو نہایت احسن طریقے سے انجام تک پہنچایا۔ ان کی شخصیت، زندگی اور کارناموں کو چھوٹی سی تحریر میں سمیٹنا مشکل ہے۔ صرف ان کی یاد کے طور پر ان کی کچھ ہدایات اور پیغامات یہاں نقل کرتے ہیں، جو مجاہدین کی رہنمائی کے لیے ہیں۔

- تمام معاملات میں شریعت کی پابندی کریں۔ جہاد میں انفرادی رائے، شخصی پسند وناپسند اور افراط وتفریط سے بچتے رہیں۔ اس بات کا کامل یقین کریں کہ شریعت میں ہمارے لیے جو رہ نمائی ہے، اسی میں ہماری خیر اور فلاح پوشیدہ ہے۔ چاہے ظاہر میں وہ کسی کے مزاج پر گراں ہی ہو۔
- میں امارت اسلامیہ کے مؤسس اور امیر المومنین ملا محمد عمر مجاہد رحمہ اللہ کے اس فرمان کو ایک بار پھر دہراتا ہوں کہ ہماری کسی شخص کے ساتھ ذاتی دشمنی نہیں ہے۔ ہماری دوستی اور دشمنی کی بنیاد صرف اسلام ہے۔
- مجاہدین اپنے کارروائیوں میں اس بات کا خاص خیال رکھیں کہ کارروائی کے نتیجے میں عام شہریوں کو کوئی نقصان نہ پہنچے۔ امارت اسلامیہ عوام کے تحفظ کی ذمہ دار ہے۔ میں بھی بحیثیت امیر تمام مجاہدین کو احتیاط برتنے کی سختی سے تاکید کرتا ہوں۔ تاکہ عام شہریوں کا جانی اور مالی نقصان نہ ہو۔
- جو لوگ امارت اسلامیہ کے زیر قبضہ علاقوں میں رہائش پذیر ہیں، وہ مجاہدین کے پاس اللہ کی ایک امانت ہیں۔ انہیں اللہ تعالیٰ نے ہمارے سپرد کیا ہے۔ ہمیں ان پر حاکم بنایا ہے۔ جو حقیقت میں ایک منصب نہیں، بلکہ اللہ کی طرف سے ایک امتحان ہے۔ اس لیے مجاہدین کو چاہیے ان کے ساتھ تکبر وغرور اور برا سلوک نہ کیا جائے۔ اس عمل سے مجاہدین اللہ کے قہر کا نشانہ بن سکتے ہیں۔ اللہ ظلم پسند نہیں کرتا۔ لہٰذا مجاہدین ہمیشہ شریعت کے مطابق رویہ اپنائیں۔ تاکہ مظلوم عوم مزید دکھوں اور پریشانیوں کا شکار نہ ہو۔

یہ شہید ملا اختر محمد منصور تقبلہ اللہ کے بیانات اور پیغامات کے صرف چند اقتباسات تھے، جس سے معلوم ہوتا ہے وہ جہاد کے حوالے سے شریعت کی پابندی کرتے اور مظلوم عوام کے خیر خواہ تھے۔ اللہ ان پر اپنی رحمت و مغفرت کے دروازے کھولے، انہیں جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔ آمین

شہری اہداف کو نشانہ بنانا، امارت اسلامیہ کی پالیسی نہیں:

حالیہ چند ماہ سے بیرونی استعمار اور کابل کٹھ پتلی انتظامیہ نے خاص طور پر امارت اسلامیہ کے زیر کنٹرول علاقوں میں شہری اہداف کے خلاف کاروائیوں میں تیزی لائی ہے، جس کے نتیجے میں اہل وطن کو زیادہ جانی و مالی نقصان پہنچ رہا ہے اور ساتھ ہی صحت کے مراکز، مساجد اور عام المنفعۃ تنصیبات کو بار بار نشانہ بنایا جارہا ہے۔

رمضان المبارک کے مہینے میں کابل انتظامیہ نے اپنے زیر کنٹرول پل چرخی جیل میں بھی نہتے قیدیوں پر حملہ کیا، جس میں ۱۵ سے زائد مظلوم قیدی شہید اور درجنوں زخمی ہوئے۔ صرف اسی پر اکتفا نہیں کیا، بلکہ ان پر کھانا، صاف پانی اور زندگی کے دیگر بنیادی ضروریات بھی بند کردی، تاکہ قیدیوں کو مجبور کرکے اپنے ناجائز مطالبات ان سے منوا دے۔

امارت اسلامیہ انتقام پر یقین نہیں رکھتی، بالخصوص اگر وہ شہری نقصانات یا عوامی تنصیبات کے خلاف ہو۔ ہمارا مذہب، عقیدہ اور رسمی پالیسی مجاہدین کو اس کی اجازت نہیں دیتی کہ دشمن کے زیر کنٹرول علاقوں میں اسی طرح عوام پر حملے کریں یا دشمن کے

قیدیوں کے ساتھ ایسا سلوک کیا جائے۔ افغان عوام کو اچھی طرح معلوم ہے کہ امارت اسلامیہ کے زیر کنٹرول علاقوں میں روزانہ گھروں، مساجد، مدارس، جیلوں اور حتی صحت کے مراکز کو نشانہ بنایا جارہا ہے۔ ڈاکٹروں کو شہید اوران کے گھروں کو مسمار کیا جارہا ہے۔ جن علاقوں میں مجاہدین نے رات گزاری ہو، اُنہیں کابل انتظامیہ کے سیکورٹی اہلکار بھاری ہتھیاروں اور فضائی حملوں کا نشانہ بنارہے ہیں۔

مگر امارت اسلامیہ اس ملک کو اپنا ملک اور عوام کو اپنا ہی عوام سمجھتی ہے، ہمیشہ جدوجہد کررہی ہے کہ ملک میں شہری نقصانات کی سطح کو کم کرنے کی خاطر ضروری تدابیر کو مدنظر رکھیں اور موجودہ تدابیر کو عملی جامہ پہنانے کے سلسلے کی وقتاًوفوقتاً نظرثانی کرتی ہے۔

اگر معاصر جہادی سالوں پر نگاہ ڈالی جائے، بہت سی ایسی کارروائیاں تھیں کہ جن کے نتیجے میں دشمن کو بھاری نقصان پہنچایا جاسکتا تھا، مگر اس میں شہری نقصانات کا امکان بھی تھا، لہٰذا امارتِ اسلامیہ نے ایسی کارروائیوں سے اجتناب کیا۔ تاکہ شہریوں کے نقصانات کا روک تھام ہوجائے۔ بالخصوص عالی قدر امیر المؤمنین شیخ ھبۃ اللہ اخندزادہ صاحب حفظہ اللہ کے بار بار ہدایات کے نتیجے میں اب عسکری کارروائیوں کے دوران عوام کی زندگی کی حفاظت سب سے پہلے مجاہدین کے ذہن میں ہوتا ہے۔

نیز اہداف کی نشاندہی اور منصوبہ بندی میں آئے روز کیا جاتا ہے ۔امارت اسلامیہ ہمیشہ کوشش کرتی ہے کہ صرف ان اہداف کو نشانہ بنایا جائے، جن کا براہ راست تعلق استعمار اور امریکی غلام انتظامیہ سے ہو اور شریعت کی رو سے دشمن شمار ہوتا ہو۔ عام المنفعۃ تنصیبات اور ان کے کارکن، صحت کے مراکز، تعلیمی ادارے اور عالمی فلاحی ادارے تمام ان زمرات میں شامل ہیں، جن پر نہ صرف امارت اسلامیہ حملے کی اجازت دیتی ہے، بلکہ معاشرے کے لیے خدمات پیش کرنے کی صورت میں ان سے تعاون بھی کرتی ہے۔

مجموعی طور پر وہ تمام افراد اور فلاحی ادارے جو سیاسی اور فوجی تعلقات نہ رکھتے ہیں اور معاشرے کو ان کا نقصان نہیں پہنچتاہو، وہ تمام تر امن وامان میں ہے۔ اگر کبھی اس گروہ سے کوئی فرد یاادارہ مستثنٰی ہوجاتاہے، وہ عموماً مجوز دلائل کی وجہ سے ہوگا۔ اگر پھر بھی اس گروہ میں سے کسی کو مجاہدین کی جانب سے ضرر پہنچتا ہو۔ کمیشن برائے سمع شکایات اور شہری نقصانات کے ذریعے متضرر شدہ افراد یا ادارہ اپنی شکایت امارت اسلامیہ کو پیش کر سکتی ہے۔ کمیشن نے گذشتہ کئی سالوں کے دروان سیکڑوں مقدمات کے متعلق تحقیق کرکے انہیں حل کردیا ہے۔ امارت اسلامیہ نے کمیشن برائے سمع شکایات کی بنیاد اسی لیے رکھی ہے کہ اگر شہریوں کو امارت اسلامیہ کے مجاہدین اور یا ان کی کارروائیوں سے شکایت ہو، تو اس کمیشن سے رابطہ کریں۔

ان عالمی فلاحی اداروں کے متعلق جو غیر جانبدارانہ طور پر معاشرے میں سرگرم عمل ہو اور ان کے غلط اہداف نہ ہو۔ تو امارت اسلامیہ کی پالیسی ماضی سے یہی رہی اور اب بھی یہی ہے، جس نے حسب توفیق منافع بخش امور کی حمایت کی ہے۔ البتہ غلطیوں کے روک تھام کی خاطر ہماری توقع ان سے یہ ہے کہ اپنی خدمات کو شفاف طور پر امارت اسلامیہ کے ساتھ افہام وتفہیم کے ذریعے آگے بڑھا دے۔ امریکہ اور کابل انتظامیہ کے برعکس امارت اسلامیہ اپنے اہداف کی نشاندہی میں دقت کرتی ہے اور کسی کو ضرر پہنچانا نہیں چاہتی۔ شہریوں اور شہری تنصیبات کے حوالے سے امارت اسلامیہ کی پالیسی ماضی کی طرح واضح اور ناقابل تبدیلی ہے۔ امارت اسلامیہ ہمیشہ ان ذرائع کو بروئے کار لائیگی، جن میں شہریوں کے تحفظ کی ضمانت اور شہری نقصانات کی حفاظت کیا جاسکے۔

کامیاب الفتح آپریشن کی جھلک:

دشمن نے ایک بار پھر حماقت کے ساتھ دعوی کیا ہے کہ اس نے الفتح آپریشن کو ناکام بنادیا ہے۔ دشمن یہ اعلان ایسے وقت میں کررہا ہے، جب کہ دشمن آئے روز مجاہدین کے حملوں کی وجہ سے اپنی چوکیاں اور مراکز خالی کررہا ہے۔ درجنوں اہل کار امریکی مفادات کی خاطر دنیااور آخرت کی ذلت کا بار گراں اٹھاکر واصل جہنم ہوجاتے ہیں۔

الفتح آپریشن کے آغاز کے ساتھ ہی جارحیت پسندوں اور کٹھ پتلیوں کے خلاف تباہ کن کارروائیوں کا آغاز ہوا۔ ان کارروائیوں میں دشمن کو بھاری جانی اور مالی نقصان اٹھانا پڑا۔ وسیع علاقوں سے دشمن کا صفایا ہوا۔ حتی کے الفتح آپریشن کے پہلے ہی ماہ مجاہدین نے دشمن سے چھ اضلاع کا کنٹرول مکمل طور پر حاصل کرلیا۔ امارت اسلامیہ کا سفید پرچم ان علاقوں پر لہرارہا ہے۔ الفتح آپریشن کے فتح خیز آغاز کو دیکھا جائے تو واضح ہوتا ہے آنے والے دنوں میں یہ آپریشن مزید تیز ہوگا۔ گزشتہ سالوں میں بھی دشمن یہی پروپیگنڈا کرتا رہااور امارت اسلامیہ کے اعلان کردہ آپریشن کو محض پروپیگنڈا قرار دے دیا۔ دشمن نے بعد ازاں خود اس آپریشن کی کامیابی کا اعتراف کیا۔ جس کی واضح مثال عمری، منصوری اور الخندق آپریشنز ہیں۔

مجاہدین نے قندھار کے ضلع شین ڈنڈ میں رومانوی فوج کے بکتربند ٹینک کو ایک مائن کے ذریعے تباہ کردیا، جس میں رومانیہ کے پانچ اہل کار ہلاک ہوگئے۔ صوبہ زابل کے ضلع شاجوی کے ملحق علاقوں میں دشمن کی گاڑیوں کے قافلے پر کئی دھماکے کیے گئے، جس سے دشمن کی آٹھ گاڑی تباہ ہوئیں اور اسے بھاری جانی نقصان اٹھانا پڑا۔

اس کے علاوہ زابل، لوگر، غزنی، قندھار، ہلمند اور دوسرے صوبوں میں الفتح آپریشن کے دوران دشمن کے ۸۴/ اہل کار ہلاک، جب کہ وسیع علاقوں سے دشمن کا صفایا ہوگیا۔

دوسری جانب صوبہ ہلمند کے ضلع نوزاد میں امریکہ کا ایک اپاچی ہیلی کاپٹر تب مار گرایا گیا، جب وہ اس علاقے میں مجاہدین پر چھاپہ مارنے کے لیے نچلی پرواز کر رہا تھا۔ ہیلی کاپٹر میں سوار عملے کے تیرہ افراد سمیت متعدد امریکی فوجی ہلاک ہو گئے۔

سوال یہ ہے کہ جس آپریشن کی یومیہ فتوحات اتنی زیادہ ہوں، اسے ناکام قرار دیا جا سکتا ہے؟ جواب یقیناً نفی میں ہو گا۔ دوسری جانب اس آپریشن کے بعد دشمن نے مجاہدین کو کسی بھی علاقے سے پیچھے ہٹنے پر مجبور نہیں کیا۔ جب کہ دشمن مسلسل کئی علاقوں سے مجاہدین کے خوف سے بھاگ چکا ہے۔ حتیٰ کہ وہ کابل میں بھی محفوظ نہیں ہے۔

امریکہ اور کابل کٹھ پتلی انتظامیہ امارت اسلامیہ کے آپریشن سے سخت خوف میں مبتلا ہیں۔ یہی وجہ ہے دشمن پروپیگنڈے کے ذریعے الفتح آپریشن کو کمزور ثابت کرنا چاہتا ہے، تاکہ وہ اپنے بزدل جنگ جوؤں کو کچھ حوصلہ دے سکے۔

الفتح آپریشن سے دشمن بوکھلاہٹ کا شکار:

الفتح آپریشن کے آغاز سے ہی امریکی اور کٹھ پتلی فوج کو بھاری جانی اور مالی نقصانات اٹھانا پڑے ہیں۔ اس آپریشن کے تحت ابھی تک مختلف علاقوں میں دشمن کے درجنوں حفاظتی مراکز، چوکیاں، فوجی مراکز سمیت ۶/ اضلاع مکمل طور پر فتح کر لیے گئے ہیں۔ مظلوم عوام کو دشمن کے شر سے نجات مل رہی ہے۔ دشمن نے اپنی عادت سے مجبور ہو کر میڈیا پروپیگنڈے کا سہارا لیتے ہوئے 'الفتح آپریشن' کو ناکام قرار دیا۔ درحقیقت الفتح آپریشن نے دشمن کو اتنی بوکھلاہٹ کا شکار کیا ہے کہ دشمن مجاہدین کے حملوں سے تنگ آ کر اپنا بدلہ لینے کے لیے آئے روز نہتے شہریوں پر بمباریاں، چھاپے اور گھروں پر میزائل حملے کر رہا ہے۔ کیوں کہ مجاہدین کا سامنا کرنے سے کتراتا ہے۔ اس لیے دشمن اپنے لیے عوام جیسے آسان ہدف کو نشانہ بنا کر اپنی حواس باختگی کا ثبوت فراہم کر رہا ہے۔

الفتح آپریشن کے اعلان اور کامیاب آغاز سے امارت اسلامیہ نے ثابت کیا ہے کہ اسے افغانستان کے عوام کی مکمل حمایت حاصل ہے۔ جب کہ دشمن کے ساتھ عوام کی حمایت اور ہمدردی شامل ہے اور نہ وہ مجاہدین کے سامنے آنے کی سکت رکھتا ہے۔ کابل کٹھ پتلی فوج امریکی زمینی اور فضائی مدد حاصل ہونے کے باوجود آئے روز روبہ زوال اور شکست سے دوچار ہے۔ جس کی وجہ یہ ہے کہ وہ اسلام دشمنوں کے مذموم مقاصد کے لیے اپنے ہی عوام کا قتلِ عام کرنے میں مصروف ہے۔

الفتح آپریشن کی وجہ سے امریکہ اور کٹھ پتلی حواس باختہ ہو چکے ہیں۔ کابل انتظامیہ کے داخلی اختلافات عروج پر پہنچ گئے ہیں۔ دشمن کے سیکڑوں اہل کار ہر ماہ امارت اسلامیہ کے سامنے سرنڈر ہو جاتے ہیں۔ جس کی وجہ سے دشمن کے زیر کنٹرول علاقوں کی حدود آہستہ آہستہ صرف کابل اور چند بڑے شہروں تک محدود ہو کر رہ گئی ہے۔

ظلم اور درندگی کا تسلسل:

دل دہلا دینے والی خبر یہ ہے کہ جارحیت پسندوں اور کٹھ پتلیوں کے ہاتھوں قندھار، ہلمند، غزنی، فراہ اور غور میں مختلف آپریشنز کے نتیجے میں ۴۰ نہتے شہری شہید و زخمی ہوئے ہیں۔ لوگوں کو بھاری جانی اور مالی نقصانات پہنچا ہے۔ ندھار کے ضلع شاہ ولی کوٹ کے علاقے الیک کاریز میں دشمن کی ایک کارروائی کے نتیجے میں خواتین اور بچوں سمیت 7 افراد شہید، جب کہ دو زخمی ہوئے۔ اس کے علاوہ گھروں میں کھڑی گاڑیوں، موٹر سائیکلوں اور قیمتی اشیا کو آگ لگا دی گئی۔ صوبہ فراہ کے ضلع فراہ رود کے علاقوں سادات، تودنک، عبداللہ خیل اور نو آباد پر متعدد ڈرون حملوں کے نتیجے میں ۵/ افراد شہید ہوئے، جب کہ لوگوں کو مالی نقصانات بھی پہنچے ہیں۔ صوبہ ہلمند کے ضلع گریشک میں غیر ملکی جارحیت پسندوں اور افغان فوج نے ایک چھاپے کے دوران لوگوں پر تشدد کیا ہے۔ ۱۶/ افراد کو شہید و زخمی کیا گیا۔ غزنی کے مرکز سے ملحق علاقے اورزہ، شالیز، زیوچ اور ضلع دہیک کے علاقے عالم قلعہ، لغوات اور شاہ گل خیل میں دشمن کے مارٹر گولوں کی وجہ سے لوگوں کو بھاری مالی نقصانات اٹھانا پڑے ہیں۔ اسی طرح صوبہ غور کے ضلع دولت یار میں کٹھ پتلی فوج کی جانب فائر کیے گئے ڈی سی توپ کے گولوں سے ایک مسجد شہید ہو گئی، جب کہ کئی گھروں کو بھی نقصان پہنچا۔

افسوس کی بات یہ ہے کہ ابھی تک دجالی میڈیا ان مظالم پر خاموش ہے۔ اس کا کام صرف ان واقعات کو کوریج دینا ہے، جن کے بارے امریکہ کی طرف سے اجازت دی جاتی ہے، چاہے ان اجازت شدہ واقعات کا کوئی ثبوت بھی نہ ہو۔ دشمن یہ بات نوٹ کر لے کہ وہ جتنا بھی ظلم کر لے اور اسے اپنے کرائے کے میڈیا پر کوریج سے بچا لے، وہ پھر بھی کامیاب نہیں ہو سکتا۔ آج تک کوئی بھی عوام دشمن اپنی درندگی کے بل بوتے کامیاب نہیں ہو سکا۔ افغان وہ قوم ہے، جس نے ہمیشہ بیرونی جارحیت پسندوں اور ان کے داخلی غلاموں کو ناکوں چنے چبوائے ہیں، افغان قوم نے کبھی اپنی آزادی کا سودا نہیں کیا۔ دشمن اچھی طرح یاد رکھے کہ وہ اپنے ان مظالم کی وجہ سے دنیا میں اللہ کی گرفت سے بچ سکتا ہے اور نہ آخرت میں اس کے لیے کوئی بھلائی موجود ہے۔

امارت اسلامیہ کے نائب ملا برادر اخند حفظہ اللہ کی خلیل زاد سے ملاقات:

امریکی وزارت خارجہ کے خصوصی ایلچی اور مذاکراتی ٹیم کے سربراہ خلیل زاد نے امارت اسلامیہ افغانستان کے سیاسی نائب اور سیاسی دفتر کے سربراہ جناب ملا عبدالغنی برادر اخوند حفظہ اللہ سے ملاقات کی۔ ملاقات میں افغان تنازع کے پر امن حل کے اہم پہلوؤں پر گفتگو ہوئی۔ امارت اسلامیہ کے سیاسی نائب نے کہا کہ: ''سب سے اہم یہ ہے کہ پہلے اجلاس کے ایجنڈے کے دو اہم نکات (افغانستان سے بیرونی افواج کا انخلا اور افغان

سرزمین کو کسی کے خلاف استعمال نہ کرنا) فائنل ہو جائے۔ یہ مسئلہ دیگر پہلوؤں کے حل کے لیے راہ ہموار کرے گا، مگر اس سے قبل دیگر امور میں داخل نہیں ہو سکتے۔ مجلس میں فیصلہ کیا گیا کہ گفتگو آج بدھ کے روز یکم مئی کو شروع ہو گی اور مذکورہ نکات پر مفصل گفتگو ہوئی، تاکہ بیرونی افواج کے انخلا سمیت تمام موضوعات پر مکمل اتفاق ہو سکے"۔

ذبیح اللہ مجاہد ترجمان امارت اسلامیہ

۲۶ شعبان المعظم ۱۴۴۰ھ بمطابق یکم مئی ۲۰۱۹ء

کابل حملہ آخری نہیں ہے:

۸ مئی کو کابل کے ایک نہایت پوش اور سکیورٹی زون میں امریکی جاسوسی نیٹ ورک کا اہم مرکز کاؤنٹر پارٹ امارت اسلامیہ کے مجاہدین کے ایک کامیاب فدائی حملے کا ہدف بنا۔ فدائین نے نام نہاد سپر پاور کے درجنوں وحشیوں اور کاسہ لیسوں کو موت کے گھاٹ اتار کر یہ پیغام دیا کہ اس ملک میں ان کی جارحیت اور آئے روز نہتے عوام پر ہونے والے مظالم کا حساب لینے کے لیے کچھ نوجوان اب بھی اپنے سر ہتھیلیوں پر لیے ان کا تعاقب کر رہے ہیں۔ مذکورہ مرکز سے امریکی اور کٹھ پتلی اجرتی قاتل افغان عوام پر مختلف آپریشنز کے لیے فیصلے اور منصوبے بناتے تھے۔ اس کے علاوہ اپنے غلاموں کی ذہنی تربیت بھی اس ادارے کے تحت کی جاتی تھی۔ اسے امریکی وزارت خارجہ اور یو ایس ایڈ کا مالی تعاون حاصل تھا۔ امریکہ اس حملے کے بعد ماضی کی طرح اپنے مقتولین کی تعداد اور شناخت ظاہر نہیں کرے گا۔ جب کہ بعد میں ایک ایک کر کے کچھ تعداد ظاہر کر دی جائے گی۔ بہر حال یہ کامیاب کارروائی دشمن کے لیے ایک پیغام ہے کہ وہ ظلم، وحشت اور بمباریوں سے کامیابی حاصل نہیں کر سکتا۔ اس لیے نہتے عوام کے قتل عام سے ہاتھ کھینچ لے۔ اب دشمن کے آپریشنز کا پوری قوم مشاہدہ کر رہی ہے کہ صرف اور صرف اندھی بمباریاں کی جارہی ہیں۔ یہ بم مجاہدین پر گریں یا عام آبادی پر، اس سے ان کو کوئی فرق نہیں پڑتا۔ وہ اچھی طرح جان چکے ہیں کہ افغانستان کے عوام میں امریکہ کا کوئی خیر خواہ نہیں ہے۔ اس لیے عوام کو آئے روز نشانہ بنایا جارہا ہے۔

عوام مکمل طور پر مجاہدین کے ساتھ مسلح جہاد میں شریک ہیں۔ یہ ایک الگ بحث ہے، لیکن وہ امریکہ اور کٹھ پتلی کابل فورسز کے شدید مخالف ہیں۔ اسی وجہ سے دشمن بھی بلا تفریق عام آبادیوں پر بمباری کر رہا ہے۔ آدھی رات کو گھروں میں گھس کر قتل عام، گرفتاریاں، تشدد اور لوٹ مار کرتا ہے۔ خواتین، بچوں اور بزرگوں پر تشدد کرنا اور انہیں شہید کرنا روز کا معمول بن گیا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اس قسم کے تمام مظالم امریکہ کی جانب سے ہوں یا کابل انتظامیہ کی خونخوار فورسز کی جانب سے، اس کے پیچھے کاؤنٹر پارٹ جیسے مراکز کا کلیدی کردار ہے۔ یہی وجہ ہے کاؤنٹر پارٹ جیسے مراکز اور کٹھ پتلیوں کے بغلان جیسے مراکز یکے بعد دیگرے مجاہدین کے حملوں کا نشانہ بنیں گے۔ تاکہ دشمن سے عوام کے قتل عام کا بدلہ لیا جائے۔ یہ آخری حملہ نہیں ہے۔ دشمن مستقبل میں اس سے شدید حملوں کا انتظار کرے۔ امریکی جرنیلوں کو چاہیے اب مزید افغان عوام کے قتل عام سے ہاتھ کھینچ لیا جائے۔ زمینی حقائق کو مد نظر رکھتے ہوئے سوچیں کہ ظلم سے انہیں کوئی کامیابی ملنے والی نہیں ہے۔ ظلم سے انسانی تاریخ میں امریکہ کا نام ایک ظالم و جابر حکومت کے طور پر یاد رکھا جائے گا۔ اس لیے امریکہ کو چاہیے اب بھی وقت ہے افغانستان سے اپنی فوج واپس بلائے۔ یہ کام امریکہ کے مفاد میں بھی ہے اور اس خطے سمیت پوری افغان قوم کا مطالبہ بھی ہے۔ ورنہ دوسری صورت میں کاؤنٹر پارٹ جیسے مزید حملوں کا انتظار کرتے رہیں۔ یہ سلسلہ ایک بھی امریکی فوجی کی موجودگی تک جاری رہے گا۔

شہریوں کا بے جا قتل عام:

گزشتہ دن امریکی اور افغان فوج نے صوبہ فراہ کے ضلع بکوا اور صوبہ نیمروز کے ضلع دلارام کے عام شہری علاقوں کو بھاری اور وحشیانہ بمباری کا نشانہ بنایا۔ جس سے درجنوں نہتے شہری شہید، جب کہ متعدد گھر بھی تباہ ہوگئے۔ اطلاعات کے مطابق اس وحشیانہ بمباریوں میں بکوا کے علاقے اشکین، چربک، جمعرات بازار، پلوشہ اور سپین کاریز کے علاقے، جب کہ نیمروز کے دلارام، شاگی، گردی چمن اور دوراہی کے علاقے سب سے زیادہ متاثر ہوئے۔ آخری اطلاعات کے مطابق اب تک ۵۰/ افراد کی شہادت کی تصدیق ہوگئی ہے۔ جب کہ ۲۶ زخمیوں کو علاج کے لیے ہسپتال منتقل کیا گیا ہے۔ جب کہ کئی افراد اب بھی ملبے تلے دبے ہوئے ہیں۔ علاقہ مکین اپنی مدد آپ کے تحت شہداء اور زخمیوں کو نکالنے میں مصروف ہیں۔ خدشہ ظاہر کیا جارہا ہے کہ شہدا اور زخمیوں کی تعداد زیادہ ہو سکتی ہے۔ شہدا میں خواتین اور بچوں سمیت ہر عمر کے افراد موجود ہیں۔ امریکی اور افغان فوج نے عام شہریوں کے قتل عام کا سلسلہ عرصہ سے جاری رکھا ہوا ہے۔ آئے دن مختلف علاقوں میں چھاپوں اور بمباریوں کے نتیجے میں درجنوں افراد شہید ہوتے ہیں۔ ان کے گھر اور عوامی فلاح کے اداروں کو ملیامیٹ کر دیا جاتا ہے۔ انسانی حقوق کی تنظیمیں اور میڈیا کو چاہیے وہ ان مظالم پر مزید خاموش نہ رہیں۔ انہیں چاہیے حقائق دنیا تک پہنچائے جائیں۔ نام نہاد آزاد میڈیا اور انسانی حقوق کی تنظیموں کی خاموشی خود ان کے شایان شان نہیں۔ ان کی خاموشی ایک طرف ان کے لیے نقصان دہ ہے تو دوسری جانب انسانیت سوز مظالم کرنے والوں کے لیے بھی کھلی چھوٹ ہے۔ ان کو پوچھنے والا کوئی نہیں۔ ظالم اس خاموشی سے مزید ظالم بنیں گے۔ انہیں کسی نام نہاد عالمی عدالت میں مقدمے کا سامنا کرنے کا ڈر نہیں ہے۔ امارت اسلامیہ عام شہریوں پر روا رکھے جانے والے ہر قسم کے ظلم و ستم اور تشدد کی پرزور مذمت کرتی ہے۔ امارت کی ہر ممکن کوشش ہے کہ جیسے بھی ممکن

ہو، عوام کے جان ومال کی حفاظت کو یقینی بنانے کے لیے جدوجہد کی جائے۔ تاکہ ملک میں امن قائم ہو۔ ہر شہری کے بنیادی حقوق کا تحفظ ہو۔ سب ایک اسلامی نظام کی روح پرور فضاء میں خود مختار اور خوش حال زندگی بسر کر سکیں۔ غاصب قوتیں اور کابل انتظامیہ کے وحشی کاسہ لیس یہ بات ذہن نشین کر لیں کہ وہ افغان عوام کے انتقام سے بچ نہیں سکیں گے۔ امارت اسلامیہ شہریوں کے بنیادی حقوق اور ان کے جان ومال کی حفاظت کے لیے ہمیشہ اقدامات کرتی آرہی ہے۔ مجاہدین نے اس سے قبل بھی دشمن سے اپنے مظلوم شہریوں کا انتقام لیا ہے۔ اب بھی پہلے سے دگنا انتقام لیا جائے گا۔ ان شاء اللہ

کٹھ پتلی فورسز کے سیاہ کارنامے:

ایک ٹی وی چینل پر ایک خبر جنگل کے آگ کی طرح ملک بھر میں پھیلی کہ قندوز میں ایک خاتون کو گن پوائنٹ پر سیکورٹی اہلکاروں نے اغوا کرکے جنسی درندگی اور اپنی شیطانی ہوس کا نشانہ بنایا۔ مذکورہ خاتون اپنے شوہر اور بیٹے کے ساتھ گاڑی میں عام شاہراہ پر سفر کر رہے تھے کہ ان درندوں کی درندگی کا نشانہ بنے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔

کابل انتظامیہ کے ان بے مہار وحشی درندوں کے لیے ہمارے عزت وناموس کی پامالی، قتل عام، لوٹ مار، درجہ اعلیٰ کی کرپشن اور غیر ملکی جارحیت پسندوں کے مفادات کی خاطر اپنے ہی شہریوں پر شب خون مارنا اور اسلامی مقدسات کی بے حرمتی کرنا روز کا معمول بن گیا ہے۔ کابل انتظامیہ کے مظالم سابقہ تنظیمی جنگ جوؤں کے مظالم سے کئی گنا زیادہ ہے۔ کیوں اس وقت ظلم وستم کا جو بازار گرم تھا وہ ایک نظام اور حکومت کی جانب سے نہیں بلکہ ایک خاص تنظیم اور ان کے جنگ جوؤں کی کارستانی ہوا کرتا تھا۔ لیکن اب ایک نظام اور حکومت کی جانب سے عوام سے زندگی کا حق چھینا جارہا ہے۔ ان کی عزت اور آبرو خاک میں ملا دیا گیا ہے۔ غیر ملکی جارحیت پسندوں کے مفادات کی خاطر اپنے ہی عوام پر روا رکھے جانے والے ظلم وستم کے لیے جواز کے دلائل بھی گڑ لیے گئے ہیں اور ان جرائم پیشہ کٹھ پتلی فورسز کو ہیروز کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔

غیر ملکی جارحیت پسندوں نے اپنے مفادات کے لیے اپنے تربیت یافتہ کاسہ لیسوں اور کٹھ پتلی فورسز کو مختلف نام جیسے افغان آرمی، افغان پولیس، قومی ملیشیا، قومی سیکورٹی فورس سمیت کئی دلچسپ نام دیے ہیں۔ ان سے تعلق رکھنے والوں کی اکثریت جرائم پیشہ، نشہ باز اور تمام تر سماجی ضوابط سے تنفر کرنے والے افراد سے ہے۔ ان کے لیے ملک اور اس ملک کے باسیوں کی عزت اور ناموس کوئی اہمیت نہیں رکھتا ان کی تربیت ہی اسی نہج پر کی گئی ہے۔ وہ ہر نام اور یونیفارم میں غاصب قوتوں کے آلہ کار بنے رہتے ہیں۔ یہ کٹھ پتلی فورسز افغان قوم کے لیے ہر دن ان کفار سے زیادہ بدتر ثابت ہوتے ہیں۔ یہ مسلح اور غیر مسلح امریکی کاسہ لیس افغانستان کے دامن پر ایک بدنما داغ ہیں۔

افغان قوم اب ہر لحاظ سے امارت اسلامی سے امید لگائی بیٹھی ہے اور ان کے آنے کا انتظار کر رہی ہے تاکہ ایک بار پھر افغانستان میں ۹۰ء کی دہائی کا شرعی نظام نافذ ہو اور طالبان فاتحین کی حیثیت سے وطن میں ویسا ہی نظام قائم کریں۔ تاکہ انہیں جمہوریت کے اس سیاہ دور کی وحشتوں قتلِ عام کرپشن اور ظلم واستبداد سے نجات ملے۔ امارت اسلامی کے جانباز سپاہیوں نے ہمیشہ اپنے دین، وطن اور قومی اقدار کا دفاع اپنی جانوں پر کھیل کر کیا ہے اور یہ سلسلہ اس وقت تک جاری رہے گا جب تک مظلوم عوام کو امریکہ اور ان کے کٹھ پتلیوں کے ظلم وستم سے نجات نہیں مل جاتی۔

مجاہدین کی کامیابی کا راز:

حال ہی میں جہادی فتوحات کی خبریں تواتر سے آرہی ہیں۔ افغانستان کے تقریباً ہر علاقے سے ہر روز فتوحات کی خوش خبریاں آرہی ہیں۔ حالانکہ اسباب کی دنیا میں دشمن کا پلہ نہایت ہی بھاری ہے۔ دشمن بھرپور وسائل سے لیس ہونے کے باوجود مجاہدین کے سامنے بے بس ہے۔ مجاہدین کی فتوحات صرف نصرت الٰہی کا نتیجہ ہیں۔ مجاہدین کو اللہ تعالیٰ کی امداد حاصل نہ ہو تو دشمن کے مادی اسباب: فضائی قوت، زمینی قوت، دنیا کی جدید ترین ٹیکنالوجی کے سامنے مجاہدین بالکل تہی دست ہیں۔ عقلی طور پر دیکھا جائے تو ایک مسلح اور تہی دست قوت کے مقابلے میں فتح یقیناً مسلح قوت کی ہوگی۔ جس جانب خالقِ کائنات کی نصرت اور مدد ہو، اس کے مقابلے میں دنیا کی تمام قوتیں ضرور سرنگوں ہوں گی۔

مجاہدین کی کامیابی کا ایک اور سبب عوام کی بھرپور حمایت ہے۔ جب تک عوام کی حمایت حاصل نہ ہو تو بھی کامیابی حاصل کرنا محض خواب وخیال ہے۔ امریکی جارحیت پسندوں اور کٹھ پتلیوں سے عوام کی نفرت کی واضح مثال یہ ہے کہ یہ قوتیں ایک چھوٹے سے گاؤں میں اس وقت تک داخل نہیں ہوسکتیں، جب تک ایک بڑا فوجی قافلہ اور فضائی نگرانی میسر نہ ہو۔ دوسری جانب ایک مجاہد صرف ایک مشین گن کے ساتھ آزادانہ طور پر ملک کے ہر علاقے میں آزادانہ طور پر گشت کرتا ہے، بلکہ دشمن کی موجودگی کی صورت میں دشمن پر حملہ بھی کرتا اور بحفاظت نکل بھی جاتا ہے۔ مجاہدین کے ساتھ عوام کی بھی بھرپور حمایت اور امداد شامل ہے۔ چھاپے کی صورت میں گاؤں کے لوگ مجاہد کا اسلحہ چھپا کر انہیں اپنا بیٹا یا خاندان کا فرد ظاہر کرتے ہیں۔ اس طرح دشمن کو چکمہ دے کر مجاہد ایک بار پھر اپنے مشن میں لگ جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب پیغمبر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا:

هُوَالَّذِیٓ اَیَّدَكَ بِنَصْرِهٖ وَبِالْمُؤْمِنِیْنَ

"اللہ تعالیٰ وہ قادر ذات ہے، جس نے اپنی نصرت اور مومنین کی نصرت سے آپ کی مدد کی"۔

اللہ تعالیٰ نے ہمیشہ مختلف طریقوں سے اپنے فرماں بردار اور ضعیف بندوں کی نصرت اور مدد کی ہے۔ ان کے مخالف دشمن کو نیست ونابود کیا ہے۔ حتیٰ کہ ابابیل پرندوں اور مچھروں کے ذریعے بھی مسلم دشمنوں کو ہلاک کیا ہے۔ کمزور اور مومن بندوں کو بڑی فتوحات نصیب فرمائی ہیں۔ مجاہدین کو چاہیے اللہ تعالیٰ کی بندگی اور عبادات میں مزید کوشش کریں۔ اللہ تعالیٰ کے احکام کی پیروی کریں اور منکرات سے بچنے کی کوشش کرتے رہیں، شریعت اور عدالت کا پاس رکھتے ہوئے ظالم کی سرکوبی اور مظلوم کو سہارا دیں۔ اس کے ساتھ ہی مجاہدین کو چاہیے عوام کی خدمت میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھیں۔ ان کے جان ومال کی حفاظت کو یقینی بنائیں۔ علاقے م میں لوٹ مار، بل بھتہ خوری، چوری، ڈکیتی کا راستہ روک کر عوام کو بہتر ماحول میں روزگار کے مواقع فراہم کیے جائیں۔ بچوں کی دینی اور دنیاوی تعلیم کے لیے راہ ہموار کی جائے۔ اس طرح عوام کے دلوں میں گھر کیا جا سکتا ہے۔

منشیات کی کاشت اور پیداوار سے امارت اسلامیہ کا کوئی تعلق نہیں ہے:

امریکی استعمار نے جب تین روز قبل صوبہ فراہ ضلع بکوا میں عوام کے گھروں پر شدید بمباری کی، جس کے نتیجے میں ۱۰۰ سے زائد شہری شہید اور زخمی ہوئے، متعدد مکانات منہدم ہوئے۔ چند ذرائع ابلاغ نے دشمن کی جانب سے افواہ پھیلا دی کہ گویا یہاں امارت اسلامیہ کے مجاہدین کے منشیات کے کارخانے موجود تھے اور شہید ہونے والے افراد بھی مجاہدین ہیں۔ ہم ان رپورٹوں کی شدید تردید کرتے ہیں۔ امارت اسلامیہ کا کوئی مجاہد منشیات کے کاروبار اور تجارت میں ملوث نہیں۔ لہٰذا اس موضوع کا امارت اسلامیہ سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ فراہ میں شہید ہونے والے تمام افراد تمام کسان اور عام شہری ہیں۔ ذرائع ابلاغ، آزاد انسانی تنظیمیں اور حقوق کے ادارے علاقے کا دورہ کر سکتے ہیں اور حالات کا جائزہ قریب ہی سے لے سکتے ہیں۔ فراہ کے المیے میں کوئی ایسا شخص شہید نہیں ہوا ہے، جن کا تعلق امارت اسلامیہ کے مجاہدین سے ہو۔

قاری محمد یوسف احمدی ترجمان امارت اسلامیہ،

۳ رمضان المبارک ۱۴۴۰ھ بمطابق ۸/ مئی ۲۰۱۹ء

امارت اسلامیہ اور امریکا کے درمیان مذاکرات کا چھٹا مرحلہ اختتام پذیر:

جمعرات کے روز ۹/ مئی ۲۰۱۹ء کو مملکت قطر کے دارالحکومت دوحا شہر میں امارت اسلامیہ کے نمائندوں اور امریکی مذاکرات ٹیم کے درمیان مذاکرات کا چھٹا مرحلہ اختتام پذیر ہوا۔ اس مرحلے میں سابقہ مذاکرات میں مرتب ہونے والے مسودہ پر بحث ہوئی۔ بعض امور میں پیش رفت ہوئی اور چند تاحال باقی ہے۔ آئندہ مذاکراتی اجلاس میں دیگر امور پر بھی بحث ہوگی۔ مذاکرات کا چھٹا مرحلہ مجموعی طور پر مثبت رہا۔ جانبین نے ایک دوسرے کے نظریات حوصلے سے سن لیے۔

اب جانبین دوسرے مرحلے تک مربوطہ موضوعات اور پیش رفت کے متعلق غور اور مشورہ کرینگے اور آنے والے مرحلے کے لیے آمادگی کرینگے۔

ذبیح اللہ مجاہد ترجمان امارت اسلامیہ، ۴رمضان المبارک ۱۴۴۰ھ بمطابق ۹/ مئی ۲۰۱۹ء

امریکی مظالم:

امریکی فوجوں نے صوبہ ہلمند کے صدر مقام لشکر گاہ شہر کے مشرقی دوازہ کے مقام پر واقع پولیس اکیڈمی اور دفاعی چوکی پر ہلکے وبھاری ہتھیاروں سے لیس مجاہدین نے جمعرات اور جمعہ کی درمیانی شب عشاء کے وقت شدید حملہ کیا اور اس دوران اکیڈمی سے تازہ دم اہلکار پر بم دھاکہ ہوا، جس کے نتیجے میں 2 اہلکار زخمی اور ٹانکی نامی چوکی پر حملے کے سلسلے میں 2 اہلکار زخمی ہوئے۔ دریں اثناء امریکی فضائیہ نے علاقے پر شدید بمباری کی، جس کے نتیجے میں کٹھ پتلی انتظامیہ کے چار فوجی کمانڈر (قندہار-ہلمند شاہراہ کمانڈر حاجی حبیب، کمانڈر غلام سعید، اکیڈمی انتظامی امور کے نائب قلندر ماما اور فوجی کمانڈر جان ماما) سمیت 35 پولیس اہلکار ہلاک ہوئے۔

☆☆☆☆☆

بقیہ: ہمیں اپنی دعاؤں میں یاد رکھیں

پاکستان کے چاروں صوبوں کے لوگوں نے بڑی قربانیاں دی اور دے رہے ہیں۔ سوات، باجوڑ، مہمند، خیبر، اورکزئی، کرم ایجنسی، شمالی اور جنوبی وزیرستان میں تو عوام اور مجاہدین نے مل کر مشرف حکومت کا مقابلہ کیا مگر مہاجرین کی حفاظت کی الحمد للہ۔ ہندوستان کے مہاجر مسلمانوں کشمیر کے مہاجر مسلمانوں افغانستان اور پوری دنیا سے آئے ہوئے مہاجر مسلمانوں کو اسی سرزمین اور عوام نے جگہ دی ہے۔ میں نے اکثر مہاجر مجاہدین کو پاکستانی عوام اور پاکستانی مجاہدین کے لیے دعا کرتے ہوئے دیکھا ہے۔

میری بھی پوری دنیا کے مسلمانوں سے زیادہ گزارش ہے کہ وہ ہمیں اپنی دعاؤں میں یاد رکھیں اور ہم بالخصوص پاکستانی عوام، مجاہدین اور باقی دنیا کے مسلم عوام مجاہدین کے بالعموم بہت زیادہ مشکور ہیں کہ وہ ہمیں اپنی دعاؤں میں اور مجلسوں میں یاد رکھتے ہیں۔ ان سے ہماری گزارش ہے کہ وہ مسلمانوں کے بالعموم اور مجاہدین کے بالخصوص بیوی بچوں ماں باپ بہن بھائیوں رشتہ داروں کا ضرور خیال رکھیں، خاص کر مہاجرین کے، اسیروں کے، شہیدوں کے ورثا کا۔

☆☆☆☆☆

ہمیں اپنی دعاؤں میں یاد رکھیں

محمد فاروق

میرے معززومکرم باغیرت و باعزت مومن ومسلمان بہنوں اور بھائیوں میں آج افغانستان کے میدان جنگ سے ایک ایسے موضوع کی طرف لانا چاہتا ہوں جس کی طرف توجہ دلانا بہت زیادہ ضروری ہے۔

روسی ظالموں و جابروں نے جب پوری دنیا کے اوپر قبضے جمانے کا خواب دیکھا تو سب سے پہلے مسلم ممالک پر چڑھائی شروع کردی۔ تاجکستان، ازبکستان، ترکمانستان، آزربائیجان، قازقستان، شیشان وغیرہ پر قبضہ جمانے کے بعد افغانستان، پاکستان اور عرب ممالک کی طرف اپنا رُخ پھیرا۔

افغانستان پہنچتے ہی روسیوں نے اپنی عادات کے مطابق ظلم وجبر، وحشت و سربریت کا بازار گرم کردیا۔ لیکن افغانستان کے غیور باہمت مسلمان مومن ومجاہد عوام علمائے کرام اور مجاہدین نے روس کے خلاف اعلان جہاد کرکے جہاد کا آغاز کردیا۔ پاکستانی عوام اور مجاہدین نے بھی روس کے خلاف افغان عوام اور مجاہدین کا ساتھ دیا لیکن روسی بمباریوں سے اور فوج کی ظلم سے بالاخر افغانی ہجرت پر مجبور ہوگئے۔

پاکستانی سرزمین پر افغان مہاجرین کے قدم رکھتے ہی پاکستانی عوام، علمائے کرام اور مجاہدین نے بھرپور استقبال کرکے انصارِ مدینہ کی یاد تازہ کرکے اپنا سب کچھ افغان مجاہدین اور عوام پر قربان کردیا۔

ایک طرف افغان مہاجرین کی خدمت تھی اور دوسری جانب افغانستان کے اندر روسیوں کا مقابلہ تھا، اگر افغانستان کے قبضے پر روس کامیاب ہوجاتا تو انڈیا پہلے ہی سے روس کا اتحادی و حامی تھا، پاکستان اور اس کے بعد عرب ممالک کی باری تھی۔ مگر افغانستان، پاکستان، عرب ممالک اور مسلم افریقی ممالک کے عوام، علمائے کرام اور مجاہدین یہ سمجھ گئے تھے کہ روس رفتہ رفتہ تمام ہی مسلمان خطوں کو نگل جائے گا۔

اللہ رب العزت نے مجاہدین اسلام، علمائے کرام اور مسلم عوام کے سینے کھول دیے اور روس کے خلاف اعلان جہاد کرکے افغان مہادین اور افغان مجاہدین کے ساتھ مل کر روسیوں کو ایسی ضرب لگائی کے آج تک وہ یاد کررہے ہیں۔

پاکستان کے چاروں صوبوں میں پاکستانی عوام اور مجاہدین نے افغان مہاجرین کو جگہ بھی دی اور ان کے ساتھ افغانستان آتے رہے، روسی فوج کے خلاف لڑتے رہے۔ افغانوں کے علاوہ باقی دنیا سے بھی مجاہدین پاکستان آتے رہے۔ وہ بھی پاکستان میں پاکستانی عوام اور مجاہدین کے ساتھ رہ کر افغان اور پاکستانی مجاہدین کے افغانستان جاتے رہے اور روسیوں کے خلاف لڑتے رہے غرض یہ کہ روس کی شکست میں پاکستانی عوام، علمائے کرام اور مجاہدین نے اہم کردار ادا کیا اور مہاجرین کو بھی پناہ دی۔ مہاجرین کے بے مثال انصار ثابت ہوئے اور اس کے ساتھ ساتھ میدانِ جنگ کے شیر بھی۔

روس کے بعد امریکہ اور اس کے اتحادیوں نے جب دوبارہ امارت اسلامی افغانستان پر حملہ کیا تو وہی پرانا روس کا دور دوبارہ شروع ہوگیا۔

اللہ کے فضل و کرم سے جب امریکہ اور اس کے اتحادیوں نے افغانستان کے اوپر حملے کا آغاز کیا تو افغان مجاہدین اور دیگر مہاجر مجاہدین نے بھرپور مقابلہ کیا۔ امریکیوں اور اس کے اتحادیوں کی ناکامی پہلے ہی دنوں سے واضح ہوگئی تھی، امریکی دوبدو جنگ میں ناکام ہوگئے تو امریکیوں نے شمالی اتحاد والوں کا سہارا لیا، وہ بھی ناکام ہوئے تو امریکیوں نے بمباریوں سے کام لینا شروع کردیا۔ بے گناہ لوگوں کے گھروں، بازاروں، شہروں ہر جگہ پر بمباری ہی بمباری تھی۔ اور امریکی کہتے کہ یہ طالبان و القاعدہ کے ٹھکانے ہیں۔ امریکیوں کو یہ بھی پتہ تھا کہ افغان عوام طالبان و القاعدہ کا ساتھ دے رہی ہے، اسی لیے وہ عوام کو شہید کررہے تھے۔ عوام کی خاطر امارت اسلامی افغانستان گوریلہ جنگ کا فیصلہ کیا، نظامی جنگ چھوڑ کر غیر نظامی یعنی گوریلہ جنگ شروع کی افغانستان کے شہر چھوڑ کر پہاڑوں اور دیہی علاقوں میں چلے گیے۔ اور تاحال الحمدللہ جنگ جاری ہے۔

بمباریوں میں بہت زیادہ عوام افغان مجاہدین اور مہاجر مجاہدین زخمی ہوئے، افغانستان میں تو کوئی انتظام نہیں تھا، مجاہدین مجبور ہوکر پاکستان ایران اور دوسرے ممالک میں جانے پر مجبور ہوئے۔ پاکستانی عوام نے اپنا گھر بار سب کچھ مجاہدین پر قربان کرنے کے لیے تیار تھے۔ اور بہت اچھے طریقے سے مجاہدین کی دیکھ بھال کی۔ رہی بات پاکستانی حکومت کی تو حکومت اس وقت پرویز مشرف کے ہاتھ میں تھی، پرویز مشرف تو پہلے ہی سے بھارتی لابی سے وابستہ تھا اور وہ امریکہ، اسرائیل اور انڈیا کا حمایتی اور ایجنٹ تھا۔ اس نے امریکہ کے لیے پاکستان کے زمینی راستے اور ہوائی اڈے کھول دیے۔ ایسے میں متعدد لوگ ایسے تھے جنہوں نے مشرف سے اختلاف کیا، جو مسلمان تھے، پاکستان کا مطلب کیا لا الہ الا اللہ کے نظریے پر یقین رکھتے تھے ...وہ یہ نہیں چاہتے تھے کہ امریکہ کی اس جنگ میں ہم بھی شامل ہوجائیں۔ وہ یہ نہیں چاہتے تھے کہ پاکستانی سرزمین، پاکستانی اثاثے امریکہ کے مفاد میں اور اسلام کے خلاف استعمال ہوں۔

مگر مشرف نہیں مانا اس نے بہت سے فوجی افسروں کا کورٹ مارشل کرا کر بے شمار فوجیوں کو یا تو شہید کروایا یا جیلوں کے اندر بند کروایا۔ اور پاکستان کو ایک ایسی دلدل میں دھکیل دیا کر چلا گیا کہ بے شمار معصوم لوگ اس میں شہید ہوگئے۔ امارت اسلامی افغانستان اور القاعدہ کے بے شمار مجاہدین کو پکڑ کر امریکہ کے حوالے کرکے امریکیوں کو خوش کیا۔ مگر پاکستانی عوام نے مجاہدین کو اپنے پاس رکھا، حکومت پاکستان نے ان کے خلاف متعدد آپریشن بھی کیے، بہت لوگوں کو شہید کرڈالا، جیلیں بھی بھردی گئیں مگر پاکستانی عوام اور مجاہدین نے ڈٹ کر مقابلہ کیا اور یہ مقابلہ تاحال جاری ہے بحمد للہ۔ (بقیہ صفحہ ۸۸ پر)

خراسان کے گرم محاذوں سے

ترتیب وتدوین: عمر فاروق

افغانستان میں محض اللہ کی نصرت کے سہارے مجاہدین صلیبی کفار کو عبرت ناک شکست سے دوچار کررہے ہیں۔ مئی ۲۰۱۹ء میں ہونے والی اہم اور بڑی کارروائیوں کی تفصیل پیش خدمت ہے۔ یہ تمام اعدادوشمار امارت اسلامیہ ہی کے پیش کردہ ہیں۔ تمام کارروائیوں کی مفصل روداد امارت اسلامیہ افغانستان کی ویب سائٹ http://www.alemarahurdu.net پر ملاحظہ کی جاسکتی ہے۔

یکم مئی:

☆صوبہ سمنگان کے صدر مقام ایبک شہر واقع جنگ جوؤں کی چوکی پر مجاہدین نے حملہ کیا، جس کے نتیجے میں چوکی فتح اور وہاں تعینات اہل کاروں میں سے سفاک جنگ جو کمانڈر بدنام زمانہ جنبش کے صوبائی سربراہ رئیس عبدالواسع سمیت 6 ہلاک اور دیگر فرار ہوئے۔

☆صوبہ سمنگان کے ضلع خرم سرباغ میں دفاعی چوکیوں پر مجاہدین نے اسی نوعیت کا حملہ کیا، جس کے نتیجے میں چوکیاں فتح اور مرکز سے آنے والی فورسز پر بادخانہ کے مقام پر دھماکے ہوئے، جس کے نتیجے میں 2 ٹینک تباہ اور 6 اہل کار ہلاک ہوئے۔

2 مئی:

☆صوبہ قندھار کے ضلع میوند میں قلعہ شاہ میر کے علاقے میں واقع تورہ شاہ نامی چوکی پر مجاہدین نے حملہ کیا، جس کے نتیجے میں چوکی فتح اور وہاں تعینات اہل کاروں میں سے 7 ہلاک، ایک گرفتار ہوا۔

☆صوبہ قندھار کے ضلع خاکریز میں ناخلیل اور چنار کے علاقوں میں چوکیوں پر مجاہدین نے اسی نوعیت حملہ کیا، جس کے نتیجے میں دوچوکیاں فتح اور وہاں تعینات 11 اہل کار ہلاک جب کہ دیگر فرار ہوئے۔ دوسری

☆صوبہ جوزجان کے ضلع خواجہ کوہ میں واقع چوکی پر مجاہدین نے حملہ کیا، جس کے نتیجے میں چوکی فتح اور وہاں 8 اہل کار ہلاک جب کہ دیگر فرار ہوگئے۔

☆صوبہ جوزجان کے ضلع آقچہ میں جبار شہید کے علاقے میں واقع فوجی مرکز اور چوکیوں پر مجاہدین نے اسی نوعیت کا حملہ کیا، جس کے نتیجے میں ایک مرکز اور 2 چوکیاں فتح ہونے کے علاوہ 2 فوجی ٹینک تباہ اور کمانڈر کریم 16 اہل کار ہلاک اور زخمی ہوئے۔

☆صوبہ میدان کے ضلع سید آباد میں فوجی مرکز اور چوکی مجاہدین کے حملے میں فتح اور وہاں تعینات اہل کاروں میں سے 10 ہلاک جب کہ ایک گرفتار ہوا۔

3 مئی:

☆صوبہ غزنی کے صدر مقام غزنی شہر میں قلعہ آزاد اور جنگل باغ کے علاقوں میں واقع چوکیوں پر مجاہدین نے حملہ کیا، جس کے نتیجے میں 4 چوکیاں اور ایک ٹینک تباہ ہونے کے علاوہ 10 ہلاک ہوئے۔

☆صوبہ بلخ کے ضلع شورتپہ میں بم دھماکہ سے رینجر گاڑی تباہ اور اس میں سوار ڈسٹرکٹ انٹیلی جنس سروس افسر رفیع خان سمیت 6 مخبر ہلاک جبکہ 2 پولیس اہلکار بھی زخمی ہوئے۔

☆صوبہ زابل کے ضلع شینکی میں لوئے کلے نامی چوکی پر مجاہدین نے حملہ کیا، جس کے نتیجے میں چوکی فتح اور وہاں تعینات جنگ جوؤں میں سے سفاک و حشی کمانڈر نظری سمیت 15 ہلاک جب کہ 5 گرفتار ہوئے۔

☆صوبہ بغلان کے ضلع برکہ میں مرکز اور آس پاس چوکیوں پر مجاہدین نے حملہ کیا، جس کے نتیجے میں 2 کمانڈروں چال اور نور حمید اور افسر سمیت 20 اہل کار ہلاک ہوئے۔

☆صوبہ پکتیا کے ضلع احمد خیل میں حسن گاؤں کے قریب بم دھماکہ سے فوجی رینجر گاڑی تباہ اور اس میں سوار 7 اہل کار لقمہ اجل بن گئے۔

☆صوبہ خوست کے ضلع علی شیر میں تریزئی کے علاقے سپین پالہ کے مقام پر مجاہدین نے انٹیلی جنس سروس اہل کار خان کو قتل کردیا اور اس کا محافظ شدید زخمی ہوا۔

4 مئی:

☆صوبہ قندوز کے ضلع امام صاحب میں قرغان تپہ اور الیف بیردی چہل کپو کے علاقوں میں حملوں اور چھاپوں کے دروان کابل انتظامیہ کے سیکورٹی اہل کاروں کو گرفتار کرلیا، جن میں سے رمضان کے آمد کے موقع پر 13 فوجیوں کو عالی قدر امیر المؤمنین حفظہ اللہ تعالی کے حکم کے مطابق رہا کردیا اور انہیں سفری اخراجات اور نقدی وغیرہ بھی دی گئی۔

☆صوبہ کابل کے ضلع سروبی میں مجاہدین نے صوبہ نورستان کے پولیس چیف کے کاروان پر حملہ کیا، جس کے نتیجے میں 2 گاڑیاں تباہ ہونے کے علاوہ صوبائی پولیس چیف کمانڈر کمانڈر سعادت شدید زخمی اور 7 اہل کار ہلاک اور زخمی ہوئے۔

☆صوبہ لوگر کے ضلع محمد آغہ میں مرکز کے قریب مجاہدین نے اعلیٰ حکومتی عہدیدار عبدالواسع حکیمی کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔

5 مئی:

☆صوبہ قندھار کے ضلع میوند میں واقع چوکی مجاہدین نے حملہ کیا، جس کے نتیجے میں چوکی فتح اور وہاں تعینات اہل کاروں میں سے 10 ہلاک جب کہ دیگر فرار ہوئے۔

☆صوبہ قندھار کے ضلع تختہ پل میں حاجی نیکہ نامی چوکی پر مجاہدین نے اسی نوعیت کا حملہ کیا، جس کے نتیجے میں کمانڈر ملک اوران کے نائب سمیت 9 اہل کار ہلاک ہوئے۔

☆صوبہ غزنی کے صدر مقام غزنی شہر میں نوغی کے علاقے میں کٹھ پتلی فوجوں کو مجاہدین کی کمین گاہ کا سامنا ہوا، جس کے نتیجے میں 4 اہل کار ہلاک جب کہ 3 زخمی ہوئے۔

☆صوبہ بغلان کے صدر مقام میں امارت اسلامیہ کے پانچ فدائین نے صوبائی پولیس ہیڈ کوارٹر حملہ کیا۔سب سے پہلے فدائی مجاہد شہید محمد برات تقبلہ اللہ حکمت عملی کے تحت بارود بھرے فوجی ٹینک کو ہیڈ کوارٹر کے اندر لے جانے میں کامیاب ہوا اور وہاں شدید دھماکہ کرادیا، جس کے نتیجے میں ہیڈ کوارٹر منہدم ہوا اور تمام تنصیبات تباہ ہوئیں۔اس کے بعد ہلکے وبھاری ہتھیاروں لیس چار فدائین عبداللہ باشندہ، محمد یوسف اور ملاعزیز اللہ اور ملا رحمت اللہ نے مرکز میں داخل ہو کر وہاں تعینات کو نشانہ بنایا اور ساتھ ہی تازہ دم کمانڈو کے کئی حملوں کو بھی پسپا کیا۔ساڑھے چھ گھنٹے تک جاری رہنے والی کاروائی کے نتیجے میں اہم کمانڈروں، افسروں، انٹیلی جنس سروس اہل کاروں سمیت 80 سیکورٹی اہل کار ہلاک جب کہ 60 سے زائد زخمی ہونے کے علاوہ درجنوں فوجی ٹینک، گاڑیاں اور دیگر فوجی سازوسامان بھی تباہ ہوئیں۔

☆صوبہ کابل کے ضلع گل درہ میں کوچیان بازار میں مربوطہ علاقے میں مجاہدین نے پولیس گاڑیوں پر حملہ کیا، جس کے نتیجے میں 2 گاڑیاں تباہ ہونے کے علاوہ سفاک پولیس اہل کار جاوید ہلاک جب کہ 3 زخمی ہوئے۔

6 مئی:

☆صوبہ پکتیکا کے ضلع وڑمی میں مجاہدین نے پولیس کاروان پر حملہ کیا، جس کے نتیجے میں 4 ٹینک تباہ ہونے کے علاوہ 7 اہل کار ہلاک جب کہ 6 زخمی ہوئے۔

☆صوبہ ننگرہار کے ضلع غنی خیل میں مربوطہ علاقوں میں مقامی جنگ جو اور پولیس اہل کار 8 چوکیوں کو مجاہدین کے ممکنہ حملوں کی خوف سے چھوڑ کر فرار ہوگئے۔

☆صوبہ فاریاب کے ضلع جمعہ بازار کے دشت بز، اسلام قلعہ، تاش قلعہ، شش تپہ اور کوہ صیاد کے علاقوں میں مجاہدین نے جارح امریکی و کٹھ پتلی فوجوں کے کاروان پر حملہ کیا اور ساتھ ہی دشمن پر شدید دھماکے بھی ہوئے، جس کے نتیجے میں ایک صلیبی اور 7 کٹھ پتلی فوجوں کے ٹینک تباہ ہونے کے علاوہ کمانڈر سمیت 9 اہل کار زخمی جب کہ 5 ہلاک ہوئے۔

☆صوبہ فراہ کے ضلع گلستان میں واقع اہم چوکی پر مجاہدین نے حملہ کیا، جس کے نتیجے میں چوکی فتح اور وہاں تعینات اہل کاروں میں سے 25 ہلاک جب کہ 2 گرفتار ہوئے۔

☆صوبہ ہلمند کے ضلع سنگین میں جارح امریکی و کٹھ پتلی کمانڈو نے چھاپہ مارا، جن پر حکمت عملی کے تحت 3 دھماکے ہونے کے علاوہ فدائین نے بھی دشمن پر حملہ کیا، جس کے نتیجے میں ایک امریکی اور 6 کمانڈو ہلاک جب کہ دیگر فرار ہوئے۔

7 مئی:

☆صوبہ غزنی کے ضلع مقر میں واقع پولیس چوکیوں پر مجاہدین نے حملہ کیا، جس کے نتیجے میں 6 اہل کار ہلاک جب کہ 4 زخمی ہوئے اور تازہ دم اہل کاروں کا ٹینک بارودی سرنگ کا نشانہ بن کر تباہ ہوا اور اس میں سوار 4 اہل کار لقمہ اجل بن گئے۔

☆صوبہ لغمان کے ضلع علینگار میں کٹھ پتلی انتظامیہ کے آرام کرنے کی جگہ پر حکمت عملی کے تحت ہونے والے دھماکہ سے ڈسٹرکٹ پولیس چیف کمانڈر افضل، انسداد دہشت گردی افسر لال میر، فوجی یونٹ نائب کمانڈر لال آغا، لاجسٹک افسر قسیم اور ایک پولیس اہل کار ہلاک جب کہ 3 شدید زخمی ہوئے۔

☆صوبہ تخار کے ضلع خواجہ بہاؤالدین میں مجاہدین نے حملہ کیا، جس کے نتیجے میں اکبر باغ نامی چوکی فتح اور وہاں تعینات اہل کاروں میں سے 6 ہلاک ہوئے۔

☆صوبہ میدان میں مجاہدین نے ایک ہی وقت میں ضلع سید آباد کے سالار اور ضلع چک کے مداد اور بمبائی کے علاقوں میں واقع فوجی چوکیوں پر حملہ کیا، جس کے نتیجے میں سید آباد میں 2 اور ضلع چک میں 4 چوکیاں فتح ہونے کے علاوہ 43 اہل کار ہلاک جب کہ 4 گرفتار۔

8 مئی:

☆صوبہ فراہ کے صدر مقام فراہ شہر میں مجاہدین نے کمانڈو اور کٹھ پتلی فوجوں پر حملہ کیا، جس کے نتیجے میں 5 کمانڈو اور 9 کٹھ پتلی فوجی ہلاک جب کہ 5 فوجی اور 7 کمانڈو زخمی ہوئے۔

☆صوبہ بادغیس کے ضلع مرغاب میں مجاہدین نے چند روز قبل دوبدو لڑائی میں گرفتار ہونے والے 5 سیکورٹی اہل کاروں کو ماہ رمضان المبارک کی مناسب سے امارت اسلامیہ کی قیادت کے حکم کے مطابق رہا کر کے اُن کے خاندانوں کی جانب روانہ کر دیا۔

☆صوبہ غور کے ضلع چارسدہ میں مسین کے رہائشی 6 افغان فوجی حقائق کا ادراک کرتے ہوئے مجاہدین کی مخالفت سے دستبردار ہوئے۔

☆صوبہ فاریاب کے ضلع جمعہ بازار میں تپہ قشلاق اور دشت بز کے علاقوں میں مجاہدین نے جارح اور کٹھ پتلی فوجوں کے کاروان پر حملہ کیا، جس میں 5 ٹینک تباہ ہونے کے علاوہ غاصبوں سمیت 25 اہل کار ہلاک ہوئے۔

☆صوبہ لوگر کے ضلع محمد آغہ میں زرغون شہر کے کے علاقے میں مجاہدین نے فوجی ٹینک کو نشانہ بنا کر تباہ کر دیا اور اس میں سوار 4 اہل کار لقمہ اجل بن گئے۔کچھ دیر کے بعد ایک اور ٹینک کو مجاہدین نے تباہ کر دیا اور اس میں سوار 2 اہل کار ہلاک ہوئے۔

☆صوبہ کابل میں کابل شہر کے وسط شہر نو کے مقام پر امریکی استعمار کے کاونٹر پارٹ نامی مرکز پر امارت اسلامیہ کے تین فدائین حمزہ، حذیفہ اور حافظ محمد نے حملہ کیا۔سب سے پہلے حکمت عملی کے تحت دھماکہ ہوا، جس سے تمام رکاوٹیں عبور ہوئیں اور بعد میں فدائین مرکز میں داخل ہو کر وہاں موجود غاصبوں اور ان کے کٹھ پتلیوں کو نشانہ بنایا، جس کے نتیجے میں درجنوں میں بیرونی غاصب، کٹھ پتلی کارکن، سیکورٹی اور انٹیلی جنس سروس اہل کار ہلاک اور زخمی ہوئے اور مذکورہ مرکز میں 40 سے 50 تک استعمار کے ٹرینٹرز وغیرہ موجود تھے، جو نہتے افغان عوام کے خلاف اپنے غلاموں کو تربیت دیتے۔واضح رہے کہ کاونٹر پارٹ نامی امریکی مرکز کا قیام 2013ء میں ہوا اور پانچ سالہ منصوبوں کو عملی

جامہ پہنانے کے لیے امریکی وسیع شیطانی جال (usaid) کی جانب سے ہر 70 ملین ڈالر کی فنڈ دی جاتی ہے تا کہ افغانستان میں امریکی استعماری اہداف کے لیے کام کریں۔

9 مئی:

☆صوبہ سمنگان کے ضلع خلم میں شباغلی کے علاقے میں واقع فوجی بیس اور چوکی پر مجاہدین نے حملہ کیا، جس کے نتیجے میں چوکی فتح اور وہاں تعینات اہل کاروں میں سے 10 ہلاک جب کہ 14 زخمی ہوئے۔

☆صوبہ غزنی کے ضلع قرہ باغ کے مشکی اور خالوخیل کے علاقے میں مجاہدین نے کابل سے قندہار جانے والے فوجی کاروان پر حملہ کیا، جس کے نتیجے میں 7 بکتر بند فوجی ٹینک اور ایک بڑی گاڑی تباہ ہونے کے علاوہ 23 اہل کار ہلاک جب کہ 15 زخمی ہوئے۔

☆صوبہ قندوز کے ضلع قلعہ ذال میں واقع فوجی چوکی پر مجاہدین چھاپہ مار کر پر قابض ہوئے اور وہاں تعینات اہل کاروں میں سے 19 ہلاک جب کہ متعدد زخمی ہوئے۔

☆صوبہ قندوز کے ضلع دشت آرچی میں مرکز کے قریب قندوز بندر کے مقام پر جنگ جو کمانڈر احمد شاہ کی چوکی پر مجاہدین نے اسی نوعیت کا حملہ کر کے اس پر قبضہ جمالیا اور وہاں تعینات 10 جنگ جو ہلاک ہوئے۔

☆صوبہ لغمان کے ضلع علیشنگ میں اسلام آباد کے علاقے میں مجاہدین نے فوجی چوکیوں اور تازہ دم کمانڈو اور سیکورٹی فورسز پر حملہ کیا، جس کے نتیجے میں 9 کمانڈو ہلاک جب کہ 4 زخمی اور 3 فوجی ٹینک بھی تباہ ہوئے۔

☆صوبہ فراہ کے ضلع بکوا میں کنسک کے علاقے میں مجاہدین نے خفیہ اطلاع کے نتیجے میں فوجی افسر فرہاد اور وسیم کو گرفتار کرلیا۔

10 مئی:

☆صوبہ میدان کے ضلع چک مجاہدین کے حملے میں 3 کمانڈو ہلاک جب کہ 2 زخمی ہوئے اور کچھ دیر کے بعد سیرک ڈاگ کے علاقے شیر خانہ کے مقام پر بم دھماکوں سے 2 فوجی ٹینک تباہ ہونے کے علاوہ 6 فوجی ہلاک جب کہ کمانڈر نظیر سمیت 3 زخمی ہوئے۔

☆صوبہ بادغیس کے ضلع مرغاب میں اکازئی کے علاقے میں واقع فوجی مرکز پر مجاہدین چھاپہ مار کر اس پر قابض ہوئے اور وہاں تعینات اہل کاروں میں سے فوجی کمانڈر حمید اللہ عرف شرابی سمیت 20 کمانڈو اور فوجی ہلاک جب کہ 12 زخمی اور دیگر فرار ہوئے۔

11 مئی:

☆صوبہ تخار کے ضلع خواجہ غار میں پولیس ہیڈ کوارٹر اور دفاعی چوکیوں پر مجاہدین نے حملہ کیا، جس کے نتیجے میں ہواشاسی کے علاقے میں واقع عارضی پولیس ہیڈکوارٹر اور چوکیاں فتح اور وہاں تعینات اہل کاروں میں سے 4 اہل کار ہلاک جب کہ 7 زخمی ہوئے۔ ☆صوبہ قندوز کے ضلع چاردرہ میں سرک پایان کے علاقے آق سرائے کے مقام پر جارح امریکی فوجوں اور کٹھ پتلی کمانڈو نے عوام کے گھروں پر چھاپہ مارا، جنہیں مجاہدین کی شدید مزاحمت کا سامنا ہوا اور لڑائی چھڑ گئی، جس کے نتیجے میں ایک امریکی اور 5 کمانڈو ہلاک جب کہ 3 امریکی اور 9 کمانڈو زخمی ہوئے اور دیگر فرار ہوگئے۔

12 مئی:

☆صوبہ غزنی کے ضلع مقر میں لاڑیان کے علاقے میں جنگ جوؤں کی چوکی پر مجاہدین نے حملہ کیا، جس کے نتیجے میں چوکی فتح اور وہاں تعینات کمانڈر بابک سمیت 3 شرپسند ہلاک ہوئے اور دفاع کے لیے آنے والے تازہ دم اہل کاروں کو مجاہدین کے حملوں اور بارودی سرنگوں کا سامنا ہوا، جس کے نتیجے میں 3 بکتر بند ٹینک تباہ ہونے کے علاوہ کمانڈر محمد موسیٰ سمیت 9 اہل کار زخمی ہوئے۔

☆صوبہ میدان کے ضلع بہسود حصہ دوئم میں چوکیوں پر مجاہدین نے حملہ کیا، جس کے نتیجے میں دو چوکیاں اور درہ کا وسیع علاقہ فتح ہونے کے علاوہ 13 اہل کار ہلاک ہوئے۔

13 مئی:

☆صوبہ غور کے ضلع چارسدہ میں مرکز، پولیس ہیڈ کوارٹر اور تمام چوکیوں پر اللہ تعالیٰ کی نصرت سے مجاہدین قابض اور وہاں تعینات اہل کاروں اور حکام کو ہیلی کاپٹروں کے ذریعے منتقل کیا گیا۔

☆صوبہ پکتیکا کے ضلع مٹھاخان میں مریانی کے علاقے میں واقع چوکی پر مجاہدین نے حملہ کر کے اس قبضہ جمالیا اور وہاں تعینات اہل کاروں میں سے 9 جنگ جو ہلاک جب کہ ایک گرفتار ہوا اور مجاہدین نے کافی مقدار میں اسلحہ وغیرہ قبضے میں لیا۔

☆صوبہ پکتیا کے ضلع زرمت میں سورکی کے علاقے میں چوکی مجاہدین کے حملے میں تباہ اور وہاں تعینات 6 اہل کار ہلاک ہوئے اور ساتھ ہی تازہ دم اہل کاروں پر ہونے والے حملے میں 4 اہل کار ہلاک جب کہ 2 ٹینک تباہ ہوئے۔

☆صوبہ سرپل کے صدر مقام سرپل شہر میں چوکی پر مجاہدین حملہ کر کے قابض ہوئے اور وہاں تعینات اہل کاروں میں سے 8 ہلاک جب کہ 4 زخمی اور 3 گرفتار ہوئے۔

☆صوبہ بدخشان کے ضلع شہر بزرگ میں دانشمندان کے علاقے میں مجاہدین نے فوجی کمانڈر عبدالرحیم کو 5 اہل کاروں سمیت موت کے گھاٹ اتار دیا۔

14 مئی:

ضلع تگاب کے قلعہ صالح میں حکمت عملی کے تحت ہونے والے دھماکہ سے انٹیلی جنس سروس افسر رشید کی گاڑی تباہ اور اس میں سوار افسر اپنے محافظ سمیت ہلاک ہوا۔

☆صوبہ میدان کے ضلع سید آباد میں شیخ آباد دوراہی کے علاقے میں واقع چوکیوں پر مجاہدین نے حملہ کیا، جس کے نتیجے میں 2 چوکیاں فتح اور وہاں تعینات اہل کاروں میں سے 12 ہلاک جب کہ دیگر فرار ہوئے۔

☆صوبہ کابل کے ضلع قرہ باغ میں بم دھماکہ سے انٹیلی جنس سروس اہل کاروں کی گاڑی تباہ ہوئی اور اس میں سوار انٹیلی جنس سروس افسر صفی اللہ سمیت 3 مخبر ہلاک ہوئے۔

15 مئی:

☆صوبہ غزنی کے ضلع گیلان میں شرعی عدالت کے حکم کے مطابق مجاہدین نے تین امریکی مخبروں فضل ہادی، سید رسول اور عبداللہ کو مجمع میں موت کے گھاٹ اتار دیا اور ان کی لاشیں تین دن تک عبرت کے طور پر وہاں لٹکی رہیں۔ واضح رہے کہ مذکورہ مخبروں کو مجاہدین نے چند ماہ قبل رنگے ہاتھوں گرفتار کر کے ان کے مقدمہ کو شرعی عدالت کے حوالے کر دیا۔ تمام مجرموں نے اپنے جرائم کا اعتراف کر لیا اور درجنوں مجاہدین کی شہادت میں ملوث ہونے کا اقبال جرم کر لیا اور یہ بھی کہا کہ جاسوسی آلات سے مجاہدین کی مخبری کرتے، پھر امریکی ڈرون انہیں نشانہ بناتے اور ہمیں اس کے بدلے پیسے ملتے۔

☆صوبہ زابل کے ضلع شملزئی میں مجاہدین نے ڈسٹرکٹ ہیڈ کوارٹر اور انٹیلی جنس سروس آفس پر حملہ کیا، جس کے نتیجے میں دونوں مراکز فتح ہونے کے علاوہ وہاں تعینات اہل کاروں میں سے 55 ہلاک جب کہ 10 زخمی اور دیگر فرار ہوگئے۔

☆صوبہ فراہ کے ضلع بالابلوک میں کنسک کے علاقے میں خصوصی کارروائیوں کے دوران 6 مشہور ڈاکوؤں کو گرفتار کر کے ان کے مقدمہ کو شرعی عدالت کے سپرد کر دیا۔

16 مئی:

☆صوبہ غزنی کے صدر مقام غزنی شہر میں ارزو اور ضلع دہ یک کے شاہ گل خیل کے علاقوں میں مجاہدین نے فوجی کاروان پر حملہ کیا، جس کے نتیجے میں 10 اہل کار ہلاک جب کہ 16 زخمی اور 4 بکتر بند ٹینک تباہ اور دیگر فرار ہوگئے۔

☆صوبہ زابل کے ضلع سیورئے میں مجاہدین نے مرکز، پولیس ہیڈ کوارٹر اور آس پاس چوکیوں پر حملہ کیا، جس کے نتیجے میں دونوں مراکز فتح ہونے کے علاوہ وہاں تعینات کمانڈر قیس ہلمندوال سمیت 19 اہل کار ہلاک جب کہ 27 زخمی ہوئے۔

17 مئی:

☆صوبہ غزنی کے صدر مقام غزنی شہر میں آرزو کے علاقے میں کٹھ پتلی فوجوں کو مجاہدین کی کمین گاہ کا سامنا ہوا، جس میں 6 اہل کار مارے گئے۔

18 مئی:

☆صوبہ ہلمند کے ضلع مارجہ میں ریگی جبار کے علاقے میں مقامی جنگ جوؤں کو مجاہدین کی کمین گاہ کا سامنا ہوا، جس کے نتیجے میں 11 شر پسند ہلاک ہوئے۔

☆صوبہ ہرات کے ضلع زندہ جان میں وردگ گاؤں میں کٹھ پتلی فوجوں نے ایک مجاہد کے گھر پر چھاپہ مارا، جنہیں شدید مزاحمت کا سامنا ہوا اور لڑائی چھڑ گئی، جس کے نتیجے میں 10 چھاپہ مار ہلاک جب کہ 5 زخمی ہوئے۔

☆صوبہ غزنی کے ضلع دہ یک میں مجاہدین نے فوجی کاروان پر حملہ کیا، جس کے نتیجے میں 3 بکتر بند ٹینک تباہ ہونے کے علاوہ 7 سیکورٹی اہل کار ہلاک جب کہ 10 زخمی ہوئے۔

☆صوبہ بلخ کے ضلع چمتال میں روز گانیان کے علاقے میں مجاہدین نے جنگ جوؤں کی چوکی پر حملہ کیا، جس کے نتیجے میں چوکی کمانڈر قادر سمیت 3 جنگ جو ہلاک جب کہ 2 زخمی ہوئے اور ساتھ ہی تازہ دم اہل کاروں کو مجاہدین کی کمین گاہ کا سامنا ہوا، جس میں ایک ٹینک تباہ اور اس میں سوار 2 اہل کار ہلاک ہوئے۔

☆صوبہ خوست کے ضلع موسیٰ خیل کے بازار کے قریب کٹھ پتلی فوجوں کو مجاہدین کی کمین گاہ کا سامنا ہوا اور لڑائی چھڑ گئی، جس کے نتیجے میں 8 سیکورٹی اہل کار ہلاک جب کہ متعدد زخمی اور دیگر فرار ہوئے۔

19 مئی:

☆صوبہ زابل کے ضلع شاہ جوئے میں مربوطہ علاقے میں 3 ڈاکوؤں حبیب اللہ، محمد عبداللہ اور شیر گل کو مجاہدین نے گرفتار کر لیا۔ جنہوں نے تین روز قبل کجیر خیل کے علاقے میں مسجد میں تراویح پڑھنے والوں سے نقدی موبائل وغیرہ اور کابل-قندہار قومی شاہراہ پر مسافروں کو لوٹ لیا تھا اور ان کے مقدمہ کو شرعی عدالت کے حوالے کر دیا۔

☆صوبہ لوگر کے صدر مقام پل عالم شہر میں علی خان قلعہ کے علاقے میں مجاہدین نے فوجی کاروان پر حملہ کیا، جس کے نتیجے میں ایک ٹینک، ایک کنٹینر اور ایک رینجر گاڑی تباہ ہونے کے علاوہ 4 اہل کار ہلاک جب کہ 8 زخمی ہوئے۔

20 مئی:

☆صوبہ کابل میں کابل شہر کے حلقہ نمبر 11 کے مربوطہ دوآباغ کے علاقے میں مجاہدین پولیس چوکی پر حملہ کر کے قابض ہوئے اور وہاں تعینات 8 اہل کار ہلاک ہوئے۔

☆صوبہ کاپیسا کے ضلع تگاب میں مجاہدین نے دشمن کے خلاف کارروائی کا آغاز کیا، جس میں 14 بڑے گاؤں اور 5 چوکیوں سے دشمن کا صفایا ہو چکا ہے اور کاروائی کے نتیجے میں جنگ جو کمانڈر فرید سمیت 6 شر پسند ہلاک جب کہ کمانڈر نعیم کے ہمراہ 4 زخمی ہوئے۔

☆صوبہ ہلمند کے ضلع مارجہ میں مجاہدین نے لشکر گاہ جانے والے کاروان پر ہلکے و بھاری ہتھیاروں سے حملہ کیا، جس میں 24 اہل کار ہلاک اور زخمی ہوئے۔

☆صوبہ خوست کے ضلع زازئی آریوب میں الگڈی کے علاقے میں مجاہدین نے 2 انٹیلی جنس سروس اہل کاروں گل ولی اور محمد سلیم کو ہلاک جب کہ ظالم مخبر گل رحمن گرفتار کر لیا۔

☆صوبہ پکتیا کے علاقوں ابراہیم خیل اور مہلن میں مجاہدین کے مسلسل حملوں کے دوران 3 جنگ جو ہلاک جب کہ ایک زخمی اور ایک رینجر گاڑی بھی تباہ ہوئی اور مجاہدین نے اسلحہ وغیرہ بھی غنیمت کر لی۔

☆صوبہ کابل کے ضلع چارآسیاب میں سنگ نویشتہ کے علاقے میں بم دھماکہ سے انٹیلی جنس سروس اہل کاروں کی گاڑی تباہ اور اس میں سوار 6 اہل کار ہلاک ہوئے۔

21 مئی:

☆صوبہ بغلان میں رمضان المبارک کی مناسبت سے عالی قدر امیر المؤمنین حفظہ اللہ کے حکم پر مجاہدین نے کابل انتظامیہ کے 6 سیکورٹی اہل کاروں اور افسروں کو رہا کر دیا۔ واضح رہے کہ مذکورہ افراد کو مجاہدین نے دوبدو لڑائی کے دوران گرفتار کر کے شرعی عدالت میں پیش کیا، عدالت نے انہیں سزا دی، بالآخر امیر المومنین حفظہ اللہ کے حکم سے رہا ہوئے۔

☆صوبہ ہلمند کے ضلع سنگین میں جارح امریکی و کٹھ پتلی فوجوں نے مجاہدین کے مراکز پر چھاپہ مارا، جن پر حکمت عملی کے تحت شدید دھماکہ اور بعد میں مجاہدین نے حملہ کیا، جس کے نتیجے میں 5 وحشی اور کٹھ پتلی ہلاک اور زخمی ہوئے۔

☆صوبہ زابل کے ضلع ارغنداب میں تعینات رابط اہل کار نے چوکی میں موجود کٹھ پتلی اہل کاروں پر گولیوں کی بوچھاڑ کر دی، جس کے نتیجے میں 4 اہل کار ہلاک ہوئے اور رابط اہل کار دو عدد ہیوی مشین گنوں، دو راکٹ لانچروں، چار عدد کلاشنکوفوں، ایک عدد ہینڈ گرنیڈ اور دیگر فوجی سازوسامان کے ہمراہ مجاہدین تک پہنچنے میں کامیاب ہوا۔

☆صوبہ کاپیسا کے ضلع نجراب میں افغانیہ درہ کے علاقے زڑہ قلعہ اور نو قلعہ کے علاقوں پر کمانڈو اور کٹھ پتلی فوجوں نے مجاہدین کے مراکز پر حملہ کیا، جنہیں شدید مزاحمت کا سامنا ہوا، جس کے نتیجے میں 6 کمانڈو اور 8 فوجی ہلاک جب کہ 5 زخمی ہوئے۔

☆صوبہ پکتیا کے صدر مقام گردیز شہر میں مربوطہ علاقے میں بم دھماکہ سے فوجی رینجر گاڑی تباہ اور اس میں سوار 2 اہل کار ہلاک جب کہ 2 زخمی ہوئے اور بعد میں تازہ دم اہل کاروں پر ایک اور دھماکہ ہوا، جس میں مزید 5 اہل کار ہلاک جب کہ متعدد زخمی ہوئے۔

22 مئی:

☆صوبہ ہلمند کے ضلع مارجہ میں وکیل وزیر چاراہی، لویہ چاراہی کے علاقوں میں مجاہدین نے تین روز قبل محصور ضلعی مرکز کو جانے والے کانوائے پر ہلکے و بھاری ہتھیاروں سے وسیع حملہ کیا اور ساتھ ہی دشمن پر دھماکے بھی ہوئے، جس کے نتیجے میں 3 فوجی ٹینک اور ایک لوڈر تباہ ہونے کے علاوہ 43 سیکورٹی اہل کار بھی ہلاک اور زخمی ہوئے۔

☆صوبہ کابل کے ضلع سروبی میں جارح امریکی و کٹھ پتلی کمانڈو نے چھاپہ مارا، جنہیں مجاہدین کی شدید مزاحمت کا سامنا ہوا اور لڑائی چھڑ گئی، جس کے نتیجے میں 20 کمانڈو ہلاک جب کہ متعدد زخمی ہوئے۔

☆صوبہ غزنی کے صدر مقام غزنی شہر میں واقع سپیشل فورس مرکز کو امارت اسلامیہ کے فدائی مجاہد نے بارود بھری ٹینک کے ذریعے شہیدی حملے کا نشانہ بنایا، جس کے نتیجے میں مرکز منہدم اور وہاں تعینات درجنوں اہل کار ہلاک ہوئے

23 مئی:

☆صوبہ ہلمند میں گولن آغا غونڈی کے مقام پر جارح امریکی فوجوں کے بکتر بند ٹینک پر ہوا، جس سے ٹینک تباہ اور اس میں سوار وحشی ہلاک اور زخمی ہوئے۔

☆صوبہ بلخ کے ضلع چاربولک میں گورتپہ کے علاقے میں مجاہدین نے فوجی بیس پر لیزر گن اور دیگر اسلحہ سے حملہ کیا، جس میں 4 فوجی ہلاک جب کہ 5 زخمی ہوئے۔

☆صوبہ بلخ کے ضلع چاربولک میں سبزکار کے علاقے میں واقع جنگ جوؤں کی چوکیوں پر مجاہدین نے حملہ کیا، جس کے نتیجے میں کمانڈر مامد، کمانڈر عطا اور کمانڈر شیر خان سمیت 5 جنگ جو ہلاک جب کہ ایک زخمی ہوا۔

☆صوبہ لغمان کے ضلع علیشنگ میں گنجون کے علاقے میں جنگ جوؤں کی چوکیوں پر مجاہدین نے اسی نوعیت کا حملہ کیا، جس کے نتیجے میں 2 چوکیاں فتح اور وہاں تعینات اہل کاروں میں سے 4 جنگ جو ہلاک جب متعدد زخمی و فرار ہوئے اور مرکزی علاقے میں بم دھماکہ سے فوجی ٹینک تباہ اور اس میں سوار 2 اہل کار ہلاک جب کہ 2 زخمی ہوئے۔

24 مئی:

☆صوبہ پکتیا کے ضلع سمکنی کے نوزی کے علاقے میں فوجی کاروان پر مجاہدین نے حملہ کیا، جس میں ایک ٹینک اور اس میں سوار 2 فوجی ہلاک ہوئے۔

25 مئی:

☆صوبہ لوگر کے صدر مقام پل عالم شہر کے راہی خوشی نامی چوکی پر مجاہدین نے حملہ کیا، جس کے نتیجے میں چوکی فتح اور وہاں تعینات 12 جنگ جو ہلاک اور کافی مقدار میں اسلحہ وغیرہ مجاہدین نے قبضے میں لے لیا۔

☆صوبہ غزنی کے صدر مقام غزنی شہر کے ارزو اور قلعہ شیر محمد کے علاقوں میں مجاہدین نے سیکورٹی فورسز پر حملہ کیا، جس کے نتیجے میں 2 بکتر بند ٹینک تباہ ہونے کے علاوہ 9 سیکورٹی اہلکار ہلاک جب کہ 4 زخمی ہوئے اور رات ہی کے وقت اسفندہ کے مقام پر پولیس چوکی پر لیزر گن حملے میں ایک اہل کار مارا گیا۔

☆صوبہ قندہار کے ضلع ڈنڈ میں اسحق زئی قلعہ اور میوزئی کے درمیانی علاقے میں بم دھماکہ سے امریکی بکتر بند ٹینک تباہ اور اس میں سوار تمام وحشی واصل جہنم ہوئے۔

☆صوبہ ہلمند کے ضلع نوزاد کے ہرمز بازار کے علاقے میں مجاہدین نے فوجی اپاچی ہیلی کاپٹر کو نشانہ بنا کر تباہ کر دیا اور اس میں سوار تمام کٹھ پتلی فوجیں لقمہ اجل بن گئے۔

☆صوبہ ہلمند کے ضلع گریشک مقامی جنگ جوؤں کو مجاہدین کی کمین گاہ کا سامنا ہوا، جس میں 2 ٹینک تباہ ہونے کے علاوہ کمانڈر دوست محمد سمیت 5 ہلاک جب کہ 4 زخمی ہوئے۔

☆صوبہ زابل کے صدر مقام قلات شہر میں سپینہ غبرگہ کے علاقے ہوٹل نامی چوکی پر مجاہدین نے حملہ کیا، جس کے نتیجے میں چوکی فتح اور وہاں تعینات 14 اہل کار ہلاک ہوئے۔

☆صوبہ زابل کے صدر مقام قلات شہر میں لیزر گن حملوں سے 8 فوجی مار ڈالے۔

26 مئی:

☆صوبہ فراہ کے ضلع بالا بلوک میں شیوان کے علاقے میں فوجی کاروان پر دھماکہ اور بعد میں مجاہدین کی کمین گاہ کا سامنا ہوا، جس کے نتیجے میں ایک فوجی ٹینک تباہ اور 10 اہل کار ہلاک ہونے کے علاوہ مجاہدین نے 3 عدد ہیوی مشین گنیں، 3 عدد امریکی گنیں، ایک عدد راکٹ لانچر اور دیگر فوجی سازوسامان قبضے میں لیا۔

☆صوبہ بلخ کے ضلع زارع میں او کی کے علاقے میں واقع جنگ جوؤں کے مرکز اور چوکی پر مجاہدین نے حملہ کیا، جس کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ کی نصرت سے 2 مقامات فتح اور وہاں تعینات شر پسندوں میں سے 3 ہلاک جب کہ 4 زخمی اور دیگر فرار ہوئے۔

☆صوبہ بغلان کے ضلع پل خمری میں مرکز میں شش صد کوٹی کے قریب صوبائی سیکورٹی افسر کریم اطرافی کی بلٹ پروف گاڑی کو مجاہدین نے دھماکے کا نشانہ بنایا، جس کے نتیجے میں افسر محافظ سمیت زخمی اور ایک اہل کار ہلاک ہوا۔☆صوبہ زابل کے ضلع شاہ جوئے میں بازرگان اور تازی کے علاقوں میں مجاہدین نے فوجی کاروان پر حملہ کیا، جس کے نتیجے میں 9 فوجی وسپلائی گاڑیاں تباہ ہونے کے علاوہ متعدد اہل کار ہلاک بھی ہوئے۔

☆صوبہ تخار کے ضلع نمک آب میں قشلاق بالا کے علاقوں میں واقع چوکیوں پر مجاہدین نے اسی نوعیت کا حملہ کیا، جس کے نتیجے میں چوکیاں اور وسیع علاقے فتح ہونے کے علاوہ 4 اہل کار ہلاک جب کہ ایک زخمی اور دیگر فرار ہوئے۔

☆صوبہ غزنی کے ضلع قرہ باغ میں خالو خیل کے علاقے میں 2 ڈاکوؤں کو شرعی عدالت کے فیصلے کے مطابق سرعام سولی پر لٹکا دیا گیا اور ان دونوں عبداللہ اور قاسم نے چند روز قبل کابل-قندہار ہائی وے پر عورتوں کو لوٹنے کے علاوہ ایک شخص کو شہید کر دیا تھا۔ مجاہدین نے بروقت کاروائی کے دوران دونوں کو گرفتار کر لیا اور ان کے مقدمے کو شرعی عدالت کے حوالے کر دیا۔

27 مئی:

☆صوبہ سرپل کے صدر مقام سرپل شہر میں قشقری کے علاقے میں دشمن کے مراکز پر وسیع حملہ کیا، جس کے نتیجے میں وسیع علاقے اور 5 چوکیاں فتح، 4 فوجی ٹینک تباہ، جنگ جو کمانڈروں سمیت 13 ہلاک جب کہ 25 زخمی اور 3 گرفتار ہوئے۔

☆صوبہ قندوز کے ضلع خان آباد میں جنگ جو کمانڈر محمد اللہ کی چوکی پر مجاہدین نے چھاپہ مار کر قابض ہوئے اور وہاں تعینات جنگ جوؤں رقیب اور کمانڈر مرجان شمال سمیت 5 شر پسند ہلاک جب کہ پولیس کمانڈر کے ہمراہ 4 اہل کار شدید زخمی ہوئے اور 5 گرفتار ہوئے اور ساتھ ہی تازہ دم اہل کاروں کو مجاہدین کی کمین گاہ کا سامنا ہوا، جس کے نتیجے میں 3 فوجی ٹینک اور کمانڈر عبدالعزیز سمیت 9 ہلاک جب کہ 6 زخمی ہوئے۔

☆صوبہ قندوز کے قندوز شہر میں نظم عامہ چوکی میں موجود رابط اہل کار نے وہاں تعینات اہل کاروں پر فائرنگ کی، جس میں 10 اہل کار ہلاک ہوئے۔

☆صوبہ لوگر کے صدر پل عالم شہر میں فوجی کاروان پر حملے کے دوران ایک ٹینک اور ایک رینجر گاڑی تباہ ہونے کے علاوہ 4 اہل کار ہلاک جب کہ 9 زخمی ہوئے۔

28 مئی:

☆صوبہ غور کے صدر مقام چغچران شہر کے فیروزکوہ شہر میں مجاہدین نے دشمن کے خلاف وسیع کارروائی کا آغاز کیا، جس کے نتیجے میں تمام علاقے فتح اور وہاں تعینات اہل کاروں میں سے 27 ہلاک جب کہ 22 زخمی اور دیگر فرار ہوگئے۔

☆صوبہ پکتیا کے ضلع زرمت میں ہستوگنہ کے علاقے میں چوکی پر مجاہدین اسی نوعیت کا حملہ کر کے قابض ہوئے اور وہاں تعینات 7 اہل کار ہلاک ہوئے اور ساتھ ہی تازہ دم اہل کاروں کو مجاہدین کی کمین گاہوں اور بارودی سرنگوں کا نشانہ بنایا، جس کے نتیجے میں 7 اہل کار ہلاک اور 3 فوجی ٹینک بھی تباہ ہوئے۔

☆صوبہ بلخ کے ضلع خاص بلخ میں سیکورٹی اہل کاروں کو مرگین تپہ اور عالم خیل کے علاقوں میں مجاہدین کی کمین گاہوں کا سامنا ہوا، جس کے نتیجے میں 3 فوجی ٹینک تباہ ہونے کے علاوہ 8 فوجی ہلاک جب کہ 3 زخمی ہوئے۔

☆صوبہ میدان کے صدر مقام میدان شہر میں چاربند کے قریب سہاک کے علاقے میں مجاہدین نے گلے نامی جنگ جوؤں کی چوکی پر حملہ کیا، جس کے نتیجے میں چوکی فتح اور وہاں تعینات اہل کاروں میں سے 9 ہلاک جب کہ 2 گرفتار ہوئے۔

☆صوبہ خوست کے ضلع صبری میں واقع فوجی مرکز اور چوکیوں پر مجاہدین نے حملہ کیا، جس کے نتیجے میں مرکز اور دو چوکیاں فتح ہونے کے علاوہ 31 اہل کار ہلاک جب کہ دیگر فرار ہوئے، مجاہدین نے کافی مقدار میں ہلکے وبھاری ہتھیار غنیمت کر لیے۔

☆صوبہ لوگر کے صدر مقام پل عالم شہر میں خدر امریکی بیس کے قریب کٹھ پتلی فوجوں کی چوکی پر مجاہدین حملہ کر کے قابض ہوئے اور وہاں تعینات اہل کاروں میں سے 6 ہلاک جب کہ دیگر فرار ہوگئے۔

☆صوبہ لوگر کے ضلع برکی برک میں برکی راجان کے علاقے منجی چوکی' مجاہدین کے حملے میں فتح اور وہاں تعینات اہل کاروں میں سے 10 ہلاک جب کہ 4 زخمی ہوئے۔

29 مئی:

☆صوبہ پکتیکا کے ضلع وازیخوا میں مجاہدین نے جنگ جوؤں کی چوکی پر شدید حملہ کیا، جس کے نتیجے میں چوکی فتح اور وہاں تعینات 12 شر پسند ہلاک ہوئے۔

☆صوبہ زابل کے ضلع شاہ جوئے میں پاسنی گاؤں میں ہلمند کے صوبائی فوجی پراسیکیوٹر اسد اللہ باوری کو مجاہدین نے اُس کے محافظ سمیت مار ڈالا۔

☆صوبہ بغلان کے ضلع پل خمری میں مرکز چشمہ شیر کے مقام پر واقع فوجی بیس پر مجاہدین نے اسی نوعیت کا حملہ کیا، جس کے نتیجے میں چوکی فتح اور وہاں تعینات اہل کاروں میں سے 6 ہلاک جب کہ 9 زخمی ہوئے۔

☆صوبہ غزنی کے ضلع دہ یک میں تاسن کے علاقے میں مجاہدین نے کمانڈو اور کٹھ پتلی فوجوں پر حملہ کیا، جس کے نتیجے میں 8 کمانڈو اور 9 کٹھ پتلی ہلاک جب کہ 12 زخمی ہوئے۔

☆صوبہ میدان کے ضلع سید آباد میں ملی خیل، سلطان خیل، پتنگ اور زرک خیل کے علاقوں میں مجاہدین نے فوجی کانوائے پر حملہ کیا، جس کے نتیجے میں 6 فوجی ہلاک جب کہ 3 زخمی اور 3 فوجی وسپلائی گاڑیاں بھی تباہ ہوئیں۔

30 مئی:

☆صوبہ قندہار کے ضلع میوند میں بند تیمور، کاریزک اور لوئے کاریز کے درمیانی علاقے میں واقع چوکی پر مجاہدین حملہ کر کے قابض ہوئے اور وہاں تعینات 8 اہل کار ہلاک ہوئے ۔

☆صوبہ فاریاب کے ضلع لولاش میں قصات، کولنی اور خیر آباد کے علاقوں میں چوکیوں پر مجاہدین حملہ کر کے 2 پر قابض ہوئے اور وہاں تعینات 15 ہلاک جب کہ 3 زخمی اور ایک گرفتار ہوا۔

☆صوبہ زابل کے صدر مقام زابل شہر میں گاگری اور قلعہ گاؤں میں مجاہدین کے رابط اہل کاروں نے 2 چوکیوں میں 20 فوجیوں کو مار ڈالے اور دو رینجر گاڑیوں اور 25 عدد مختلف النوع ہلکے وبھاری ہتھیاروں کے ہمراہ مجاہدین تک پہنچنے میں کامیاب ہوئے،

☆صوبہ زابل کے ضلع سیوری میں مربوطہ علاقوں میں بم دھماکوں سے 2 فوجی ٹینک تباہ اور اس میں سوار اہل کار ہلاک اور زخمی ہوئے۔

☆صوبہ ہرات کے ضلع رباط سنگی میں یکہ توت کے مقام پر فوجی مرکز اور چوکیوں پر مجاہدین نے حملہ کیا، جس کے نتیجے میں مرکز فتح اور وہاں تعینات 4 فوجی ہلاک جب کہ 4 گرفتار اور دیگر فرار ہوئے۔

☆صوبہ قندوز کے ضلع چاردرہ کے چھہل چنار اور گودام کے علاقوں میں مجاہدین نے دشمن پر حملہ کیا، جس کے نتیجے میں جنگ جو کمانڈر پدر کوش سمیت 15 ہلاک جب کہ 3 زخمی ہوئے۔

☆صوبہ لوگر کے ضلع چرخ میں خواجہ اسماعیل اور پسیچک نامی چوکیوں پر مجاہدین نے حملہ کیا، جس کے نتیجے میں 11 اہل کار ہلاک جب کہ 6 زخمی ہوئے۔

☆صوبہ بلخ کے ضلع دولت آباد میں ہشتان اور سرخ گنبد کے علاقوں میں مجاہدین نے جنگ جوؤں کے خلاف کاروائی کا آغاز کیا، جس کے نتیجے میں کمانڈر جلیل سمیت 8 شرپسند ہلاک جب کہ 4 زخمی ہوئے۔

☆صوبہ جوزجان میں ضلع قرقین کے مرکز اور پولیس ہیڈکوارٹر پر مجاہدین نے حملہ کیا، جس کے نتیجے میں 5 اہل کار ہلاک جب کہ 7 زخمی ہوئے۔

☆صوبہ بغلان کے ضلع پل خمری میں مرکز میں فوجی بیس پر مجاہدین نے چھاپہ مار کر 5 اہل کار کو قتل اور 7 کو زخمی کر دیا

☆صوبہ بغلان کے ضلع پل خمری میں چشمہ شیر کے علاقوں میں تازہ دم اہل کاروں کو نشانہ بنایا گیا، جس کے نتیجے میں 3 فوجی ٹینک تباہ اور ان میں سوار اہل کاروں میں سے 2 ہلاک جب کہ 7 زخمی ہوئے۔

☆صوبہ خوست کے صدر مقام خوست شہر میں متون چینہ کے علاقے چرہ دام بم دھماکہ سے 2 مخبر ہلاک جب کہ 2 زخمی ہوئے

☆صوبہ خوست کے ضلع صبری میں گلدار گاؤں کے قریب مجاہدین نے 2 مخبروں کو مار ڈالا۔

☆صوبہ بادغیس کے ضلع مرغاب میں مرکز کی دفاعی چوکیوں پر مجاہدین نے حملہ کیا، جس کے نتیجے میں اللہ تعالی کی نصرت سے 4 چوکیاں فتح، 9 اہل کار ہلاک جب کہ 24 زخمی اور دیگر فرار ہوئے۔

☆صوبہ غور کے صدر مقام چغچران شہر میں فیروز کوہ کے علاقے میں مجاہدین نے دشمن کے خلاف وسیع کاروائی کا آغاز کیا، جس کے نتیجے میں اللہ تعالی کی نصرت سے 20 بڑے گاؤں فتح اور دشمن فرار ہوا۔

☆صوبہ غور کے ضلع شہر سرخ لائی کے 2 ہزار گھرانوں پر مشتمل 23 بڑے گاؤں کے باشندوں نے حقائق کا ادراک کرتے ہوئے امارت اسلامیہ کی حمایت کا اعلان اور اس دوران نام نہاد قومی لشکر کے 40 مسلح جنگ جوؤں نے مجاہدین کے سامنے ہتھیا ڈال دیے۔

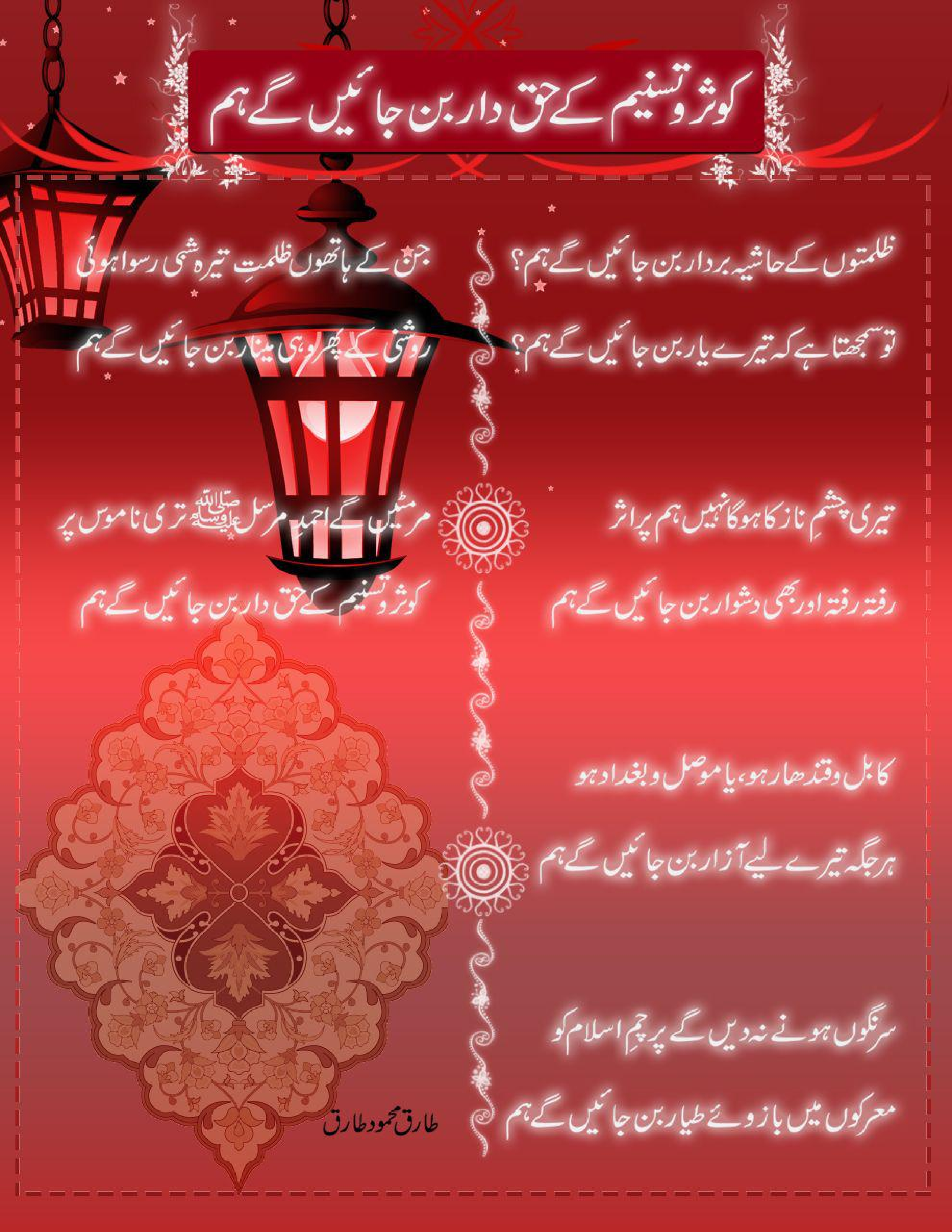
☆صوبہ کاپیسا کے ضلع تگاب میں شیر خیل کے علاقے میں بم دھاکہ سے فوجی ٹینک تباہ اور اس میں سوار 4 اہل کار لقمہ اجل بن گئے۔

☆صوبہ پکتیا کے صدر مقام گردیز شہر میں رباط اور ابراہیم خیل کے علاقوں میں مجاہدین کے حملوں میں 2 ٹینک تباہ ہونے کے علاوہ 6 ہلاک اور زخمی ہوئے۔

31 مئی:

☆صوبہ کابل میں کابل شہر کے حلقہ نمبر 9 کے مربوطہ قابل بائی کے علاقے میں استعماری ممالک کے افسروں کے قافلے کو امارت اسلامیہ کے فدائی مجاہد شہید صدیق نے بارود بھری گاڑی سے نشانہ بنایا، جس کے نتیجے میں استعماری افسروں کی دو لینڈ کروزر گاڑیاں تباہ اور ان میں سوار 10 افسر اور فوجی ہلاک ہوئے۔

☆☆☆☆☆



کوثر و تسنیم کے حق دار بن جائیں گے ہم
ظلمتوں کے حاشیہ بردار بن جائیں گے ہم؟
تو سمجھتا ہے کہ تیرے یار بن جائیں گے ہم؟
تیری چشمِ ناز کا ہوگا نہیں ہم پر اثر
رفتہ رفتہ اور بھی دشوار بن جائیں گے ہم
کابل و قندھار ہو، یا موصل و بغداد ہو
ہر جگہ تیرے لیے آزار بن جائیں گے ہم
سرنگوں ہونے نہ دیں گے پرچمِ اسلام کو
معرکوں میں بازوئے طیار بن جائیں گے ہم
جن کے ہاتھوں ظلمتِ تیرہ شبی رسوا ہوئی
روشنی کے پھر وہی مینار بن جائیں گے ہم
مر مٹیں گے احمدِ مرسل ﷺ تری ناموس پر
کوثر و تسنیم کے حق دار بن جائیں گے ہم
طارق محمود طارق

ہم نتائج پر کوئی اختیار نہیں رکھتے

ہمیں کوئی کام اس لیے نہیں کرنا چاہیے کہ یہ ہمیں کامیابی سے ہمکنار کرے گا یا اس (کام کے) نتائج کی وجہ سے ہمیں نفع ہوگا، بلکہ ہمیں یہ اس لیے کرنا چاہیے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ہمیں اس کام کو کرنے کا حکم ہے۔ پھر ہمیں نتائج اللہ تعالیٰ پر چھوڑ دینے چاہئیں۔ ہم اللہ تعالیٰ کے سپاہی ہیں؛ ہمیں نتائج سے بے نیاز ہوکر اس کام کو صرف اس لیے کرنا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کام کو کرنے کا حکم دیتا ہے۔ ہم ہر چیز اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں چھوڑتے ہیں۔ ہمارے پاس غیب کا علم نہیں ہے۔ علاوہ ازیں، ہم اپنے اعمال کا محاسبہ ان کے نتائج سے نہیں کرتے کہ آیا ہم درست تھے یا غلط۔ بلکہ ہم اپنے اعمال کا محاسبہ اس بنیاد پر کرتے ہیں کہ یہ اللہ تعالیٰ کے احکامات سے مطابقت رکھتے ہیں یا نہیں۔ مثال کے طور پر، ایک مسلمان جو کسی کافر کو مشرف بہ اسلام کرتا ہے؛ اس کے بارے میں یہ نہیں کہنا چاہیے کہ 'وہ بندہ بہت ہی اچھا داعی ہے کیونکہ اس نے کسی کو مشرف بہ اسلام کیا'۔ ہمیں اس کو ایک کامیاب داعی ہونے کا فیصلہ اس بنیاد پر نہیں دینا کہ وہ کتنے لوگوں کو اسلام کی جانب لایا۔ ہمیں اس کو اس حوالے سے پرکھنا ہے کہ آیا وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقے کے مطابق دعوت وتبلیغ کر رہا ہے یا نہیں۔ اگر اس کی دعوت وتبلیغ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقے کے مطابق ہے تو پھر وہ کامیاب ہے چاہے کوئی بھی اس کی تبلیغ کو قبول نہ کرے۔ مزید برآں، اگر اس کی دعوت وتبلیغ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقے کے مطابق نہیں ہے تو پھر وہ اسے غلط انداز میں کر رہا ہے چاہے اس کے نتیجے میں کتنے ہی بے شمار لوگ مسلمان کیوں نہ ہو رہے ہوں۔ سیدنا نوح علیہ السلام کی مثال کی جانب دیکھیے، کیا وہ کامیاب تھے یا ناکام؟ ان (کامیابی یا ناکامی والے) معیارات کے مطابق تو وہ ناکام تھے؛ اور ایسا کہنا ہی کفریہ قول ہے کہ وہ ناکام تھے۔ ہم جانتے ہیں کہ روزِ حساب بعض انبیاء علیہم السلام بہت ہی قلیل تعداد پیروکاروں کے ساتھ آئیں گے اور بعض ایسے ہوں گے کہ بالکل ہی کسی پیروکار کے بغیر آئیں گے۔ کیا ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ وہ ناکام ہوگئے؟ وہ نبی تھے اور دعوت وتبلیغ میں زندگی بسر کر دی۔ انہوں نے وہی کیا جو اللہ تعالیٰ نے انہیں کرنے کے لیے کہا، لہٰذا وہ درست ہیں۔ پس ہم کسی کام کے انجام کی بنیاد پر اس کام کو نہیں پرکھتے اور نہ ہی ہمیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقے کو بدلنے کی کوشش کرنی چاہیے محض اس لیے کہ "ہم نئے دور میں رہتے ہیں"۔

آج اُمّت میں یہ ایک سنگین غلطی ہے؛ ہم ہر چیز کو اس کے انجام کے پیمانے پر پرکھتے ہیں۔ حتیٰ کہ اسلامی تحریکیں بھی اسی بنیاد پر اپنے امور سرانجام دے رہی ہیں! اس کا تعلق مغربی اثر ورسوخ سے ہوگا۔ ہم اپنے اسلام کو کسی تجارت کی مانند برت رہے ہیں؛ لوگ کامیابی کو نتائج کے معیار پر پرکھتے ہیں۔ اگر وہ اپنے کاروبار میں خوب پیسہ نہیں بنا پا رہے تو وہ سوچتے ہیں کہ لازماً کہیں کوئی مسئلہ ہے اور انہیں اس مسئلے کی جانب دیکھنا ہے۔ ہم اپنی عبادات کے ساتھ ایسا برتاؤ نہیں کر سکتے؛ ہمیں اپنے فرائض اس لیے سرانجام دینے ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں ان کے کرنے کا حکم دیا ہے، انجام چاہے اچھا ہو یا برا؛ یہ اللہ تعالیٰ کی رضا پر منحصر ہے۔ ہم نتائج پر کوئی اختیار نہیں رکھتے۔

شیخ انور العولقی رحمہ اللہ